المسائل المهمة فيما ابتلت به العامة

اہم مسائل

جن میں ابتلائے عام ہے

جلد دھم

پسند فرمودہ:

حضرت مولانا غلام محمد صاحب وستانوی

رئیس: جامعہ اسلامیہ اشاعت العلوم اکل کوا نندربار

تحریک وتحریض:

حضرت مولانا محمد حذیفہ صاحب وستانوی

ناظم تعلیمات ومعتمد جامعہ

تالیف:

مفتی محمد جعفر صاحب ملی رحمانی

صدر دارالافتاء جامعہ اکل کوا

تحقیق وتخریج:

معاون مفتیان کرام دارالافتاء

ناشر:

جامعہ اسلامیہ اشاعت العلوم

اکل کوا ، نندربار ،مہاراشٹر

تقسیم کار

جملہ حقوق محفوظ ہیں!

نام کتاب	: المسائل المهمة فيما ابتلت به العامة **جلد دهم**
مؤلف	: حضرت مولانا مفتی محمد جعفر صاحب ملی رحمانی
تحقیق وتخریج	: معاون مفتیانِ کرام دارالافتاء
کمپیوٹر کتابت وترتیب	: عبدالمتین اشاعتی کانڑگانوی
طبع اول	: ۱۴۳۸ھ ۲۰۱۷ء
صفحات	: ۴۰۶
تعداد مسائل	: ۲۵۰
قیمت	:
باہتمام	: ابوحمزہ وستانوی
ناشر	: جامعہ اسلامیہ اشاعت العلوم اکل کوا

ملنے کا پتہ

جامعہ اسلامیہ اشاعت العلوم اکل کوا ضلع نندر بار مہاراشٹر

Phone & Fax: 02567,252556

E-mail jafarmilly@gmail.com

fatawaakkalkuwa@gmail.com

http://jamiyaakkalkuwa.com/fatawa/

فہرست عناوین

نمبر شمار	فہرست عناوین	صفحہ
۞	**تمہیدی کلمات**	۞
◉	**کتاب الإیمان والعقائد** **ایمان وعقائد کے احکام ومسائل**	◉

۞ ۞ ۞

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی :

﴿فَسْئَلُوا أَهْلَ الذِّكْرِ إِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ﴾

(سورة الأنبياء :۷)

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ :

''مَنْ يُرِدِ اللّٰهُ بِهٖ خَيْرًا يُفَقِّهْهُ فِي الدِّيْنِ''

(صحيح البخاري)
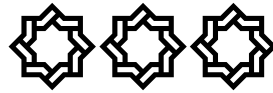
تمهیدی کلمات

الحمد للّٰہ رب العالمين ، والصلوة والسلام على رسوله الكريم أما بعد !

أعوذ باللّٰه من الشيطٰن الرجيم O بسم اللّٰه الرحمن الرحيم O

قال اللّٰه تبارک وتعالیٰ : ﴿يآ أيها الذين اٰمنوا ادخلوا في السلم كآفّة ولا تتّبعوا خطوات الشيطٰن انه لكم عدوٌّ مبينO﴾ . (سورة البقرة : ۲۰۸)

قال رسول اللّٰه ﷺ : " لا يؤمن أحدكم حتى يكون هواه متبعًا لما جئت به " .

(كنز العمال)

دین اسلام اس مکمل نظامِ حیات کا نام ہے، جو قرآن وحدیث میں بیان ہوا ہے، خواہ اس کا تعلُّق عقائد وعبادت سے ہو، یا معاملات ومعاشرت سے، حکومت وسیاست سے اس کا تعلُّق ہو، یا تجارت وصنعت سے، اللہ پاک نے ہمیں پوری طرح اس نظامِ اسلامی میں داخل ہونے کا حکم فرمایا۔ (مستفاد: معارف القرآن: ۱/ ۴۹۹)

ہم مسلمان جب تک ایمان وعمل کے اعتبار سے اس نظام کو اپنے اُوپر لازم نہیں کر لیتے، کامل مومن نہیں ہو سکتے، مسلمانوں کے ایک بڑے طبقہ نے دین اور اس کی تعلیمات کو صرف مسجد اور عبادات کے ساتھ خاص کر رکھا ہے، معاملات، معاشرت اور اخلاق کو دین کا جزو ہی نہیں سمجھتے، یہی وجہ ہے کہ بڑے بڑے دین دار، تہجُّد گزار، اوّابین، چاشت، نفل روزوں اور صدقات کی پابندی واہتمام کرنے والے لوگوں میں بھی یہ غفلت عام ہے، حقوق ومعاملات اور خصوصًا معاشرتی حقوق سے بالکل بیگانے ہیں، ایسا لگتا ہے کہ ان احکام کو وہ اسلام کے احکام ہی یقین نہیں کرتے، نہ ان کے معلوم کرنے یا سیکھنے کا اہتمام کرتے ہیں، نہ اُن پر عمل کا۔

مدارسِ دینیہ کے نصاب میں فنِ فقہ میں ایک کتاب بنام ''ہدایہ'' پڑھائی جاتی ہے، جس کی چار جلدیں ہیں، ان میں سے صرف پہلی جلد احکامِ عبادات سے متعلق ہے، بقیہ تین جلدوں میں جتنے احکام وہدایات ہیں، اُن کا تعلُّق؛ معاملات، معاشرت اور اخلاق سے ہے۔ اِس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ عبادات سے متعلق دینی احکام محض ۲۵/ فی صد ہیں، اور معاملات، معاشرت اور اخلاق سے متعلق ۷۵/ فی صد، گویا عبادتوں میں دین محض ۲۵/ فی صد ہے، اور معاملات، معاشرت اور

اخلاق میں ۵ ۷ ؍فی صد، جسے ہم دین سمجھتے ہی نہیں۔

دارالافتاء جامعہ اسلامیہ اشاعت العلوم اکل کوا کے قیام کے روزِ اول سے ہی اس بات کی فکر کی جارہی ہے، کہ عام مسلمانوں کو روز مرّہ کی زندگی میں جن مسائل سے سابقہ پڑتا ہے، اسی طرح اِس ترقی پذیر زمانے میں جونت نئے مسائل پیش آرہے ہیں، اُن کی صورتوں کو قلم بند کرکے، اُن کے حکمِ شرعی سے انہیں مطلع کیا جائے، اور پوری زندگی کو تعلیماتِ اسلام کے مطابق گزارنے کی تلقین کی جائے، کہ اسی میں اِس دنیا کی کامیابی اور اُس آخرت کی نجات ہے۔

الحمدللہ! آج تک اس سلسلۃ الذہب کی نوکڑیاں امتِ مسلمہ کے ہاتھوں میں پہنچ چکیں، اور یہ دسویں کڑی ہے، جو آپ کے مبارک ہاتھوں میں ہے۔اس پورے سلسلے کا سہرا؛ ایک قابل وفاضل ولد، اور صالح ومدبّر والد کے سر جاتا ہے، کہ اللہ کے فضل وکرم اور ان کی تحریک وتحریض اور تحسین وتشجیع سے یہ کام یہاں تک پہنچا، میری مراد؛ برادرِ عزیز، مولانا حذیفہ صاحب زید مجدہٗ (ناظم تعلیمات)، اور آپ کے والد بزرگوار، میرے مربی ومحسن؛ حضرت مولانا غلام محمد صاحب وستانوی دامت برکاتہم (رئیس جامعہ) ہیں۔اللہ پاک حضرتِ والا کو صحت وتن دُرستی اور عافیت کے ساتھ درازیٔ عمر عطا فرماکر، آپ کے سایۂ عاطفت کو ہم خوردوں پر تادیر قائم رکھے، آمین!

میں مشکور ہوں اپنے تمام ہی رفقائے کار (بالخصوص؛ مولانا مفتی عبد المتین، مولانا مفتی مجیب الرحمٰن، اور مولانا مفتی افضل صاحبان وغیرہم) کا، جو ہر وقت علمی کاموں کے لیے انتہائی خوش دِلی کے ساتھ، میری مُعاوَنت کے لیے مستعد وتیار رہتے ہیں، اللہ پاک ان تمام کو اُن کی دینی خدمات پر اپنی شایانِ شان اجر وثواب عطا فرمائے، اور علمِ نافع سے نوازے۔اسی طرح جامعہ، اس کی انتظامیہ، اور جمیع اساتذۂ کرام کی تمام دینی محنتوں اور کاوِشوں کو اپنے ہاں شرفِ قبولیت عطا فرماکر، اپنی رضا وخوش نودی کا ذریعہ بنائے۔

تھے بال وپر شکستہ، فضا حوصلہ شکن! تیرا کرم، کہ قوتِ پرواز پاگئے!

ربنا تقبل منا إنك أنت السميع العليم، وتب علينا إنك أنت التواب الرحيم!

وصلى الله تعالىٰ على خير خلقه محمد وآله وصحبه أجمعين، ومن تبعهم بإحسان إلى يوم الدين!

محمد جعفر ملی رحمانی

۲۴؍رجب المرجب، لیلۃ السبت، ۱۴۳۸ھ

کتاب الإیمان والعقائد

ایمان وعقائد کے احکام ومسائل

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذا پہنچانا

مسئلہ(۱): جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی طرح ایذا پہنچائے، آپ کی ذات یا صفات میں کوئی عیب نکالے، صراحۃً ہو یا کنایۃً، وہ کافر ہو جاتا ہے، اور آیتِ کریمہ: ﴿إِنَّ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَاَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِيْنًا﴾ کی رُو سے اُس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت دنیا میں بھی ہوگی، اور آخرت میں بھی۔ (۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿إن الذين يؤذون الله ورسوله لعنهم الله في الدنيا والاٰخرة واعدّ لهم عذابًا مهينًا﴾ . (سورة الأحزاب :۵۷) وقوله تعالى : ﴿ومنهم الذين يؤذون النبيّ ويقولون هو أُذن قل أُذن خير لكم يؤمن بالله ويؤمن للمؤمنين ورحمةٌ للذين اٰمنوا منكم والذين يؤذون رسول الله لهم عذابٌ اليمٌ . (سورة التوبة : ۲۱) – وقوله تعالى : ﴿ألم يعلموآ أنه من يحادد الله ورسوله فإن له نار جهنّم خالدًا فيها ، ذلك الخزي العظيم﴾ .

(سورة التوبة :۶۳)

ما في " التفسير المظهري " : من آذى رسول الله ﷺ بطعن في شخصه أو دينه أو نسبه أو صفة من صفاته أو بوجه من وجوه الشين فيه صراحة أو كناية أو تعريضاً أو إشارة كفر، ولعنة الله في الدنيا والآخرة وأعدّ لهم عذاب جهنم .... قال ابن همام : كل من أبغض رسول الله ﷺ بقلبه كان مرتدًا فالسباب بالطريق الأولى ويقتل عندنا حدًا .

(۷/ ۳۸۲ ، مكتبة زكريا ديوبند)=

تقویٰ یا دل کا روگ

مسئلہ (۲): جو کام آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے قولاً یا عملاً ثابت ہو، اس کے کرنے سے دل میں تنگی محسوس کرنا بھی ضعفِ ایمان کی علامت ہے، مثلاً جہاں شریعت نے تیمّم کر کے نماز پڑھنے کی اجازت دی، وہاں تیمّم کرنے پر جس شخص کا دل راضی نہ ہو، وہ اس کو تقویٰ نہ سمجھے، بلکہ اپنے دل کا روگ سمجھے، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ کوئی متقی نہیں ہوسکتا۔ (۱)

=ما في " معارف القرآن " : مسئله : "جو شخص رسول اللہ ﷺ کو کسی طرح کی ایذا پہنچائے، آپ کی ذات یا صفات میں کوئی عیب نکالے، خواہ صراحۃً ہو یا کنایۃً وہ کافر ہوگیا، اوراس آیت کی رُو سے اُس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت دنیا میں بھی ہوگی اور آخرت میں بھی۔" (کذا قال القاضی ثناء اللہ فی التفسیر المظہری)۔

(۲۲۹/۷، سورۂ احزاب، آیت نمبر: ۵۷)

ما في " جامع الترمذي " : عن عبد الله بن مغفل قال : قال رسول الله ﷺ : " الله الله في أصحابي ، لا تتخذوهم غرضًا بعدي ، فمن أحبهم فبحبي أحبهم ، ومن أبغضهم فببغضي أبغضهم ، ومن آذاهم فقد آذاني ، ومن آذاني فقد آذى الله ، ومن آذى الله فيوشک أن يأخذه " . قال أبو عيسى : هذا حديث غريب لا نعرفه إلا من هذا الوجه .

(۲۹۶/۵، رقم : ۳۸۶۲ ، ط: دار احياء التراث العربي بيروت)

(معارف الفقہ :ص/ ۸، عقائد کے مسائل، معارف القرآن: ۲۲۹/۷)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿وما آتاكم الرسول فخذوه وما نهٰكم عنه فانتهوا﴾ .

(سورة الحشر : ۷)

ما في " روح المعاني " : وفي الكشاف : الأجود أن تكون عامة في كل ما أمر به ﷺ ونهى عنه . (۷۱/۱۵)

ما في " تفسير المظهري " : هذا أصل من أصول وجوب متابعته ولزوم طريقته وسيرته .=

مرتد شخص اہلِ کتاب میں شامل نہیں!

مسئلہ (۳): اگر کوئی مسلمان، معاذ اللہ! مُرتد ہوکر یہودی یا نصرانی بن جائے، تو وہ اہلِ کتاب میں داخل نہیں، بلکہ وہ مُرتد ہے، اُس کا ذبیحہ باجماعِ امت حرام ہے۔ (۱)

=(۳۰۴/۳)

ما في " صحيح البخاري " : قال النبي ﷺ : " إذا أمرتكم بشيء فافعلوه ما استطعتم ، وإذا نهيتكم عن شيء فانتهوا " . (۱۰۸۲/۲)

ما في " صحيح مسلم " : عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه قال : خطبنا رسول الله ﷺ : "......... فإذا أمرتكم بشيء فأتوا منه ما استطعتم ، وإذا نهيتكم عن شيء فدعوه " .

(۴۳۲/۱ ، كتاب الحج ، باب فرض الحج مرة في العمر ، رقم : ۱۳۳۷)

(معارف الفقہ :ص/ ۹، تیمّم کے مسائل، معارف القرآن:۴۶۲/۲)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الموسوعة الفقهية " : ذبيحة المرتدّ لا يجوز أكلها ؛ لأنه لا ملة له ، ولا يُقَرُّ على دين انتقل إليه ، حتى ولو كان دينَ أهل الكتاب .

(۲۰۱/۲۲ ، ردة ، ذبائح المرتد ، المبسوط للسرخسي :۱۰۴/۱۰ ، ط : دار المعرفة بيروت ، كتاب الأم للشافعي :۱۵۵/۲ ، ط : بولاق ، و:۳۳۱/۷ ، ط : بولاق)

(المغني لإبن قدامة : ۱۳/۹ ، ط : مكتبة القاهرة)

(الإنصاف للمرداوي : ۳۸۹/۱۰ ، ط : دار احياء التراث العربي)

(معارف الفقہ :ص/ ۸، عقائد کے مسائل، معارف القرآن:۵۹/۱)

سارے جہاں سے اچھا ہندوستاں ہمارا

مسئلہ (۴): علامہ اقبال مرحوم کے مشہور ترانہ کا مصرع- ''سارے جہاں سے اچھا ہندوستاں ہمارا''-اس کے بارے میں بعض حضرات کا خیال ہے کہ یہ مصرع اسلامی تصور کے خلاف ہے (یعنی نعوذ باللہ! سرزمینِ ہند مکہ مکرمہ ومدینہ طیبہ سے افضل اور مبارک ہے)، جب کہ کسی کلام کا معنی ومقصود متعین کرتے ہوئے ضروری ہے کہ صاحبِ کلام کی فکر اور اس کے خیالات کو بھی ملحوظ رکھا جائے ،اگر ایک شخص کا مومن وموحد ہونا معلوم ہو،اور وہ کوئی ایسی بات کہے جس کی دو تشریحات کی جاسکتی ہوں،ایک عقیدۂ توحید سے مطابقت رکھتی ہو،اور دوسری مشرکانہ فکر سے،تو اس کلام کی تشریح میں پہلی صورت کو ملحوظ رکھا جائے گا، اور اگر یہی بات کسی مشرک کی زبان سے نکلے،تو اس کلام کو مشرکانہ تصور کیا جائیگا۔ علامہ اقبال مرحوم نہایت ہی قابل اور راسخ العقیدہ مسلمان تھے،قرآن وحدیث کے ایک ایک حرف پر ایمان رکھتے تھے،آپ کے کلام کا ہر شعر اسلامی فکر کا نقیب ہے،قرآن وحدیث کی اصطلاحات سے آپ کا کلام پُر ہوتا ہے۔ نیز کسی جگہ کا افضل ہونا اور اچھا ہونا دونوں میں فرق ہے،افضل کا لفظ عموماً دینی اور روحانی فضیلت کے لیے بولا جاتا ہے،اور اچھا ہونا مادی اسباب ووُجوہ سے بھی ہوتا ہے، مثلاً کوئی کہے کہ: ہندوستان موسم کے اعتِدال،کھیتی باڑی کے لیے موزونیت اور ہر جگہ میٹھے پانی وغیرہ کی دستیابی کے اعتبار سے بمقابلہ جزیرۃ العرب کے زیادہ اچھا ہے،تو اس میں کوئی قباحت نہیں،علامہ اقبال کا مقصد بھی یقیناً یہی ہوگا، ورنہ

اگر روحانی فضیلت کے اعتبار سے کوئی ہندوستان (بلکہ دنیا کے کسی بھی ملک) کو ان مقاماتِ مقدسہ ومبارکہ سے افضل وبرتر سمجھے، تو اس کے بارے میں کفر کا اندیشہ ہے۔[۱]

مسلم عہدہ دار کا سرسوتی کی پوجا کرنا

مسئلہ(۵): آج کل دیکھا جارہا ہے کہ اعلیٰ عہدے پر فائز مسلمان آفیسروں کے ہاتھوں سرسوتی کی پوجا کرائی جاتی ہے، پوجا کے پتھر پر ناریل توڑوایا جاتا ہے، اور وہاں دیپ جلانے کو کہا جاتا ہے، جب کہ سرسوتی کی پوجا، پوجا کے پتھر پر ناریل توڑنا اور دیپ جلانا، مشرکانہ افعال ہیں[۲]، اور کسی بھی مسلمان کے لیے ایسا کرنا قطعاً درست نہیں[۳]، قانوناً بھی کسی مسلمان پر یہ بات لازم نہیں قرار دی جاسکتی، مسلمان عہدہ داروں کو چاہیے کہ وہ اس سے انکار کردیں، اور غیر مسلم بھائیوں کو سمجھائیں کہ یہ اُن کے ایمان وعقیدے کا مسئلہ ہے، جیسے ہم کسی غیر مسلم کو نماز پڑھنے پر مجبور نہیں کرتے، بلکہ اس کی خواہش بھی نہیں کرتے، اسی طرح ہمارے غیر مسلم بھائیوں کو بھی کسی مسلمان سے ایسا مطالبہ نہیں کرنا چاہیے۔[۴]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " قواعد الفقه " : " أمور المسلمين على السداد حتى يظهر غيره " . (ص/۶۳)

ما في " عقود رسم المفتي " : وكل قول جاء ينفي الكفرا ـــ عن مسلم ولو ضعيفًا أحرىٰ .

(ص/۱۴۵)

(کتاب الفتاویٰ: ۱/۳۱۴، ۳۱۵، سارے جہاں سے اچھا، ایمانیات)=

....

....

....

الحجة على ما قلنا :

=(۲) ما في " القرآن الكريم " : ﴿يٰبنيّ لا تشرك بالله إن الشرك لظلمٌ عظيمٌ﴾ .

(سورة لقمان :۱۳)

ما في " القرآن الكريم " : ﴿إنه من يشرك بالله فقد حرّم الله عليه الجنة ومأواه النار وما للظٰلمين من أنصار﴾ . (سورة المائدة : ۷۲)

ما في " مشكوة المصابيح " : عن معاذ رضي الله عنه قال : أوصاني رسول الله ﷺ بعشر كلمات، قال : " لا تشرك بالله شيئًا وإن قُتلتَ وحُرّقتَ ، ولا تُعقّن والديک وإن أمرک أن تخرج من أهلک ومالک ، ولا تترکنّ صلوة مكتوبة متعمدًا ، فإن من ترک صلوة مكتوبة متعمّدًا فقد برئت منه ذمة الله " . الحديث . رواه أحمد .

(ص/۱۸ ، كتاب الإيمان ، باب الكبائر وعلامات النفاق ، الفصل الثالث ، رقم : ۶۱)

(مسند أحمد :۱۶/۱۸۸ ، حديث معاذ بن جبل ، رقم :۲۱۹۷۴)

(۳) ما في" شرح الفقه الأكبر " : اعلم أن من أراد أن يكون مسلماً عند جميع طوائف الإسلام فعليه أن يتوب من جميع الآثام صغيرها وكبيرها ، سواء ما يتعلق بالأعمال الظاهرة أو بالأخلاق الباطنة ، ثم يجب عليه أن يحفظ نفسه في الأقوال والأفعال والأموال من الوقوع في الارتداد ، نعوذ بالله من ذلک ، فإنه مبطل للأعمال وسوء خاتمة المآل ، وإن قدر الله عليه وصدر عنه ما يوجب الردة فيتوب عنها ، ويجدد الشهادة لترجع له السعادة .

(ص/۱۶۱ ، بحث التوبة)

(۴) ما في " مشكوة المصابيح " : عن النواس بن سمعان قال : قال رسول الله ﷺ : " لا طاعة لمخلوق في معصية الخالق " . (ص/۳۲۱ ، كتاب الإمارة والقضاء ، الفصل الثاني ، رقم :۳۶۹۶ ، كشف الخفاء ومزيل الإلباس للعجلوني :۲/۳۳۳ ، حرف اللام ألف ، رقم :۳۰۷۴) (کتاب الفتاویٰ:۱/۳۴۵،۳۴۷،مسلم عہدیدار اور سرسوتی کی پوجا، پوجا کے پتھر پر ناریل پھوڑنا)

تحقیق " حُبُّ الْوَطَنِ مِنَ الإِیْمَانِ "

مسئلہ(٦): بعض حضرات جو قومیت ووطنیت کو مذہب سے بھی زیادہ اہم سمجھتے ہیں، وہ اپنے نظریۂ قومیت ووطنیت پر ایک زبان زدِ عام وخاص- غیر مستند وبے اصل روایت پیش کرتے ہیں:" حب الوطن من الإیمان " کہ وطن سے محبت کرنا یہ ایمان کا جز ہے(١)، جب کہ اکثر علماءِ حدیث، مثلاً: شیخ ملاعلی قاری، علامہ عجلونی، علامہ سیوطی، علامہ سخاوی اور علامہ طاہر پٹنی رحمہم اللہ وغیرہ نے اس روایت کو موضوع اور من گھڑت قرار دیا ہے، اوراس کے حدیث ہونے سے اپنی لاعلمی ظاہر کی ہے(٢)، لہٰذا یہ استدلال صحیح ودرست نہیں ہے، ہاں! البتہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ وطن سے محبت ہر فردِ بشر میں ایک فطری چیز ہے، جو ہر ہندوستانی مسلمان میں بھی پائی جاتی ہے، اور ہمیں اپنے ملک اوراس کے ذرّے ذرّے سے فطری محبت ہے، اب رہا نظریۂ قومیت، تو اسلامی نقطۂ نظر سے یہ کہا جاسکتا ہے کہ محبت ونصرت اور تعلق کی تمام تر اَساس وبنیاد اخوتِ ایمانی ہے، جیسا کہ ارشادِ خداوندی: ﴿اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ﴾(٣) اور ﴿اَلْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بعضهم أولیآء بعض﴾(٤) سے ثابت ہوتا ہے، رہی بات نظریۂ وطنیت وعلاقائیت کی تو وہ ایک عظیم فتنہ ہے، جس نے مسلمانوں کو وہ نقصان پہنچایا ہے کہ شاید ہی کسی اور چیز نے اِس درجے نقصان پہنچایا ہو، اس لیے اس نظریہ کو کمزور کرنے کی ضرورت ہے، نہ یہ کہ اس کی حوصلہ افزائی کی جائے۔

اللہ پاک ہمیں ہدایت عطا فرمائے۔ آمین!

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " موسوعة الرد على المذاهب الفكرية المعاصرة " : وإن أخطر ما في مثل هذه الدعوة أن بعض المسلمين يتحمس لها ويدافع عنها بحسن نية وسلامة مقصد ، بل وتجدهم يرددون ما يزعمون أنه حديث نبوي (حب الوطن من الإيمان) وهو حديث موضوع لا يجوز الاحتجاج به ولا الركون إليه . وأشير هنا إلى أن حب الوطن أمر غريزي جبلي لا يستطيع الإنسان أن ينكره أو ينفيه ، ولكن الخطر الداهم أن كثيرًا من دعاة الوطنية اتخذوه صنمًا يعبد من دون الله ، وتخلوا على مبادئهم الإسلامية باسم الوطنية (ومن الناس من يتخذ من دون الله أندادًا يحبونهم كحب الله) . [البقرة :۱۶۵] .

(۸۱/۳۹ ، من القومية إلى الوطنية ، جمع وإعداد : علي بن نايف الشحود، و: ۱۷۴/۳۹ ، ثقافة التلبيس ، و: ۷/۴۹ ، الإسلام والوطنية المزعومة)

(۲) ما في " أسنى المطالب في أحاديث مختلفة المراتب " : حديث " حب الوطن من الإيمان" حديث موضوع . (۱۲۳/۱، رقم :۵۵۱ ، م : محمد بن درويش بن محمد الحوت، ط : دار الكتب العلمية بيروت)

ما في " الدرر المنتثرة في الأحاديث المشتهرة " : (حديث) " حب الوطن من الإيمان " لم أقف عليه . (۱۹۷/۱ ، م : جلال الدين عبد الرحمن بن أبي بكر السيوطي)

ما في " المقاصد الحسنة في بيان كثير من الأحاديث المشتهرة على الألسنة " : حديث (حب الوطن من الإيمان) لم أقف عليه .

(۲۹۷/۱ ، رقم : ۳۸۶ ، م : عبد الرحمن السخاوي ، ط : دار الكتاب العربي بيروت)

ما في " كشف الخفاء ومزيل الإلباس عما اشتهر من الأحاديث على ألسنة الناس " : (حب الوطن من الإيمان) قال الصغاني : موضوع . وقال في المقاصد : لم أقف عليه . (۳۴۵/۱ ، م : إسماعيل بن محمد الجراحي العجلوني ، ط : دار احياء التراث العربي بيروت ، موضوعات الصغاني : ۲/۱ ، م: الرضي الصغاني ، اللؤلؤ المرصوع : ۷۲/۱ ، حرف الحاء ، رقم :۱۷۰، م : محمد بن خليل بن إبراهيم المشيشي الطرابلسي ، ط : دار البشائر الإسلامية بيروت ، المصنوع في معرفة الحديث الموضوع : ۹۱/۱ ، م : علي بن سلطان=

''وندے ماترم'' کہنے کا شرعی حکم

مسئلہ(۷): بدقسمتی سے اس وقت ہندوستان پر بتدریج فرقہ پرستی کا غلبہ ہوتا جارہا ہے، فرقہ پرست سیاسی جماعتیں برسرِاقتدار ہیں، اورانہوں نے بعض ریاستوں میں ایک ایسے ترانہ کو پڑھنا لازم کردیا ہے، جو مشرکانہ تصوُّر پر مبنی ہے، اس سے مراد ''وندے ماترم'' ہے، یہ سنسکرت زبان کا فقرہ ہے، اس کے معنی یہ ہے کہ- ''میں اپنے مادرِ وطن کا پرستار ہوں، اوراس کی عبادت کرتا ہوں'' - حب الوطنی بری چیز نہیں ہے، اوراگر انصاف کے دائرہ میں ہو، تو اسلام بھی اسے پسند کرتا ہے، کیوں کہ یہ ایک فطری جذبہ ہے، اورخدا ہی کی طرف سے ہر انسان کے اندر ودیعت ہے، لیکن اسلام میں خدا کے سوا کسی کی پرستش نہیں کی جاسکتی، اور بندگی صرف خدا کے لیے ہے، اس لیے اسلامی نقطۂ نظر سے اس طرح کے اشعار کا پڑھنا اوران کو قبول کرنا قطعاً جائز نہیں ہے۔(۱)

= الهروي القاري ، ط : مكتب المطبوعات الإسلامية بيروت)

(۳) (سورة الحجرات : الآية/ ۱۰) (۴) (سورة التوبة : الآية/ ۷۱)

(مستفاد: کتاب الفتاویٰ: ۱/ ۳۱۵، ۳۱۶، وطن کی محبت ایمان سے ہے کی تحقیق)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿قل يآ ايها الكٰفرونo لا اعبد ما تعبدون o ولا انتم عٰبدون ما اعبد o ولا انا عابد ما عبدتم o ولا انتم عٰبدون ما اعبدo لكم دينكم ولي دينo﴾ .

(سورة الكافرون : ۱ – ۶)

ما في " تفسير السمرقندي " : قوله تعالى : ﴿ولا انا عابد ما عبدتم﴾ يعني لست أنا في الحال عابدًا لأصنامكم وما كنت عابدا لها قبل هذا ؛ لأني علمت مضرة عبادتها =

....

....

....

....

....

=............ ﴿لكم دينكم ولي دين﴾ .... وأنا أثبت على ديني الذي أكرمني الله تعالى به .... وإنما عليه أن يحفظ مذهبه وطريقه ويتركهم على مذهبهم وطريقهم . وقال الحسن : سمعت شيخًا يحدث قال : بينما أسير مع النبي – ﷺ – فسمع رجلا يقرأ ﴿قل يا أيها الكٰفرون﴾ فقال : أما هذا فقد برئ من الشرک . وسمع رجلا يقرأ ﴿قل هو الله أحد﴾ فقال : أما هذا فقد غفر الله تعالى له . والله أعلم . (۳/ ۵۲۰ ، ۵۲۱ ، سورة الكافرون)

ما في " القرآن الكريم " : ﴿قل هو الله أحد ٥ الله الصمد ٥ لم يلد ولم يولد ٥ ولم يكن له كفوًا احد ٥﴾ . (سورة الإخلاص : ۱ – ۴)

ما في " تفسير السمرقندي " : (قل هو اللّٰ احد﴾ يعني قل يا محمد للكفار ! إن ربي الذي أعبده (هو الله احد) يعني فرد لا نظير له ، ولا شبيه له ، ولا شريک له ، ولا معين له .

(۳/ ۵۲۵ ، سورة الإخلاص)

ما في " فتاوى محمودية " : ''اول تو یہ ترجمہ اصل ترانہ کے انگریزی ترجمہ کا ترجمہ ہے، جب تک اصل الفاظ ترانہ کے سامنے نہ ہوں، کوئی قطعی وحتمی بات نہیں کہی جاسکتی، پیش نظر ترجمہ کے الفاظ کا جہاں تک تعلق ہے، دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ترانہ محض سیاسی انداز کا نہیں ہے، بلکہ اس میں مذہبی رنگ غالب ہے، اور غیر متوازن وغیر معتدل محبت وعقیدت کا حامل جو اسلامی عقائد کے نظریات سے میل نہیں کھاتا، بلکہ متصادم ہے، اور اسلام جو مزاج بنانا چاہتا ہے، اس کے خلاف ہے، اور بعض جملے موہم شرک بھی ہیں، اس لیے مسلمانوں کو ان اسے اجتناب وپرہیز لازم ہے، بلکہ مسلمانوں کو چاہیے کہ حکومت کی طرف سے مسلمانوں کو اس سے قانوناً وعملاً مستثنی کرائیں۔''

(فتاویٰ محمودیہ: ۲۴/ ۴۲۶، ۴۲۷، وندے ماترم اور ترانہ، باب الموالات مع الکفار والفسقۃ، ط: کراچی، جدید فقہی مسائل: ۱/ ۳۱۵، متفرقات، وندے ماترم، ط: زمزم، کفایت المفتی: ۹/ ۲۸۵، ۲۸۶، کتاب السیاسیات، فصل چہارم، قومی ترانہ اور قومی نعرہ، مسلمان بچوں سے ہندوؤں کا گیت گانے پر احتجاج کیا جائے، ط: دارالاشاعت کراچی)

قومی پرچم کوسلامی اور قومی ترانہ

مسئلہ (۸): ہندوستان میں یومِ آزادی (۱۵/اگست) اور یومِ جمہوریہ (۲۶/جنوری) کو پرچم کشائی کے موقع پر، ہر اسکول وکالج میں جب ''جن گن من'' یا ''جھنڈا اونچا رہے ہمارا'' گیت گایا جاتا ہے، تو سب اُسے سلامی دیتے ہیں، شرعاً یہ عمل جائز ہے، کیوں کہ کسی بھی ملک کا جھنڈا اور پرچم اس ملک کی عزت، بلندی، اور شان کا نشان ہوتا ہے، ہمارے ملکِ عزیز؛ ہندوستان کا بھی ایک پرچم ہے، جو انہی چیزوں کی علامت ونشانی ہے، ۱۵/اگست یا ۲۶/جنوری کو پرچم کشائی کے موقع پر وطنِ عزیز؛ ہندوستان کے تمام اسکولوں، کالجوں اور مدارس کے طلبہ واساتذہ اور دیگر محکموں کے افسران وملازمین اسے اپنے ہاتھ کے اشارے سے جو سلامی دیتے ہیں، یہ عمل محض عرفی طریقہ پر اس کا احترام ہے، اس میں اس کی عبادت وتعظیم کا کوئی پہلو نہیں ہے، اور نہ ہی کوئی مسلم اس کا یہ احترام اس نیت سے کرتا ہے کہ وہ قابلِ تعظیم وعبادت ہے، کیوں کہ اس کا عقیدہ ہے کہ لائق عبادت وتعظیم صرف اللہ کی ذات ہے، اس لیے شرعاً یہ عمل جائز ہے۔ (۱)

والحجة على ما قلنا :

(۱) ما في '' القرآن الكريم '' : ﴿إياك نعبد وإياك نستعين﴾ . (سورة الفاتحة : ۴)

ما في '' صحيح البخاري '' : عن ابن عمر رضي الله عنهما قال : قال رسول الله ﷺ : ''بني الإسلام على خمس : شهادة أن لا إله إلا الله ، وأن محمدًا رسول الله ، وإقام الصلاة ، وإيتاء الزكوة ، والحج وصوم رمضان '' .

(۱/۶ ، كتاب الإيمان ، باب قول النبي ﷺ: بني الإسلام الخ)=

قمر درعقرب والی تاریخ کو منحوس سمجھنا اور شادی نہ کرنا

مسئلہ(۹): ''قمر درعقرب''، یعنی شمسی نظام میں چاند جب دائرۂ عقرب میں آجاتا ہے، تو اسے نجومی لوگ ''قمر درعقرب'' کہتے ہیں، اور اسے منحوس سمجھتے ہیں۔ آج کل بعض علاقوں میں شادی کی تاریخ طے کرتے وقت لوگوں کا یہ خیال ہوتا ہے کہ اسلامی اُردو کیلنڈر میں جس تاریخ پر ''قمر درعقرب''[☆] لکھا ہوا ہوتا ہے، وہ تاریخ نجومیوں کے گمان کے مطابق منحوس ہوتی ہے، اس لیے اس دن میں شادی نہیں رکھنی چاہیے، اُن کا یہ خیال شرعاً غلط ہے، کیوں کہ شریعت میں اس کی کوئی اصل نہیں ہے، اللہ تعالیٰ نے کسی بھی وقت کو منحوس نہیں بنایا، یہ وہم اور کافروں ومشرکوں کے خیالات ہیں، جس کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سخت الفاظ میں تردید فرمائی ہے، اس لیے ایسا عقیدہ نہیں رکھنا چاہیے۔ (۱)

=ما في " موسوعة الفتاوى " : التشبه بالكفار ممنوع ، والضابط فيها أن يقوم الإنسان بشيء يختص به الكفار ، بحيث يظن من رآه أنه من الكفار ، وأما ما انتشر بين المسلمين ولا يتميز به الكفار ، فإنه لا يكون تشبهاً وإن كان أصله ماخوذا من الكفار . (بحواله اسلام ويب)

ما في " القواعد الفقهية " : الأصل أن تزول الأحكام بزوال عللها . (ص/١٧٦)

(القواعد الفقهية لعلي أحمد الندوي :ص/١٧٠ ، أصول الشاشي :ص/٤٦ ، ٤٧)

ما في " الأشباه والنظائر لإبن نجيم " : الأمور بمقاصدها . (١/١١٣)

(کفایت المفتی:۹/۳۷۸، فتاویٰ رحیمیہ:۱۰/۱۸۰، کتاب الفتاویٰ:۱/۲۸۲، المسائل المہمۃ فیما ابتلت بہ العامۃ: ۳/۲۹۹، ۳۰۰، مسئلہ نمبر:۲۳۲، طبع دوم، و:۹/۳۵۱، ۳۵۲، قومی پرچم کوسلامی دینا، مسئلہ نمبر:۲۱۷، طبع اول)

(فتاویٰ دینیہ:۱/۸۵، کتاب العقائد، جھنڈے کوسلامی دینا اور راشٹری گیت گانا)

الحجة على ما قلنا :=

....

....

=[☆] ''قمر درعقرب'': چاند کا بُرج عقرب میں جانے کا وقت جو منحوس سمجھا جاتا ہے۔

(حسن اللغات:ص/ ۶۴۸،ق۔م،ط:اعتقاد پبلشنگ ہاؤس دہلی)

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿قل لن يصيبنآ إلاّ ما كتب الله لنا هو مولٰنا وعلى الله فليتوكل المؤمنون﴾. (سورة التوبة : ۵۱)

ما في " روح المعاني " : أي لن يصيبنا إلا ما خط الله لأجلنا في اللوح ولا يتغير بموافقتكم ومخالفتكم ، فتدل الآية على أن الحوادث كلها بقضاء الله تعالى . (۱۶۶/۶)

ما في " القرآن الكريم " : ﴿وما تشآء ون إلآ أن يشآء الله﴾ . (سورة الدهر : ۳۰) وقوله تعالى : ﴿وما تشآء ون إلآ أن يشآء الله ربُّ العٰلمين﴾ . (سورة التكوير : ۲۹)

ما في " الإبانة عن أصول الديانة " : فأخبر تعالى : إنا لا نشاء شيئا إلا قد شاء الله أن يشاءه .... أجمع عليه المسلمون من أن ما شاء الله كان ، وما لم يشأ لم يكن وردا لقول الله عزّ وجلّ ﴿وما تشآء ون إلآ ان يشآء الله﴾ . (ص/۱۲)

ما في " مرقاة المفاتيح " : من اعتقد أن شيئاً سوى الله ينفع أو يضر بالاستقلال فقد أشرک أي شرکاً جلياً . (۳۹۸/۸ ، رقم : ۴۵۸۷)

ما في " القول المفيد على كتاب التوحيد " : وأما النوع الثاني : فالشرک في الربوبية ، فإن الرب سبحانه هو المالک المدبر المعطي المانع النافع الضار الخافض الرافع المعز المذل ، فمن شهد أن المعطي أو المانع أو الضار أو النافع أو المعز أو المذل غيره فقد أشرک بربوبيته .... قوله ﷺ لإبن عباس رضي الله عنهما : " واعلم أن الأمة لو اجتمعوا على أن ينفعوک لم ينفعوک إلا بشيء قد كتبه الله لک ". فهذا يدل على أنه لا ينفع في الحقيقة إلا الله ولا يضرّ غيره . (۱۲/۱ ، تعريف التوحيد وأقسامه)

ما في " الموسوعة الفقهية " : وكان القفّال يقول : فإن الأمور كلها بيد الله ، يقضي فيها ما يشاء ، ويحكم ما يريد ، لا مؤخر لما قدّم ولا مقدّم لما أخّر . اهـ .

(۲۰۳/۱۹ ، خطبة ، خامسًا – الخُطبة قبل الخِطبة)

(فتاویٰ دینیہ :۱/ ۱۶۹،قمر درعقرب کے وقت شادی نہ کرنا،ایسا عقیدہ رکھنا کیسا ہے؟)

بڑوں بزرگوں کو ''حضرت'' یا ''مولانا'' کہنا

مسئلہ (۱۰): بعض لوگوں کا یہ خیال ہے کہ بڑوں اور بزرگوں کے لیے ''حضرت'' یا ''مولانا'' جیسے الفاظ کا استعمال شرک ہے، اُن کا یہ خیال غلط ہے، صحیح بات یہ ہے کہ ''حضرت'' یا ''مولانا'' اعزازی لقب کے طور پر استعمال ہوتا ہے، اس میں شرعاً کوئی حرج نہیں، اس لیے کہ ایک لفظ کے مختلف معانی ہوتے ہیں، موقع اور محل کے اعتبار سے مرادی معنی کی تعیین ہوتی ہے، مثلاً: لفظِ ''مولیٰ'' کے عربی اور اُردو لغت میں آقا، سردار، جناب، سلطان، آزاد کردہ غلام۔ اور لفظِ ''حضرت'' کے جناب، حضور، تعظیم وعزت کا لقب وغیرہ بہت سے معانی لکھے ہیں [۱]، اور حدیث میں بھی لفظ ''مولانا'' غیر اللہ کے لیے استعمال ہوا ہے، چنانچہ صحیح بخاری میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زید کو '' أنت أخونا ومولانا '' [۲] فرمایا، نیز ابن ماجہ وغیرہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ جملہ ثابت ہے: ''مَنْ كُنْتُ مَوْلاهُ فَعَلِيٌّ مَوْلاهُ''. [۳]

لہٰذا بڑوں بزرگوں کو ''حضرت'' یا ''مولانا'' کہنا جائز ودرست ہے۔

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في '' القرآن الكريم '' : ﴿أنت مولٰنا﴾ . (سورة البقرة : ۲۸۶)

ما في '' روح المعاني '' : ﴿أنت مولٰنا﴾ أي مالكنا وسيدنا ، وجوز أن يكون بمعنى متولي الأمر وأصله مصدر أريد به الفاعل . (۱۱۵/۳)

ما في '' مرقاة المفاتيح '' : المولى يقع على جماعة كثيرة كالرب والمالك والسيد=

....

....

....

....

....

....

....

....

....

= والناصر والمعتق والمحب والجار .... وأكثرها قد جاء ت في الأحاديث فيضاف كل واحد إلى ما يقتضيه الحديث الوارد فيه . (۱۱/۲۴۷)

ما في " فيروز اللغات " : حضرت (حض - رَت) ۔۔۔ قُرب، نزدیکی، درگاہ، جناب، حضور، قبلہ، تعظیم وعزت کا لقب۔ (ص/۵۷۰، ح-ض)

(۲) ما في " صحيح البخاري " : وقال البراء ، عن النبي ﷺ : " أنت أخونا ومولانا " .

(۱/۵۲۸ ، باب مناقب زيد بن حارثة مولى النبي ﷺ)

وفي رواية : وقال لزيد : " أنت أخونا ومولانا " .

(صحيح البخاري : رقم : ۲۶۹۹ ، كتاب الصلح ، قبيل باب الصلح مع المشركين)

(۳) ما في " مرقاة المفاتيح " : عن رباح بن الحارث قال : جاء رهط إلى علي بالرحبة فقالوا : " السلام عليك يا مولانا " . فقال : كيف أكون مولاكم وأنتم عرب ؟ قالوا : سمعنا رسول الله ﷺ يقول : " من كنت مولاه فعلي مولاه " . (۱۱/۲۵۸ ، جامع الترمذي : ۵/۶۳۳ ، رقم : ۳۷۱۳ ، باب مناقب علي بن أبي طالب ، ط : احياء التراث العربي)

(چند اہم عصری مسائل: ۲/۱۲۳، ۱۲۴، کیا بڑوں، بزرگوں کے لیے حضرت یا مولانا کہنا شرک ہے؟ المسائل المهمة فيما ابتلت به العامة: ۳/۲۹، ۳۰، علماء کے لیے لفظ "مولانا" کا استعمال، کتاب العقائد، مسئلہ نمبر: ۴، طبع دوم)

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ کا یومِ وفات

مسئلہ (۱۱): ماہِ ربیع الآخر قمری سال کا چوتھا مہینہ ہے، اس مہینے سے متعلق اسلامی شریعت نے کوئی خاص حکم نافذ نہیں کیا، البتہ اس موقع پر برصغیر میں ایک عمل بہت رَواج پا گیا ہے، جسے شیخ عبدالقادر جیلانی علیہ الرحمہ کی جانب منسوب کیا جاتا ہے، اور وہ ہے ''گیارہویں شریف''۔ شیخ عبدالقادر جیلانی علیہ الرحمہ چھٹی صدی میں پیدا ہوئے، ظاہر ہے کہ اس سے پہلے اسلام کی پانچ صدیوں میں گیارہویں شریف کی رسم یا تقریب کہیں نہ تھی، آپ کے بعد یہ کب جاری ہوئی، اس کی تاریخی حقیقت کے بارے میں کوئی مستند حوالہ نہیں ہے۔ بے شک حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی علیہ الرحمہ ایک بڑے بزرگ ہیں، جن کی عظمت ومحبت ایمان کی علامت ہے، اور بے ادبی وگستاخی کرنا گمراہی کی دلیل ہے، لیکن ایک ولی کا یومِ وفات منانے کا کیا مطلب؟ ویسے بھی ہر عظیم شخصیت کا دن منانا، ممکن نہیں، کیوں کہ مراتب ودرجات کا لحاظ کرکے سب سے پہلے حضرات انبیائے کرام علیہم السلام اور صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین ہزاروں کی تعداد میں ہیں، اور سال کے کل ایام تین سو چون (۳۵۴) یا تین سو ساٹھ (۳۶۰) ہیں، تو سب کے ایامِ وفات منانے کے لیے مزید دن کہاں سے لائیں گے، اور انبیائے کرام وصحابۂ کرام کو چھوڑ کر ان سے کم درجے والے بزرگوں کے دن منائے جائیں، تو یہ انبیاء علیہم السلام وصحابۂ کرام کے مراتب میں رخنہ اندازی ہے۔ نیز شیخ عبدالقادر جیلانی علیہ الرحمہ کی تاریخِ وفات میں بڑا

اختلاف ہے، ''تفریح الخاطر فی مناقب الشیخ عبدالقادر جیلانی'' میں آٹھ اقوال بیان کیے گئے ہیں: ساتویں، آٹھویں، نویں، دسویں، گیارہویں اور سترہویں ربیع الاول، اوراس کے بعد لکھا ہے کہ صحیح دسویں ربیع الاول ہے، اس اختلاف سے معلوم ہوا کہ حضرت شیخ کے خلفاء ومریدین اور متبعین نے بھی آپ کی تاریخ وفات اور دن وماہ کی تعیین کے ساتھ برسی اور یومِ وفات منانے کا اہتمام نہیں کیا ہے، ورنہ تاریخ وفات میں اتنا شدید اختلاف نہ ہوتا۔ اور حضرت شیخ علیہ الرحمہ خود فرماتے ہیں: اپنے آقا کی خوش نودی سے محروم ہے وہ شخص جو اس پر تو عمل نہ کرے جس کا اسے حکم دیا گیا ہے، اوراس میں مشغول رہے جس کا حکم نہیں دیا گیا، یہی اصل محرومی ہے [۱]، لہٰذا مسلمانوں کو اس طرح کی بدعات ورسومات سے پرہیز کرنا چاہیے۔ [۲]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الفتح الرباني " : المحروم رضا مولاه من لم يعمل بما أمر واشتغل بما لم يؤمر به ، هذا هو الحرمان بعينه ، والموت بعينه ، والطرد بعينه .

(ص/۴۰۰ ، م ۶۰۰ ، بحوالہ فتاویٰ رحیمیہ :۲/۷۶،۷۷، گیارہویں منانا چہ حکم دارد؟ کتاب السنة والبدعة)

(۲) ما في " صحيح البخاري " : عن عائشة رضي الله عنها قالت : قال رسول الله ﷺ : " من أحدث في أمرنا هذا ما ليس فيه فهو ردٌّ " . (۱/۳۷۱ ، كتاب الصلح ، باب إذا اصطلحوا – الخ ، رقم : ۲۶۹۷ ، صحيح مسلم :۲/۷۷ ، كتاب الأقضية ، سنن أبي داود : ص/۶۳۵ ، كتاب السنة ، باب في لزوم السنة ، رقم :۴۶۲۲ ، سنن ابن ماجة :ص/۱۳ ، مشكوة المصابيح : ص/۲۷ ، باب الاعتصام بالكتاب والسنة ، الفصل الأول)

ما في " بذل المجهود " : سواء كان في العمل أو الاعتقاد فهو مردود .

(۱۳/۳۳ ، رقم : ۴۶۲۲)

ما في " رد المحتار " : البدعة ما أحدث على خلاف الحق المتلقى عن رسول الله ﷺ =

گیارہ ربیع الآخر کو چراغاں یا روشنی کرنا

مسئلہ (۱۲): گیارہ ربیع الآخر کو چراغاں یا روشنی کرنا، بالکل ناجائز اور بدعت ہے، اور دیوالی کی پوری نقل ہے[1]، مساجد میں بھی نمازیوں کی ضرورت سے زیادہ رسماً ورَواجاً روشنی کرنا، اِسراف وحرام ہے، اگر متولی مسجد کے مال میں سے ایسا کرے گا، تو اس کو اس کا تاوان دینا ہوگا، شب برأت، شب قدر اور دیگر راتوں کا بھی یہی حکم ہے۔[2]

=من علم أو عمل أو حال بنوع شبهة واستحسان ، وجعل ديناً قويماً وصراطاً مستقيمًا .

(۲۵۶/۲ ، مطلب البدعة خمسة أقسام)

ما في " كتاب التعريفات للجرجاني " : البدعة : هي الأمر المحدث الذي لم يكن عليه الصحابة والتابعون ولم يكن مما اقتضاه الدليل الشرعي . (ص/۴۷)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " صحيح البخاري " : عن عائشة رضي الله عنها قالت : قال رسول الله ﷺ : " من أحدث في أمرنا هذا ما ليس فيه فهو ردٌّ " . (۳۷۱/۱ ، كتاب الصلح ، باب إذا اصطلحوا – الخ ، رقم : ۲۶۹۷ ، صحيح مسلم :۷۷/۲ ، كتاب الأقضية ، سنن أبي داود : ص/۶۳۵ ، كتاب السنة ، باب في لزوم السنة ، رقم :۴۶۲۲ ، سنن ابن ماجة :ص/۱۳ ، مشكوة المصابيح : ص/۲۷ ، باب الاعتصام بالكتاب والسنة ، الفصل الأول)

ما في " بذل المجهود " : سواء كان في العمل أو الاعتقاد فهو مردود .

(۳۳/۱۳ ، رقم : ۴۶۲۲)

ما في " رد المحتار " : البدعة ما أحدث على خلاف الحق المتلقى عن رسول الله ﷺ من علم أو عمل أو حال بنوع شبهة واستحسان ، وجعل ديناً قويماً وصراطاً مستقيمًا .

(۲۵۶/۲ ، مطلب البدعة خمسة أقسام)=

....

....

....

....

....

....

....

....

....

....

....

=ما في " كتاب التعريفات للجرجاني " : البدعة : هي الأمر المحدث الذي لم يكن عليه الصحابة والتابعون ولم يكن مما اقتضاه الدليل الشرعي . (ص/۴۷)

(۲) ما في " مجالس الأبرار " : إن سراج السرج الكثيرة ليلة البراء ة في السكك والأسواق بدعة ، وكذا في المساجد ويضمن القيم بل لو ذكره الواقف وشرطه لا يعتبر ذلك الشرط شرعًا ، وإن لم يكن من مال الوقف بل تبرع به يكون ذلك تبذيرًا وإضاعة المال والتبذير حرام بنص القرآن. (ص/۱۶۵ ، م۲۴ ، بحوالہ فتاویٰ رحیمیہ :۲/۷۷، گیارہویں کو روشنی وچراغاں کرنے کا کیا حکم ہے؟ کتاب السنۃ والبدعۃ)

ما في " فتاوى حامديه " : وصرح أئمتنا الأعلام رحمهم الله بأنه لا يجوز أن يزاد على سراج المسجد ، سواء كان في شهر رمضان أو غيره ؛ لأن فيه إسرافا كما في الذخيرة .

(۲/۳۷۸ ، بحوالہ فتاویٰ رحیمیہ)

مخصوص طریقے پر ایصالِ ثواب کی مجلس

مسئلہ (۱۳): بعض علاقوں میں ایک رسم ہے کہ اگر کسی کے گھر میں کوئی انتقال کر جائے، تو مرحوم کو ایصالِ ثواب کی غرض سے اس کی تدفین کے اگلے روز، یا تین دن کے بعد قرآن خوانی کی مجلس منعقد کی جاتی ہے، اس میں قرآن کریم کی تلاوت اور دیگر دعاؤں اور وظائف کا اہتمام کیا جاتا ہے، کچھ دعا اور وظائف کھانے پینے کی چیزوں (مثلاً: چنے، پھل فروٹ وغیرہ) پر پڑھے جاتے ہیں، پھر انہیں لوگوں میں تقسیم کیا جاتا ہے، تو اس سلسلے میں یہ بات یاد رکھیں کہ مرحوم کے لیے ایصالِ ثواب تو صحیح اور ثابت ہے، لیکن اس کے لیے کوئی دن، تاریخ اور طریقہ لازم و متعین نہیں ہے، میت کی تدفین کے بعد اگلے روز یا اس کے علاوہ دن میں اجتماعی قرآن خوانی کا اہتمام کرنا، اوراس کے لیے باضابطہ مجلس منعقد کرنا اور کھانے پینے کی چیز پر دعا اور وظیفہ پڑھنے کے بعد اسے تقسیم کرنا وغیرہ، مکروہ اور ناپسندیدہ طریقہ ہے[1]، ہاں! دن و تاریخ کی تعیین و تخصیص کے بغیر اور کسی غیر ثابت شدہ ہیئت کے التزام کے بغیر انفرادی طور پر، جب اور جس قدر ہو سکے، تلاوتِ قرآن کرکے، یا نفلی نمازیں پڑھ کر، یا صدقہ خیرات کرکے، یا کسی بھی کارِ خیر کے ذریعے میت کو ثواب پہنچایا جا سکتا ہے۔ اور جس چنے وغیرہ پر وظیفہ وغیرہ پڑھا گیا، اس کا کھانا، ناجائز نہیں ہے۔[2]

الحجة علی ما قلنا : =

....

....

....

....

....

....

=(۱) ما في " صحيح البخاري " : عن عائشة رضي الله عنها قالت : قال رسول الله ﷺ : " من أحدث في أمرنا هذا ما ليس فيه فهو ردٌّ " . (۱/۳۷۱ ، كتاب الصلح ، باب إذا اصطلحوا – الخ ، رقم : ۲۶۹۷ ، صحيح مسلم : ۲/۷۷ ، كتاب الأقضية ، سنن أبي داود : ص/۶۳۵ ، كتاب السنة ، باب في لزوم السنة ، رقم : ۴۶۲۲ ، سنن ابن ماجة : ص/۱۳ ، مشكوة المصابيح : ص/۲۷ ، باب الاعتصام بالكتاب والسنة ، الفصل الأول)

ما في " بذل المجهود " : سواء كان في العمل أو الاعتقاد فهو مردود .

(۱۳/۳۳ ، رقم : ۴۶۲۲)

ما في " رد المحتار " : البدعة ما أحدث على خلاف الحق المتلقى عن رسول الله ﷺ من علم أو عمل أو حال بنوع شبهة واستحسان ، وجعل ديناً قويماً وصراطاً مستقيمًا .

(۲/۲۵۶ ، مطلب البدعة خمسة أقسام)

ما في " كتاب التعريفات للجرجاني " : البدعة : هي الأمر المحدث الذي لم يكن عليه الصحابة والتابعون ولم يكن مما اقتضاه الدليل الشرعي . (ص/۴۷)

(۲) ما في " حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح " : فللإنسان أن يجعل ثواب عمله لغيره عند أهل السنة والجماعة ، صلاة كان أو صومًا أو حجًّا أو صدقة أو قراء ة للقرآن أو الأذكار أو غير ذلک من أنواع البر ، ويصل ذلک إلى الميت وينفعه .

(ص/۶۲۱ ، ۶۲۲ ، فصل في زيارة القبور ، رد المحتار : ۴/۱۰ ، مطلب في إهداء ثواب الأعمال للغير ، البحر الرائق : ۳/۱۰۵ ، باب الحج عن الغير)

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند، رقم الفتویٰ: ۱۴۶۱۷۷)

''نماز بخشوانے گئے روزے گلے پڑ گئے'' کہنا

مسئلہ (۱۴): بعض افراد؛ دورانِ گفتگو ضرب المثل (کہاوت) کے طور پر ایسی مثال دیتے ہیں جو کہ ایک مسلمان کو نہیں کہنی چاہیے، مثلاً: ''گئے تھے نماز بخشوانے روزے گلے پڑ گئے''[۱] (یعنی ایک کام سے عذر کیا دوسرا کام اور سپرد ہوگیا/ اُلٹے لینے کے دینے پڑے)۔ اس طرح کے محاورے میں اگرچہ نماز روزے کی توہین مقصود نہیں ہوتی[۲]، مگر پھر بھی ایسی مثال نہیں دینی چاہیے، اور مسلمانوں کو اس طرح کی کہاوتوں کے استعمال سے احتیاط کرنا چاہیے۔[۳]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " فيروز اللغات " : ''گئے تھے روزے بخشوانے نماز گلے پڑی''۔''گئے تھے نماز بخشوانے روزے گلے پڑے''۔[مثل- ایک کام سے عذر کیا دوسرا کام اور سپرد ہوگیا۔ اُلٹے لینے کے دینے پڑے۔] .

(ص/۱۱۳۶، ط : فيروز سنز لاهور)

(۲) ما في " الأشباه والنظائر لإبن نجيم " : الأمور بمقاصدها .

(۱/۱۱۳، كذا في قواعد الفقه :ص/۶۲ ، قاعدة : ۵۱)

(۳) ما في " الموسوعة الفقهية " : ومن معاني الاحتياط لغة : الأخذ في الأمور بالأحزم والأوثق وبمعنى المحاذرة ، ومنه القول السائر : أوسط الرأي الاحتياط ، وبمعنى الاحتراز من الخطأ واتقائه . (۲/۱۰۰)

(مستفاد: آپ کے مسائل اور اُن کا حل: ۸/۴۹۴، ۴۹۵، ضرب المثل میں ''نماز بخشوانے گئے روزے گلے پڑے'' کہنا، ط: جدید ایڈیشن)

عیسوی تاریخ کے ساتھ اے ڈی (AD) لکھنا

مسئلہ (۱۵): انگریز مصنفین اپنے عقیدہ کے مطابق عیسوی سال کے ساتھ ''اے ڈی/ AD'' یعنی؛ ''آفٹر ڈیتھ آف کرائسٹ'' (Ofter Deth Of Christ/حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات کے بعد) لکھتے ہیں، بدقسمتی سے جہاں ہم دیگر معاملات میں انگریزوں کی اندھی تقلید کر رہے ہیں، اسی طرح ہمارے مسلمان مصنفین بھی جب عیسوی تاریخ لکھتے ہیں، تو ساتھ میں ''اے ڈی/AD'' لکھتے ہیں، جب کہ اُن کے اِس عمل سے عیسائیوں کے عقیدے؛ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو قتل کیا گیا، کی تائید ہوتی ہے، حالانکہ مسلمانوں کا یہ عقیدہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو صلیب پر نہیں چڑھایا گیا، بلکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اُٹھا کر آسمان میں بسایا ہے، ارشادِ خداوندی ہے: ﴿وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ .... وَمَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًا بَّلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ إِلَيْهِ﴾. ''یہودیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو قتل نہیں کیا، نہ صلیب پر چڑھایا، بلکہ اللہ تعالیٰ نے اُن کو آسمان پر اُٹھالیا''[۱]۔ لہٰذا ایسے الفاظ جن سے عیسائی عقیدے کی تائید ہوتی ہو، اُن کا استعمال جائز نہیں ہے، مسلمان مصنفوں کو اس سے احتراز واحتیاط کرنا چاہیے۔[۲]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿وقولهم إنا قتلنا المسيح عيسى بن مريم رسول الله وما قتلوه وما صلبوه ولكن شبه لهم وإن الذين اختلفوا فيه لفي شك منه ما لهم به من علم الا =

....

....

....

....

....

....

....

....

=اتباع الظن وما قتلوه يقينًا O بل رفعه اللّٰه اليه وكان اللّٰه عزيزًا حكيمًاO﴾ .

(سورة النساء :۱۵۷، ۱۵۸)

ما في " التفسير السمرقندي " : ﴿وقولهم إنا قتلنا المسيح عيسى بن مريم رسول اللّٰه﴾ هذا قول اللّٰه ، لا قول اليهود ، وقول اليهود : إنا قتلنا المسيح عيسى بن مريم ، ثم قال اللّٰه تعالى : (رسول اللّٰه) يعني الذي هو رسول اللّٰه ، وذلک أن اليهود لما اجتمعوا على قتله ، هرب منهم ودخل في بيت فأمر ملک اليهود رجلا يدخل البيت يقال له : يهوذا ، ويقال : ططيانوس ، فجاء جبريل – عليه السلام – ورفع عيسى – عليه السلام – إلى السماء ، فلما دخل الرجل إلى البيت لم يجده ، فألقى اللّٰه شبه عيسى عليه ، فلما خرج ظنوا أنه عيسى فقتلوه ، وصلبوه ، ثم قالوا : إن كان هذا عيسى فأين صاحبنا ؟ وإن كان هذا صاحبنا فأين عيسى ؟ فاختلفوا فيما بينهم فأنزل اللّٰه تعالى إكذابا لقولهم فقال : ﴿وما قتلوه وما صلبوه ولكن شبه لهم﴾ يعني ألقي شبه عيسى على غيره فقتلوه .... ﴿بل رفعه اللّٰه إليه﴾ وقال مقاتل : بل رفعه اللّٰه إلى السماء في شهر رمضان ليلة القدر ، وقال الضحاک : رفعه في يوم عاشوراء ، بين صلاتي المغرب والعشاء . (۱/۴۰۲ ، سورة النساء)

(۲) ما في " الموسوعة الفقهية " : ومن معاني الاحتياط لغة : الأخذ في الأمور بالأحزم والأوثق وبمعنى المحاذرة ، ومنه القول السائر : أوسط الرأي الاحتياط ، وبمعنى الاحتراز من الخطأ واتقائه . (۲/۱۰۰)

(مستفاد: آپ کے مسائل اور اُن کا حل:۸/ ۴۸۵،عیسوی تاریخ کے ساتھ "AD" لکھنا جائز نہیں)

بار بار اسم محمد پر درود پڑھنا

مسئلہ (۱۶): بہتر اور مستحب یہ ہے کہ ہر مرتبہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا نام مبارک ادا کرنے والا اور سننے والے تمام احباب آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود وسلام بھیجیں، لیکن اگر پوری مجلس میں بعض لوگوں نے بھی آپ کا نام مبارک سن کر "صلی اللہ علیہ وسلم" کہہ دیا، تو اس صورت میں دیگر کے حق میں اس کی ادائیگی ساقط ہوجاتی ہے، جب کہ پوری مجلس کے دوران آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک نام پر، کم از کم ایک مرتبہ درود وسلام پڑھنا واجب ہے، جس میں کوتاہی موجبِ عقاب ہے۔ (۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿ان الله وملٓئكته يصلون على النبي يٓايها الذين اٰمنوا صلوا عليه وسلموا تسليما﴾ . (سورة الأحزاب : ۵۶)

ما في " الموسوعة الفقهية " : الصلاة على النبي ﷺ : وهي قول " صلى الله على محمد وسلم " أو نحوها مما يفيد سؤال الله تعالى أن يصلي على رسوله ويسلم عليه . وقد أمر الله تعالى المؤمنين بذلک في قوله تعالى : ﴿ان الله وملٓئكته يصلون على النبي يٓايها الذين اٰمنوا صلوا عليه وسلموا تسليما﴾ . (۲۳۴/۲۱ ، ذكر ، صيغ الذكر ، الصلاة على النبي ﷺ)

ما في " الموسوعة الفقهية " : لا خلاف بين الفقهاء في مشروعية الصلاة على النبي ﷺ للأمر بها قال تعالى : ﴿ان الله وملٓئكته يصلون على النبي يٓايها الذين اٰمنوا صلوا عليه وسلموا تسليما﴾ . قال ابن كثير في تفسير الآية : المقصود من هذه الآية : أن الله سبحانه وتعالى – أخبر عباده بمنزلة عبده ونبيه عنده في الملأ الأعلى ؛ بأنه يثني عليه عند الملائكة المقربين ، وأن الملائكة تصلي عليه . ثم أمر جل شأنه بالصلاة والتسليم عليه ؛ ليجتمع الثناء عليه من أهل العالمين : السفلي والعلوي جميعًا ، وجاء ت الأحاديث المتواترة عن=

غیر صحابی کے لیے ''رضی اللہ عنہ'' کا استعمال

مسئلہ (۱۷): ''رضی اللہ تعالیٰ عنہ'' دعائیہ کلمہ ہے، جس کا معنی ہے ''اللہ ان سے راضی ہوا'' اور یہ دعا صحابہ کے علاوہ تابعین، ائمہ مجتہدین، علماء اور صلحا کو بھی دی جاسکتی ہے، مگر عموماً اس کا استعمال صحابہ کے لیے خاص سمجھا جاتا ہے، اور صحابی وغیر صحابی کے درمیان فرق اسی دعائیہ کلمہ سے کیا جاتا ہے، اس لیے جس جگہ صحابی وغیر صحابی میں التِباس کا شبہ ہو، تو ایسی جگہ غیر صحابی کے لیے یہ الفاظ بولنے سے احتِراز کرنا چاہیے۔[1]

= رسول اللہ ﷺ بالأمر بالصلاة علیه ، وکیفیة الصلاة علیه .

(۲۳۴/۲۷ ، ۲۳۵ ، الصلاة علی النبي ﷺ)

ما في " رد المحتار " : فإذا صلی علیه بعضهم یسقط عن الباقین لحصول المقصود وهو تعظیمه وإظهار شرفه عند ذکر اسمه ﷺ . (۵۱۶/۱ ، ط : دار الفکر بیروت)

وفیه أیضًا : قوله : (في الأصح) صححه الزاهدي في المجتبی ، لکن صحح في الکافي وجوب الصلاة في کل مجلس کسجود التلاوة حیث قال في باب التلاوة ، وهو کمن سمع اسمه علیه الصلاة والسلام مرارا لم تلزمه الصلاة إلا مرة في الصحیح ؛ لأن تکرار اسمه لحفظ سنته التي بها قوام الشریعة ، فلو وجبت الصلاة بکل مرة لأفضی إلی الحرج . اهـ .

(۵۱۶/۱ ، ط : دار الفکر بیروت) (فتاویٰ بنوریہ، رقم الفتویٰ:۳۸۴۵۷)

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الکریم " : ﴿والسّٰبقون الاولون من المهٰجرین والانصار الذین اتبعوهم باحسان رضي اللّٰه عنهم ورضوا عنه﴾ . (سورة التوبة :۱۰۰) وقوله تعالی : ﴿اولٓئک کتب في قلوبهم الایمان وایدهم بروح منه ویدخلهم جنّٰت تجري من تحتها الانهٰر خٰلدین فیها رضي اللّٰه عنهم ورضوا عنه﴾ . (سورة المجادلة : ۲۲) وقوله تعالی : =

....

....

....

....

....

....

=﴿ان الذين اٰمنوا وعملوا الصّٰلحٰت أولٓئک هم خير البرية O جزآؤهم عند ربهم جنّٰت عدن تجري من تحتها الانهٰر خٰلدين فيهآ ابدًا رضي اللّٰه عنهم ورضوا عنه ذلک لمن خشي ربهO﴾ . (سورة البينة : ۷ ، ۸)

ما في " رد المحتار " : انه يجب تخصيص النبي ..... ويذكر من سواهم بالغفران والرضا كما قال اللّٰه تعالى : ﴿رضي اللّٰه عنهم ورضوا عنه﴾ الخ .

(۷۵۳/۶ ، كتاب الحظر والإباحة ، ط : دار الفكر بيروت)

ما في " الموسوعة الفقهية " : لا خلاف بين الفقهاء في أنه يستحب الترضي عن الصحابة رضي اللّٰه عنهم ؛ لأنهم كانوا يبالغون في طلب الرضا من اللّٰه سبحانه وتعالى ، ويجتهدون في فعل ما يرضيه ، ويرضون بما يلحقهم من الابتلاء من عنده أشد الرضا ، فهولاء أحق بالرضا . ... ج – الترضي عن غير الصحابة : قال صاحب عمدة الأبرار : يجوز الترضي عن السلف من المشايخ والعلماء وذلک لقوله تعالى : ﴿ان الذين اٰمنوا وعملوا الصّٰلحٰت أولئک هم خير البرية O جزآؤهم عند ربهم جنّٰت عدن تجري من تحتها الانهٰر خٰلدين فيهآ ابدًا رضي اللّٰه عنهم ورضوا عنه﴾ . ففي الآية الكريمة ذكر عامة المؤمنين بهذا ، من الصحابة وغيرهم . وكما ذكر في كثير من الكتب مثل : التقويم ، والبزدوي ، والسرخسي ، والهداية وغيرها بعذ ذكر الأساتذة أو بعد ذكر نفسه رضي اللّٰه ، فلو لم يجز الدعاء بهذا اللفظ ما ذكروه في كتبهم ، وهكذا جرت العادة بين أهل العلم بالابتداء بهذا الدعاء ، حيث يقولون : رضي اللّٰه عنک وعن والديک إلى آخره . ولم ينكر أحد منهم ، بل استحسنوا الدعاء بهذا اللفظ ، وكانوا يعلّمون ذلک لتلامذتهم ، فعليه عمل الأمة . (۱۹۶/۱۱ ، ۱۹۷ ، ترضي ، الترضي عن الصحابة وعن غير الصحابة) (فتاویٰ بنوریہ، رقم الفتویٰ: ۱۴۴۴۰)

تعظیمی ودعائیہ کلمات میں اختصار

مسئلہ(۱۸): آج کل ہم میں سے بہت سے لوگ تعظیمی ودعائیہ کلمات میں اختصار کرتے ہیں، مثلاً: ''اللہ تعالیٰ'' کے بجائے ''تع''، ''صلی اللہ علیہ وسلم'' کے بجائے ''صلعم/ص''، ''علیہ السلام'' کے بجائے ''ع''، ''رضی اللہ عنہ'' کے بجائے ''رض''، اور رحمہ اللہ'' کے بجائے ''رح'' لکھتے ہیں، اور پورا کلمہ لکھنے سے غفلت وکوتاہی برتتے ہیں، یہ سراسر بے ادبی ہے، محدثین عظام کے عمل سے اس کی تاکید معلوم ہوتی ہے کہ ہر ہر روایت کو لکھتے وقت انہوں نے مذکورہ کلمات کے لکھنے کا التزام کیا، لہٰذا ہمیں بھی چاہیے کہ ہم اپنے اِس عمل سے باز آجائیں، اور جب اللہ تعالیٰ، کسی رسول یا نبی، صحابی یا ولی وغیرہ کا نام آئے، تو ''تعالیٰ/عزوجل''، ''صلی اللہ علیہ وسلم''، ''علیہ السلام''، ''رضی اللہ عنہ''، اور ''رحمہ اللہ'' پورا کلمہ لکھیں۔(۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في '' تدريب الراوي مع التقريب للنووي '' : وينبغي أن يحافظ على كتابة الصلاة والتسليم على رسول الله ﷺ ولا يسأم من تكراره ، ومن أغفله حرم حظا عظيما ولا يتقيد فيه بما في الأصل إن كان ناقصا ، وكذا الثناء على الله سبحانه وتعالى كعز وجل وشبهه ، وكذا الترضي والترحم على الصحابة والعلماء وسائر الأخيار ، وإذا جاء ت الرواية بشيء منه كانت العناية به أشد ، ويكره الاقتصار على الصلاة أو التسليم ؛ لأنه دعاء لا كلام يرويه والرمز إليهما في الكتابة بل يكتبهما بكمالهما . (التقريب للنووي) . وفي تدريب الراوي : (وينبغي أن يحافظ على كتابة الصلاة والتسليم على رسول الله ﷺ) كلما ذكر (ولا يسأم من تكراره) فإن ذلک من أكثر الفوائد التي يتعجلها طالب الحديث (ومن أغفله حرم حظا عظيما) فقد قيل في قوله ﷺ : '' إن أولى الناس بي يوم القيامة أكثرهم علي صلاة '' . =

بیعت کی حقیقت اور اس کی ضرورت

مسئلہ (۱۹): بیعت کی حقیقت یہ ہے کہ وہ مرشد اور اس کے مرید (مسترشد/شاگرد) کے درمیان ایک معاہدہ ہوتا ہے، مرشد یہ وعدہ کرتا ہے کہ وہ اس کو اللہ تعالیٰ کے احکام کے مطابق زندگی گزارنا سکھائے گا، اور مرید یہ وعدہ کرتا ہے کہ مرشد جو بتلائے گا وہ اس پر ضرور عمل کرے گا، یہ بیعت فرض وواجب تو نہیں، اس کے بغیر بھی مرشد کی رہنمائی میں اصلاحِ نفس کا مقصد حاصل ہوسکتا ہے، لیکن بیعت چوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ رضی اللہ عنہم کی سنت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے شہرت کے ساتھ ثابت ہے کہ لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کبھی ہجرت و جہاد پر، کبھی ارکانِ اسلام کے قائم کرنے پر، کبھی کفار سے جنگ میں ثابت قدمی اور برقرار رہنے پر، اور بسا اوقات سنت کو اختیار کرنے، بدعت سے اجتناب، اور طاعات کی پابندی پر بیعت کرتے تھے (۱)، نیز معاہدہ کی وجہ سے فریقین کو اپنی ذمہ داریوں کا احساس بھی قوی رہتا ہے (۲)، اس لیے

=صححه ابن حبان ، إنهم أهل الحديث لكثرة ما يتكرر ذكره في الرواية فيصلون عليه ، وقد أوردوا في ذلک حديث " من صلى علي في كتاب لم تزل الملائكة تستغفر له ما دام اسمي في ذلک الكتاب " ، وهذا الحديث وإن كان ضعيفًا فهو مما يحسن إيراده في هذا المعنى . اهـ . (۲/۷۶ – ۷۷ ، ط : مكتبة الرياض الحديثة)

ما في " الموسوعة الفقهية " : ينبغي أن يحافظ على كتابة الترضي عن الصحابة والتابعين من العلماء وسائر الأخيار ، ولا يسأم من تكراره ، ومن أغفله حُرم حظًّا عظيمًا ، وإذا جاء ت الرواية بالترضي كانت العناية به أشدّ . (۱۱/۱۹۷ ، المحافظة على كتابة الترضي)=

بیعت سے اس مقصد کے حصول میں بہت برکت اور آسانی ہوجاتی ہے، حاصل یہ ہے کہ ضروری اور فرض؛ اصلاحِ نفس ہے، نہ کہ بیعت، البتہ بیعت؛ اصلاحِ نفس کا سبب وذریعہ ہے،اس لیےاس کا اہتمام کرنا چاہیے۔ (۳)

الحجة على ما قلنا :

=(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿إن الذين يبايعونک إنما يبايعون الله ، يد الله فوق أيديهم ، فمن نكث فإنما ينكث على نفسه ، ومن أوفى بما عٰهد عليه الله فسيؤتيه أجرًا عظيمًا﴾ . (سورة الفتح : ۱۰) وفيه أيضًا : ﴿لقد رضي الله عن المؤمنين إذ يبايعونک تحت الشجرة فعلم ما في قلوبهم فأنزل السكينة عليهم وأثٰبهم فتحًا قريبًا﴾ . (سورة الفتح : ۱۸)

ما في " صحيح البخاري " : حدثنا أبو اليمان قال : أخبرنا شعيب عن الزهري قال : أخبرني أبو إدريس عائذ الله بن عبد الله أن عبادة بن الصامت رضي الله عنه وكان شهد بدرًا وهو أحد النقباء ليلة العقبة أن رسول الله ﷺ قال وحوله عصابة من أصحابه : " بايعوني على أن لا تشركوا بالله شيئًا ولا تسرقوا ولا تزنوا ولا تقتلوا أولادكم ولا تأتوا ببهتان تفترونه بين أيديكم وأرجلكم ولا تعصوا في معروف فمن وفى منكم فأجره على الله ، ومن أصاب من ذلک شيئًا فعوقب في الدنيا فهو كفارة له ، ومن أصاب من ذلک شيئًا ثم ستره الله فهو إلى الله إن شاء عفا عنه ، وإن شاء عاقبه ، فبايعناه على ذلک " .

(۱/۱۱ ، رقم : ۱۸ ، ط : دار الشعب القاهرة ، فتح الباري : ۱/۶۴ ، ط : السلفية)

(الموسوعة الفقهية : ۹/۲۷۵ - ۲۷۷ ، أدلة مشروعية البيعة)

ما في " الموسوعة الفقهية " : هذا وقد استفاض عن رسول الله ﷺ " أن الناس كانوا يبايعونه تارة على الهجرة والجهاد ، وتارة على إقامة أركان الإسلام ، وتارة على الثبات والقرار في معركة الكفار ، وتارة على التمسک بالسنة واجتناب البدعة والحرص على الطاعات . (۹/۲۷۴ ، بيعة ، التعريف)

(۲) ما في " الموسوعة الفقهية " : للبيعة في اللغة معان ، فتطلق على المبايعة على الطاعة . ... وهو عبارة عن المعاقدة والمعاهدة ، كأن كلا منهما با ع ما عنده لصاحبه ، وأعطاه=

....

....

....

....

....

....

....

....

....

....

....

= خالصة نفسه وطاعته ودخيلة أمره ..... والبيعة اصطلاحًا ، كما عرفها ابنُ خَلْدُونٍ في مقدمته : العهد على الطاعة ، كأن المبايع يعاهد أميرَه على أن يسلم له النظر في أمر نفسه وأمور المسلمين ، لا ينازعه في شيء من ذلک ، ويطيعه فيما يكلفه به من الأمر على المَنشَط والمَكرَه ، وكانوا إذا بايعوا الأمير وعقدوا عهده جعلوا أيديهم في يده تأكيدًا للعهد. (۹/۲۷۴ ، بيعة ، التعريف)

(۳) ما في " العناية مع شرح فتح القدير " : وما لا يتوصل إلى الواجب إلا به يكون واجبا . (۵۲۱/۱ ، ط : بيروت)

ما في " فقه النوازل " : " ان ما لا يتم الواجب إلا به فهو واجب " . (۲۲۵/۳)

ما في " المقاصد الشرعية " : ان الوسيلة أو الذريعة ...... تكون واجبة إذا كان المقصد واجبًا . (ص/۴۶ ، المطلب الثامن ؛ صلة المقاصد بالذرائع سدًا وفتحًا)

ما في " اعلام الموقعين " : وسيلة المقصود تابعة للمقصود وكلاهما مقصود . (۳/ ۱۷۵ ، فصل في سد الذرائع)

(فتاویٰ بنوریہ، رقم الفتویٰ:۳۸۵۶۵)

تبلیغ دین بے حد ضروری ہے!

مسئلہ (۲۰): حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا لایا ہوا دین سیکھنا، اس پر عمل کرنا فرض ہے[1]، اور حسب استعداد اُس کا دوسروں تک پہنچانا بے حد ضروری ہے[2]، مگر شریعت میں اُسے آگے پہنچانے کا کوئی مخصوص طریقہ متعین کر کے لازم قرار نہیں دیا گیا، اور نہ ہی کسی ایک طریقے کو سب کے لیے ضروری اور لازم قرار دیا گیا، بلکہ ہر زمانے میں وقت اور حالات کے اعتبار سے دین کے سیکھنے، سکھانے کا اہتمام رہا ہے، اور اس سلسلے میں مختلف طریقے؛ وعظ وتقریر، درس وتدریس، تصنیف وتالیف، ارشاد وتلقین؛ حسبِ استعداد مناسب طرق سے کام لیا گیا[3]، ان طریقوں میں سے ایک طریقہ موجودہ طرز پر تبلیغی کام ہے، جو کہ مفید ہے، اور اس کا مشاہدہ بھی ہے، لیکن جو شخص دوسرے طریقے سے دین حاصل کرے، اور حسبِ استعداد دوسروں تک پہنچانے کا بھی اہتمام کرے، تو اس کو مخصوص تبلیغی طریقہ سے کام نہ کرنے پر مطعون وملعون کرنا ہرگز جائز نہیں، اور نہ ہی ایسے شخص کو خود کو گنہگار سمجھنا درست ہے، نیز تبلیغ میں نکلنے والوں کو چاہیے کہ جب تبلیغ کے لیے جائیں، تو اپنے پیچھے اپنے بچوں اور اہلِ حقوق کے حقوق کی ادائیگی کا بندوبست کر کے جائیں، تا کہ اہلِ حقوق کے حقوق تلف کرنے کا گناہ لازم نہ آئے، یہ بات ذہن نشیں کر لینی چاہیے کہ کسی دینی کام میں لگنے کی وجہ سے دیگر احکام اور حقوق کو ترک کرنا کسی حال میں جائز نہیں، اس طرح کرنے سے خود

وہ دینی کام متأثر ہوکے رہ جاتا ہے، اس لیے اس سے احتراز لازم ہے۔ (۴)

الحجة على ما قلنا :

(١) ما في " القرآن الكريم " : ﴿وما آتاكم الرسول فخذوه وما نهٰكم عنه فانتهوا﴾ .
(سورة الحشر :٧)

ما في " روح المعاني " : وفي الكشاف : الأجود أن تكون عامة في كل ما أمر به ﷺ ونهى عنه . (١٥/ ٧١)

ما في " التفسير المظهري " : هذا أصل من أصول وجوب متابعته ولزوم طريقته وسيرته .
(٣٠٤/٣)

ما في " صحيح مسلم " : عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه قال : خطبنا رسول الله ﷺ : " .... فإذا أمرتكم بشيء فأتوا منه ما استطعتم ، وإذا نهيتكم عن شيء فدعوه " .
(٤٣٢/١ ، كتاب الحج ، باب فرض الحج مرة في العمر ، رقم : ١٣٣٧)
(صحيح البخاري : ١٠٨٢/٢)

(٢) ما في " القرآن الكريم " : ﴿يا أيها الرسول بلغ ما انزل إليک من ربک وإن لم تفعل فما بلغت رسالته﴾ . (سورة المائدة :٦٧)

ما في " الموسوعة الفقهية " : ﴿يا أيها الرسول بلغ ما انزل إليک من ربک وإن لم تفعل فما بلغت رسالته والله يعصمک من الناس﴾ . قال ابن عباس : المعنى بلغ جميع ما أنزل إليک من ربک ، فإن كتمت شيئًا منه فما بلغت رسالته . وهذا تأديب النبي ﷺ وتأديب لحملة العلم من أمته ألا يكتموا شيئًا من أمر شريعته . (١١٦/١٠ ، ١١٧ ، تبليغ الرسالات)

(٣) ما في " القرآن الكريم " : ﴿هو الذي بعث في الامّيين رسولا منهم يتلوا عليهم اٰيٰته ويزكّيهم ويعلّمهم الكتٰب والحكمة وان كانوا من قبل لفي ضلال مبين﴾ . (سورة الجمعة : ٢)

ما في " التفسير الكبير " : وقوله تعالى : (يتلوا عليهم آياته) أي بيناته التي تبين رسالته وتظهر نبوته ، ولا يبعد أن تكون الآيات هي الآيات التي تظهر منها الأحكام الشرعية ، والتي يتميز بها الحق من الباطل (ويزكيهم) أي يطهرهم من خبث الشرک ، وخبث ما عداه من الأقوال والأفعال (ويعلمهم الكتٰب والحكمة) والكتاب : ما يتلى من الآيات ، والحكمة :=

....

....

....

....

....

....

....

=هي الفرائض ، وقيل : (الحكمة) السنة ، لأنه كان يتلو عليهم آياته ويعلمهم سننه .

(۵۳۸/۱۰ ، سورة الجمعة)

ما في " روح المعاني " : المراد من تلاوة الآيات تلاوة ما يوحى إليه ﷺ من الآيات الدالة على التوحيد والنبوة من التزكية الدعاء إلى الكلمة الطيبة المتضمنة للشهادة للّٰه تعالى ولنبيه عليه الصلاة والسلام بالرسالة ، وبتعليم الكتاب تعليم ألفاظ القرآن وكيفية أدائه ليتهيأ لهم بذلک إقامة عماد الدين ، وبتعليم الحكمة الإيقاف على الأسرار المخبوء ة في خزائن كلام اللّٰه تعالى . (۱۷۸/۳ ، الجزء الثاني ، سورة آل عمران :۱۶۴)

ما في " صحيح مسلم " : عن أبي سعيد قال : سمعت رسول اللّٰه ﷺ يقول : " من رأى منكم منكرا فليغيّره بيده ، فإن لم يستطع فبلسانه ، فإن لم يستطع فبقلبه ، وذلک أضعف الإيمان " . (۵۱/۱)

(۴) ما في " صحيح مسلم " : عن عبد اللّٰه بن عمرو بن العاص رضي اللّٰه عنهما قال : كنت أصوم الدهر وأقرأ القرآن كل ليلة قال : فإما ذكرت للنبي ﷺ وإما أرسل إلي فأتيته فقال لي : ألم أخبر أنک تصوم الدهر وتقرأ القرآن كل ليلة ؟ فقلت : بلى يا نبي اللّٰه ، ولم أرد بذلک إلا الخير ، قال : " فإن بحسبک أن تصوم من كل شهر ثلاثة أيام " ، قلت : يا نبي اللّٰه ! إني أطيق أفضل من ذلک ، قال : " فإن لزوجک عليک حقا ، ولزورک عليک حقا ، ولجسدک عليک حقا " . الحديث . (۳۶۶/۱ ، كتاب الصيام ، باب النهي عن صوم الدهر لمن تضرر به أو فوت به حقا أو لم يفطر العيدين والتشريق وبيان تفصيل صوم يوم وإفطار يوم ، ط : دار السلام سهارنفور) (فتاویٰ بنوریہ، رقم الفتویٰ:۲۶۴۷)

امتحان میں کامیابی کا مجرب نسخہ

مسئلہ (۲۱): بعض طلبہ امتحان کے موقع پر یہ سوال کرتے ہیں کہ براہِ کرم امتحان میں کامیابی کے لیے کوئی آسان اور مجرب وظیفہ بتلا دیں، تو امتحان میں کامیابی کا اصلی مجرب وظیفہ اور نسخہ تو یہی ہے کہ اس کے لیے دل وجان سے خوب محنت اور تیاری کی جائے [۱]، اس کے بعد اللہ تعالیٰ کے حضور میں خوب اِلحاح وزاری اور عاجزی ومسکنت کے ساتھ دعا کریں [۲]، اور ساتھ ہی ساتھ روزانہ فجر کی نماز کے بعد ایک سو پچاس (۱۵۰) مرتبہ "یَا عَلِیْمُ" کا وِرد کیا جائے، اور خاص کر امتحان کے روز اس کی کثرت رکھی جائے، تو اِن شاء اللہ کامیابی میں مفید ومعاوِن رہے گا۔ [۳] نیز امتحان میں اول نمبر سے پاس ہونے کے لیے " یَا نَاصِرُ " ۲۱/مرتبہ ہر نماز کے بعد پڑھے، مگر محنت سے علم میں غفلت نہ کرے، کہ تدبیر کرنا بھی ضروری ہے۔ [۴]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿والذين جاهدوا فينا لنهدينّهم سبلنا وإن الله لمع المحسنين﴾ . (سورة العنكبوت : ۶۹)

(۲) ما في " القرآن الكريم " : ﴿واذا سألک عبادي عني فإني قريب اجيب دعوة الداع إذا دعان فليستجيبوا لي وليؤمنوا بي لعلهم يرشدون﴾ . (سورة البقرة : ۱۸۶) وقوله تعالى : ﴿وقال ربكم ادعوني أستجب لكم﴾ . (سورة غافر : ۶۰) وقوله تعالى : ﴿أمن يجيب المضطر إذا دعاه ويكشف السوء﴾ . (سورة النمل : ۶۲)

(۳) ما في " القرآن الكريم " : ﴿وقل رب زدني علمًا﴾ . (سورة طه : ۱۱۴)=

کتاب الطهارة

پاکی کے احکام ومسائل

دھوپ میں گرم شدہ پانی سے وضو

مسئلہ (۲۲): دھوپ میں گرم شدہ پانی سے وضو کرنے کے متعلق فقہاء کے دوقول ہیں: (۱) مالکیہ کے قولِ معتمداور شافعیہ کے مذہب کے مطابق ،اور بعض حنفیہ کے نزدیک مائے مُشَمَّس ؛یعنی دھوپ میں گرم شدہ پانی سے وضوکرنا مکروہِ تنزیہی ہے۔(۲) جب کہ- جمہور حنفیہ، حنابلہ، اور مالکیہ کے ایک قول، اور بعض شافعیہ کے قول کے مطابق مائے مُشَمَّس یعنی دھوپ میں گرم شدہ پانی سے وضوکرنا بلا کراہت، مطلقاً جائز ہے۔[1]

=ما في " عمليات وتعويذات کے شرعي احکام " : "حکیم الامت علامہ تھانوی رحمہ اللہ نے امتحان میں کامیابی کے لیے فرمایا کہ: روزانہ " یَا عَلِیْمُ "۱۵۰/ بار فجر کی نماز کے بعد پڑھ لیا کرو۔اور امتحان کے روز اس کی کثرت رکھو؛ یعنی خوب پڑھو۔" (ص/۱۵۷،بحوالہ ملفوظاتِ اشرفیہ،فتاویٰ بنوریہ،رقم الفتویٰ:۱۹۴۰۲)

(۴) (مجربات صدیق وابرار:ص/۱۸۴)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الموسوعة الفقهية " : اختلف الفقهاء في التوضؤ بالماء المشمس على قولين : فذهب المالكية في المعتمد والشافعية في المذهب وبعض الحنفية إلى كراهة التوضؤ بالماء المشمس . وذهب جمهور الحنفية والحنابلة ، والمالكية في قول ، وبعض الشافعية إلى جواز التوضؤ بالماء المشمس مطلقًا من غير كراهة . (۳۸۵/۴۳ ، وضوء ، تاسعًا : الوضوء بالماء المشمس ، حاشية الدسوقي : ۴۵/۱ ، ط : دار الفكر ، =

اٹیچ باتھ روم میں واش بیسن پر دعائیں پڑھنا

مسئلہ (۲۳): اگر بیت الخلا میں غسل خانہ بھی ہے، یعنی اٹیچ لیٹرین باتھ روم ہے، اور دونوں ایک دوسرے سے واضح طور پر ممتاز ہیں، مثلاً: دونوں کے درمیان کوئی چھوٹی دیوار ہے، اور غسل خانہ کے حصہ میں بیت الخلاء کی بدبو وغیرہ محسوس نہیں ہوتی، تو غسل خانہ والے حصے میں وضو کرتے وقت وضو کی دعائیں پڑھ سکتے ہیں، البتہ ہلکی آواز سے پڑھے، زور سے نہ پڑھے۔اسی طرح اگر آئینہ غسل خانے کے حصے میں ہے، تو آئینہ دیکھتے وقت آئینہ کی دعا بھی پڑھ سکتے ہیں۔اور اگر بیت الخلاء اور غسل خانہ دونوں واضح طور پر ممتاز نہیں ہیں، یا وہ دراصل صرف بیت الخلاء ہے اور ہاتھ منہ دھونے کے لیے کسی جگہ کنارے کوئی چھوٹا سا واش بیسن لگا دیا گیا ہے، جیسے عام طور پر ٹرینوں میں ہوتا ہے، تو وہاں اگر کوئی شخص وضو کرے، یا آئینہ میں چہرہ دیکھے تو وہ صرف دل میں دعا پڑھ سکتا ہے، زبان سے نہیں۔ (۱)

=مغني المحتاج شرح منهاج الطالبين : ۱/۱۹۱، ط : دار الفكر)

(المجموع شرح المهذب : ۱/۸۷ – ۸۹ ، ط : دار الفكر ، المغني لإبن قدامة : ۱/۱۴۱، ط : مكتبة القاهرة ، حاشية ابن عابدين : ۱/۱۲۱ ، ط : احياء التراث)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " عون المعبود شرح سنن أبي داود " : عن أنس : " كان النبي ﷺ إذا دخل الخلاء وضع خاتمه " . (ص/۲۲ ، رقم : ۱۹ ، كتاب الطهارة ، باب الخاتم يكون فيه ذكر الله تعالى يدخل به الخلاء ، ط : مكتبة بيت الأفكار الدولية عمان)=

....

....

....

....

....

....

....

....

....

=ما في " نور الإيضاح " : ويدخل الخلاء برجله اليسرىٰ ، ويستعيذ باللّٰه من الشيطان الرجيم قبل دخوله . (نور الإيضاح) وفي حاشيته : قوله : (قبل دخوله) أطلقه وهو مقيد بما إذا كان المكان معدًا لذلک ، وإن كان غير معد له كالصحراء فيستعيذ عند أوان الشروع كتشمير الثياب مثلاً ، قبل كشف العورة ، وإن نسي ذلک أتى به في نفسه لا بلسانه .

(ص/ ۳۲ ، ط : مكتبه ياسر نديم اينڈ كمپني ديوبند)

(مراقي الفلاح مع حاشية الطحطاوي : ص/ ۵۱ ، ط : مكتبة شيخ الهند بديوبند)

(المسائل المہمۃ فیما ابتلت بہ العامۃ : ۴/ ۴۰، واش بیسن اور ٹب میں وضو کرتے وقت دعا پڑھنا، مسئلہ نمبر: ۱۲)

ما في " مراقي الفلاح مع حاشية الطحطاوي " : ويدخل الخلاء ...... والمراد بيت التغوُّط برجله اليسرى .... و .... يستعيذ ..... باللّٰه من الشيطان الرجيم قبل دخوله وقبل كشف عورته . (مراقي الفلاح) . وفي " حاشية الطحطاوي " : قوله : (قبل دخوله) الأولى التفصيل ، وهو إن كان المعد لذلک يقول قبل الدخول ، وإن كان غير معد كالصحراء ففي أوان الشروع كتشمير الثياب مثلا قبل كشف العورة ، وإن نسي ذلک أتى به في نفسه لا بلسانه . (ص/ ۵۱ ، ط : دار الكتب العلمية بيروت)

ما في " الفتاوى الهندية " : قال عين الأئمة الكرابيسي : لا تكره الصلاة في بيت فيه بالوعة . كذا في القنية . (۵/ ۳۱۵ ، ط : زكريا ديوبند)

(بحوالہ: مسائل وفتاویٰ: ص/ ۵۰، ۵۱، بشکریہ ماہنامہ دار العلوم دیوبند، جلد: ۱۰۰، شمارہ: ۱۲، دسمبر ۲۰۱۶ء)

کتاب الصلاة

نماز کے احکام ومسائل کا بیان

باب القبلة والأذان

سمتِ قبلہ میں معمولی انحراف

مسئلہ (۲۴): جن جنگلوں یا آبادیایوں میں قدیم مسجدیں موجود نہ ہوں، وہاں شرعی طریقہ، جو سنتِ صحابہ وتابعین رحمہم اللہ سے ثابت ہے، وہ یہی ہے کہ شمس وقمر اور قطب نما وغیرہ کے مشہور ومعروف ذرائع سے اندازہ قائم کر کے سمتِ قبلہ متعین کر لی جاوے، اگر اس میں معمولی انحراف ومیلان بھی رہے، تو اس کو نظر انداز کر لیا جاوے، کیوں کہ صاحبِ بدائع علامہ کاسانی رحمہ اللہ کی تصریح کے مطابق- ان بلادِ بعیدہ (دور دراز علاقوں) میں تحرِّی اور اندازے سے قائم کردہ جہت ہی کعبہ کے قائم مقام ہے[1]، اور اسی پر احکام دائر ہیں، جیسے شریعت نے نیند کو خروجِ ریح کا قائمِ مقام قرار دے کر، اسی پر نقضِ وضو کا حکم کر دیا[2]، یا سفر کو مشقت کا قائم مقام قرار دے کر، مطلقاً سفر پر رخصتیں مرتب کر دیں[3]، حقیقۃً مشقت ہو یا نہ ہو، اسی طرح بلادِ بعیدہ (دور دراز) میں مشہور ومعروف نشانات وعلامات کے ذریعے جو سمتِ قبلہ تحرِّی واندازے سے قائم کی جائے گی، وہی شرعاً کعبہ کے قائمِ مقام ہوگی۔

الحجة على ما قلنا :=

....

=(١) ما في " بدائع الصنائع " : وإن كان نائيًا عن الكعبة غائبًا عنها يجب عليه التوجه إلى جهتها ، وهي المحاريب المنصوبة بالأمارات الدالة عليها لا إلى عينها ، وتعتبر الجهة دون العين ؛ كذا ذكر الكرخي والرازي ، وهو قول عامة مشايخنا بما وراء النهر .

(١/٥٤٨ ،كتاب الصلاة ، فصل في بيان شرائط الأركان ، ط : بيروت)

ما في " الفتاوى الهندية " : وجهة الكعبة تعرف بالدليل ، والدليل في الأمصار والقرى المحاريب التي نصبها الصحابة والتابعون ، فعلينا اتباعهم ، فإن لم تكن فالسؤال من أهل ذلك الموضع ، وأما في البحار والمفاوز فدليل القبلة النجوم .

(١/٦٣ ، كتاب الصلاة ، الفصل الثالث في استقبال القبلة ، ط: رشيديه وزكريا)

وفيه أيضًا : والمعتبر التوجه إلى مكان البيت دون البناء ، وفي فتاوى الحجة : الصلاة في الآبار العميقة والجبال والتلال الشامخة وعلى ظهر الكعبة جائزة ؛ لأن القبلة من الأرض السابعة إلى السماء السابعة بحذاء الكعبة إلى العرش . اهـ .

(١/٦٣ ، كتاب الصلاة ، الفصل الثالث الخ ، التنوير مع الدر والرد : ١/٤٢٧ – ٤٣٢ ، كتاب الصلاة ، باب شروط الصلاة ، ط : سعيد كراچي)

(٢) ما في " الموسوعة الفقهية " : ١٥ – النوم ناقض للوضوء في الجملة في قول عامة أهل العلم . (٤٢/٢٠، نوم ، سادسًا : النوم من نواقض الوضوء)

وفيه أيضًا : يرى جمهور الفقهاء الحنفية والمالكية والشافعية والحنابلة أن النوم ناقض للوضوء في الجملة .... وقال الحنفية : الصحيح أن النوم نفسَه ليس بحدَث ، وإنما الحدث : ما لا يخلو عنه النائم ، فأقيم السبب الظاهر – وهو النوم هنا – مقامَه كالسفر ونحوه . (٤٣/٣٨٧ ، ٣٨٨ ، وضوء ، ثالثًا : زوال العقل الحدث الحكمي ، تبيين الحقائق : ١/٩ ، ١٠، ط : دار الكتاب الإسلامي بيروت ، حاشية ابن عابدين : ١/٩٥ ، ٩٦ ، ط : احياء التراث العربي)

(٣) ما في " الموسوعة الفقهية " : يختص السفر بأحكام تتعلق به ، وتتغير بوجوده ، ومن أهمها : قصر الصلاة الرباعية ، وإباحة الفطر للصائم ، وامتداد مدة المسح على الخفين إلى ثلاثة أيام . اهـ . (٢٧/٢٦٦ ، صلاة المسافر ، خصائص السفر) =

گھر کی عورتیں کونسی اذان پر نماز پڑھیں؟

مسئلہ (۲۵): کچھ لوگوں کا کہنا ہے کہ جب تک محلّہ کی اذان نہ ہوجائے، عورتوں کے لیے گھر میں نماز ادا کرنا درست نہیں، اُن کی یہ بات صحیح نہیں، اس لیے کہ وقت شروع ہونے کے بعد اذان سے پہلے بھی نماز ادا کی جاسکتی ہے، اذان؛ اوقاتِ نماز سے مطلع کرنے، اور مسجد کی طرف بلانے کے لیے ہے(۱)، ایسا نہیں ہے کہ وقت شروع ہوجانے کے بعد جب تک اذان نہ ہوجائے، نماز ہی درست نہ ہو، اور خواتین کو تو یوں بھی گھر میں نماز ادا کرنا بہتر ہے، نہ کہ مسجد میں، اس لیے وہ اذان سے پہلے نماز ادا کرسکتی ہیں۔(۲)

=(معارف الفقہ :ص/۹،۱۰،سمتِ قبلہ کے مسائل، معارف القرآن:۱/۳۸۳،۳۸۵،رسالہ تنقیح المقال فی تصحیح الاستقبال بحوالہ جواہر الفقہ :۱/۲۵۳،ط: مکتبہ تفسیر القرآن جامع مسجد دیوبند)

(فتاویٰ محمودیہ:۵/۵۳۵،تعیینِ قبلہ میں معمولی فرق،ط: کراچی)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الموسوعة الفقهية " : الأذان لغة : الإعلام ، قال الله تعالى : ﴿وأذن في الناس بالحج﴾ أي أعلمهم به . وشرعًا : الإعلام بوقت الصلاة المفروضة ، بألفاظ معلومة مأثورة ، على صفة مخصوصة . (۲/۳۵۷ ، أذان ، التعريف)

ما في " الدر المختار مع الشامية " : (هو) لغة الإعلام . وشرعًا : (إعلام مخصوص) .... (على وجه مخصوص بألفاظ كذلک) أي مخصوصة . (در مختار) . وفي الشامية : (وشرعًا : إعلام مخصوص) أي إعلام بالصلاة . قال في الدرر : ويطلق على الألفاظ المخصوصة اهـ: أي التي يحصل بها الإعلام .... أي لأن العلم بالوقت فيها سابق عليه ..... لأن الأصل في مشروعية الأذان الإعلام بدخول الوقت . (۲/۴۷ ، كتاب الصلاة ، باب الأذان ، ط : بيروت) (۲) (مستفاد: کتاب الفتاویٰ:۲/۱۲۱،عورتوں کا اذان سے پہلے نماز ادا کرنا)

باب صفة الصلوة

سلام کے بعد صف سے آگے یا پیچھے بیٹھنا

مسئلہ (٢٦): امام کے سلام پھیرنے کے بعد نماز پوری ہوجاتی ہے، اور صفوں کی پابندی کا حکم ختم ہوجاتا ہے(١)، اس لیے اگر کوئی شخص سہولت کے لیے سلام کے بعد صف سے آگے یا پیچھے بیٹھ جائے، تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے، البتہ اس کا خیال رہے کہ اس کی وجہ سے کسی دوسرے نمازی کو تکلیف نہ ہو۔(٢)

دوستونوں کے درمیان صف بنانا

مسئلہ (٢٧): اگر مسجد میں گنجائش ہے، تو دو ستونوں (کالمس) کے درمیان صف بنانا مکروہ ہے، کیوں کہ اس سے صف درمیان سے منقطع ہوجاتی ہے، جب کہ دورانِ جماعت صفوں میں مل مل کر کھڑا ہونا ضروری ہے(٣)، البتہ اگر مسجد میں جگہ کی تنگی ہے، تو دوستونوں کے درمیان صف بنانے کی گنجائش ہے(٤)، اور یہ حکم جماعت سے نماز پڑھنے والوں کے لیے ہے، منفرد کے لیے دوستونوں کے درمیان نماز پڑھنا بلا کراہت جائز ہے۔(٥)

الحجة علی ما قلنا :

(١) ما في " سنن أبي داود " : عن علي رضي اللّٰه عنه قال : قال رسول اللّٰه ﷺ : " مفتاح الصلاة الطهور ، وتحريمها التكبير ، وتحليلها التسليم" . (١/ ٩١، كتاب الصلاة ، باب في تحريم الصلاة وتحليلها ، رقم :٦١٨ ، ط : دار الفكر بيروت)=

جائے نماز پر بیٹھ کر دعا مانگنا

مسئلہ (۲۸): بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ نماز کے بعد دعا مانگنے کے لیے جائے نماز پر، قبلہ رُخ ہوکر، دو زانو بیٹھنا، اور حمد وصلوٰۃ کے بعد ہی دعا مانگنا ضروری ہے، اُن کی یہ بات اس حد تک تو درست ہے کہ دعا کے آداب میں سے یہ ہے کہ جائے نماز پر، قبلہ رُخ ہوکر، دو زانو بیٹھ کر، حمد وصلوٰۃ کے بعد دعا مانگی جائے، لیکن اگر کوئی شخص جائے نماز پر بیٹھے بغیر، چلتے پھرتے بھی دعا مانگ لے، تو یہ شرعاً کوئی ناجائز وممنوع نہیں ہے، اگر چہ خلافِ ادب ہے۔ (۱)

=(۲) ما في " مرقاة المفاتيح " : قال الحسن البصري في تفسير الأبرار : " هم الذين لا يؤذون الذرّ ، ولا يرضون الضرّ " . (۱/۱۳۵ ، ط : دار الكتب العلمية بيروت)

(کتاب النوازل:۴/ ۴۴۸،سلام کے بعد صف سے آگے یا پیچھے بیٹھنا؟)

(۳) ما في " جامع الترمذي " : عن عبد الحميد بن محمود قال : " صلّينا خلف أمير من الأمراء فاضطرّنا الناس ، فصلّينا بين السّاريتين (ولفظ الحاكم : فتأخّر أنس) فلمّا صلينا قال أنس بن مالک : كنّا نتّقي هذا على عهد رسول الله ﷺ " . رواه الترمذي وقال : حسن صحيح . (۱/۵۳ ، ۵۴ ، رقم : ۲۲۹ ، باب : ما جاء في كراهية الصف بين السواري)

(۴) ما في " إعلاء السنن " : وقال ابن العربي : ولا خلاف في جوازه عند الضيق ، وأما عند السّعة فهو مكروه للجماعة . (۴/۳۸۳ ، باب كراهة الصف بين السواري دون الصلاة منفردا ، ط: أشرفيه ديوبند) (کتاب النوازل:۴/ ۴۴۸، ۴۴۹،ستونوں کے درمیان صف بنانا)

(۵) ما في " إعلاء السنن " : أما الواحد فلا بأس به ، وقد صلى ﷺ في الكعبة بين سواريها . (۴/۳۸۳)

(چند اہم عصری مسائل:۲/ ۱۱۸، ۱۱۹، کالمس [ستون] کے درمیان صف بنانا، افادات: مفتی زین الاسلام قاسمی الہ آبادی، ط: مکتبہ دار العلوم دیوبند)=

....

....

الحجة على ما قلنا :

=(۱) ما في " جامع الترمذي " : عن محمد بن سيرين عن أبي هريرة قال : قال رسول الله ﷺ : " ادعوا الله وأنتم موقنون بالإجابة ، واعلموا أن الله لا يستجيب دعاء من قلب غافل لاه " . قال أبو عيسى : هذا حديث غريب . (۵/۵۱۷ ، رقم : ۳۴۷۹ ، كتاب الدعوات ، باب جامع الدعوات عن النبي ﷺ ، ط : دار إحياء التراث العربي بيروت)

ما في " الفقه الإسلامي وأدلته " : ويكون دعاؤه بتأدب في هيئته وألفاظه ، وخشوع وخضوع ، وعزم ورغبة ، وحضور قلب ورجاء ، للحديث السابق : " لا يستجاب من قلب غافل " . اهـ . (۱/۸۰۶)

ما في " الموسوعة الفقهية " : آداب الدعاء : أ – أن يكون مطعم الداعي ومسكنه وملبسه وكل ما معه حلالا .... ب – أن يترصد لدعائه الأوقات الشريفة كيوم عرفة من السنة ، ورمضان من الأشهر ، ويوم الجمعة من الأسبوع ، ووقت السحر من ساعات الليل .... ج – أن يغتنم الأحوال الشريفة .... د – أن يدعو مستقبل القبلة ويرفع يديه بحيث يرى بياض إبطيه .... هـ – أن يمسح بهما وجهه في آخر الدعاء .... و– خفض الصوت بين المخافتة والجهر .... ز – أن لا يتكلف السجع في الدعاء ، فإن حال الداعي ينبغي أن يكون حال متضرع ، والتكلف لا يناسبه ..... ح – التضرع والخشوع والرغبة والرهبة .... ط – أن يجزم الدعاء ويوقن بالإجابة .... ى – أن يلح في الدعاء ويكرره ثلاثا ..... ک – أن لا يستبطئ الإجابة .... ل – أن يفتتح الدعاء بذكر الله عز وجل ، وبالصلاة على رسول الله ﷺ بعد الحمد لله والثناء عليه ، ويختمه بذلک كله أيضًا .... م – وهو الأدب الباطن ، وهو الأصل في الإجابة : التوبة وردّ المظالم والإقبال على الله عز وجل بكنه الهمة ، فذلک هو السبب القريب في الإجابة .

(۲۰/۲۶۰ – ۲۶۴ ، دعاء ، آداب الدعاء)

(فتاویٰ بنوریہ، رقم الفتویٰ:۲۴۸۷۲)

باب الإمامة

امام کے پیچھے کون لوگ کھڑے ہوں؟

مسئلہ(۲۹): نماز باجماعت کی صفوں کی ترتیب میں حضراتِ فقہائے کرام نے یہ ہدایت فرمائی ہے کہ امام کے بعد مردوں کی صف لگائی جائے، پھر بچوں کی، پھر خنثیٰ کی[۱]، کیوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: ''نماز میں مجھ سے قریب وہ لوگ کھڑے ہوں جو بالغ ، عقل مند اور نیک وصالح ہوں''[۲]، پہلی صف میں اس طرح کے مردوں کو امام سے قریب کھڑے ہونے کے، حکم کی حکمت یہ ہے کہ وہ امام کی نماز کو یاد رکھیں، کہ بالفرض امام تعدادِ رکعات بھول جائے، یا قرأت میں اس سے بھول ہوجائے، تو وہ اسے لقمہ دے سکیں، یا امام کو حدث لاحق ہو، اور استخلاف (نائب بنانے) کی ضرورت پیش آجائے، تو وہ اس کی نیابت بھی کرسکیں۔[۳]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " نصب الراية " : (ويصف الرجال ثم الصبيان ثم النساء) لقوله عليه الصلاة والسلام : " ليلني منكم أولو الأحلام والنهى " . ... والمصنف استدل بهذا الحديث على قوله : ويصف الرجال ، ثم الصبيان ، ثم النساء ، ولا ينهض ذلك إلا على تقديم الرجال فقط ، أو نوع من الرجال . اهـ . (۲/۴۰ ، كتاب الصلاة ، باب الإمامة ، ط : دار الإيمان سهارنفور ، التنوير مع الدر والرد : ۲/۳۰۹ – ۳۱۴ ، كتاب الصلاة ، باب الإمامة ، مطلب في الكلام على الصف الأول ، ط : بيروت)

ما في " الفتاوى الهندية " : ولو اجتمع الرجال والصبيان والخناثى والإناث =

....

....

....

....

....

....

....

....

....

....

=والصبيات المراهقات يقوم الرجال أقصى ما يلي الإمام ثم الصبيان ثم الخناثى ثم الإناث ثم الصبيات المراهقات . كذا في شرح الطحاوي .

(١/٨٨ ، ٨٩ ، الفصل الخامس في بيان مقام الإمام والمأموم ، الباب الخامس في الإمامة)

(٢) ما في " صحيح مسلم " : عن أبي مسعود قال : كان رسول الله ﷺ يمسح مناكبنا في الصلاة ويقول : " استوُوا ولا تختلفوا ، فتختلف قلوبكم ، ليلني منكم أولوا الأحلام والنهى ، ثم الذين يلونهم ، ثم الذين يلونهم " . قال أبو مسعود : فأنتم اليوم أشد اختلافا .

(١/١٨١ ، كتاب الصلاة ، باب تسوية الصفوف وإقامتها وفضل الأول فالأول منها الخ ، ط : قديمي ، جامع الترمذي : ١/٥٣ ، رقم : ٢٢٨ ، أبواب الصلاة ، باب ما جاء ليلني منكم أولوا الأحلام والنهى ، ط : قديمي ، موسوعة فتح الملهم بشرح صحيح مسلم : ٣/٣٨٠ ، ٣٨١ ، رقم : ١٢٢/٩٧١ ، كتاب الصلاة ، باب تسوية الصفوف وإقامتها وفضل الأول فالأول منها الخ ، ط : احياء التراث العربي بيروت)

(٣) ما في " موسوعة فتح الملهم " : قوله : (أولو الأحلام والنهى) إلخ . قال ابن سيد الناس : الأحلام والنهى بمعنى واحد ، والنهى : بضم النون جمع نهية بالضم أيضًا ، وهي العقول ؛ لأنها تنهى عن القبيح ..... وقيل : المراد بأولي الأحلام : البالغون ، وبأولي النهى : العقلاء .... قال النووي : وفي هذا الحديث تقديم الأفضل فالأفضل =

مفسدات الصلوة ومكروهاتها

غلبۂ نیند کے وقت نماز

مسئلہ(۳۰): جس طرح نشے کی حالت میں نماز حرام ہے[۱]، بعض مفسرین نے فرمایا کہ جب نیند کا غلبہ ایسا ہو کہ آدمی اپنی زبان پر قابو نہ رکھے، تو اس حالت میں بھی نماز پڑھنا درست نہیں ہے۔[۲]

=إلى الإمام ، لأنه أولى بالإكرام ، ولأنه ربما احتاج الإمام إلى استخلاف ، فيكون هو أولى، ولأنه يتفطن لتنبيه الإمام على السهو ، لما لا يتفطن له غيره ، وليضبطوا صفة الصلاة ويحفظوها ، وينقلوها ، ويعلموها الناس ، وليقتدي بأفعالهم من وراء هم ، .... ويكون الناس فيها على مراتبهم في العلم والدين والعقل والشرف والسن والكفاء ة في ذلک الباب، والأحاديث الصحيحة متعاضدة على ذلک . وفيه تسوية الصفوف واعتناء الإمام بها والحث عليها . (۳/۳۸۰ ، ۳۸۱ ، رقم : ۹۷۱ ، ۹۷۳ ، باب تسوية الصفوف الخ)

(کتاب الفتاویٰ:۲/۲۷۹، پہلی صف اور امام کے پیچھے، ط: کتب خانہ نعیمیہ دیوبند)

(فتاویٰ دار العلوم زکریا:۲/۳۴۲، اشاعت سوم)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿يآ أيها الذين اٰمنوا لا تقربوا الصلوة وانتم سكٰرى حتى تعلموا ما تقولون﴾ . (سورة النساء :۴۳)

ما في " أحكام القرآن للجصاص " : قال أبو بكر : قد اختلف في المراد من السكر بهذه الآية ، فقال ابن عباس ومجاهد وإبراهيم وقتادة : " السكر من الشراب " . وقال مجاهد والحسن : " نسخها تحريم الخمر " . وقال الضحاک : " المراد به سكر النوم خاصة " .

(۲/۲۵۲ ، مطلب : في تفسير السكر المراد بهذه الآية)

(۲) ما في " الموسوعة الفقهية " : النوم المستحب : هو نوم من نعِس في صلوته أو =

دورانِ نماز صفوں کی درستگی کے لیے چلنا

مسئلہ (۳۱): اگر اگلی صف میں جگہ خالی ہو، اور کوئی شخص اُس خالی جگہ کو پُر کرنے کے لیے (صفوں کی درستگی کے لیے)، استقبالِ قبلہ پر برقرار رہتے ہوئے، دورانِ نماز ایک صف کی حد تک چلے، تو مفسدِ صلاۃ نہیں، اور اس سے زیادہ اگر لگاتار ہو، تو مفسد ہے، اور اگر ایک صف کے بقدر چل کر توقُّف کرے، پھر چلے تو مفسد نہیں۔ (۱)

=قراءته للقرآن ونحوهما ، فيُستحب أن ينام حتى يدري ما يقول أو يفعل .

(۴۲/۱۷ ، نوم ، النوم المستحب)

(معارف الفقہ :ص/۱۰،نماز کے مسائل،معارف القرآن:۲/۴۲۴)

(اہم مسائل:۲/ ۹۷،غلبۂ نیند کی حالت میں نماز پڑھنا)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الفتاوى الهندية " : ولو مشى في صلاته مقدار صف واحد لم تفسد صلاته ، ولو كان مقدار صفين إن مشى دفعة واحدة فسدت صلاته ، وإن مشى إلى صف ووقف ثم إلى صف لا تفسد . كذا في فتاوى قاضي خان .

(۱/۱۰۳ ، كتاب الصلاة ، النوع الثاني في الأفعال المفسدة للصلاة)

ما في " رد المحتار " : كما قالوا فيمن رأى فرجة في الصف الأول فمشى إليها فسدّها فإن كان هو في الصف الثاني لم تفسد صلاته ، وإن كان في الصف الثالث فسدت .

(۲/ ۳۸۹ ، كتاب الصلاة ، مطلب في المشي في الصلاة)

(چند اہم عصری مسائل:۲/۱۱۰،درستگئ صفوف کے لیے نماز میں چلنا)

بے ڈھب اور اشتہار چھپے ہوئے لباس میں نماز

مسئلہ (۳۲): آج کل عام طور سے نوجوان سوتے وقت اور کھیلتے وقت پہنے جانے والے لباس میں نماز کے لیے آتے ہیں، جو بالکل بے ڈھب قسم کے ہوتے ہیں، ٹی شرٹ کی آستینیں نہیں ہوتیں، کمپنیوں کے اشتہار یا نمبر چھپے ہوتے ہیں، پینٹ اتنے ملائم اور چست ہوتے ہیں کہ اعضائے مخصوصہ کی ہیئات نمایاں ہوتی ہیں، اور چھوٹے اس قدر کہ گھٹنے سے متصل ہوتے ہیں، اور بعض کے سر بھی کھلے رہتے ہیں۔ اِس سلسلے میں شرعی نقطۂ نظر یہ ہے کہ اس قدر چست یا باریک لباس پہننا جس سے اعضائے مستورہ کی ہیئات وحجم نظر آئے، ناجائز وحرام ہے (۱)، اسی طرح ننگے سر نماز پڑھنا، یا کہنیاں کھول کر نماز پڑھنا، خواہ قمیص، شرٹ نیم آستین ہو یا آستین چڑھائی گئی ہو، مکروہ ہے (۲)، نیز کمپنی کے اشتہارات پر مشتمل قمیص، شرٹ، ٹی شرٹ وغیرہ پہن کر نماز پڑھنا بھی کراہت سے خالی نہیں، اس لیے کہ یہ بے ڈھب ہونے کے ساتھ ساتھ دیگر مصلیوں کے لیے تشویش کا باعث بھی بنتا ہے (۳)، لہٰذا مسلمانوں، خصوصاً نوجوانوں کو چاہیے کہ نماز کے وقت سب سے بہتر، مسنون لباس کا اہتمام کریں (۴)، اور خود اپنی ودیگر مصلیوں کی نمازوں کو خشوع وخضوع والا بنائیں۔ (۵)

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الکریم " : ﴿یٰبنيٓ اٰدم قد أنزلنا علیکم لباسًا یواري سواٰتکم وریشًا =

....

=ولباس التقوى ذلک خير﴾ . (سورة الأعراف : ٢٦)

ما في " تكملة فتح الملهم " : وكذلک اللباس الرقيق أو اللاصق بالجسم الذي يحكي للناظر شكل حصة من الجسم الذي يجب ستره فهو في حكم ما سبق في الحرمة وعدم الجواز . (۵۳/۴ ، ط : أشرفي ديوبند)

(۲) ما في " التنوير وشرحه مع الشامية " : قال الحصكفي رحمه الله : (وصلوته حاسرًا) أي كاشفًا (رأسه للتكاسل) ولا بأس به للتذلل وأما للإهانة بها فكفر .

(۴۰۷/۲ ، كتاب الصلاة ، باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها ، مطلب في الخشوع ، معارف القرآن :۵۴۳/۳ ، ط : ربانی بُک ڈپو)

(المسائل المہمۃ فیما ابتلت بہ العامۃ :۵۱/۱، ننگے سر نماز پڑھنا،مسئلہ نمبر:۳۸،طبع چہارم)

ما في " خلاصة الفتاوى " : ولو صلى رافعاً كميه إلى المرفقين يكره .

(۵۸/۱ ، كتاب الصلاة ، جنس آخر فيما يكره ، فتاوى قاضي خان على هامش الهندية : ۱۳۵/۱ ، كتاب الصلاة ، فصل فيما يفسد الصلاة)

(المسائل المہمۃ فیما ابتلت بہ العامۃ :۵۰/۱،کہنی تک آستین چڑھا کر نماز پڑھنا،مسئلہ نمبر:۳۴،مکروہات الصلوۃ)

ما في " منية المصلي " : ويكره أن يصلي في ثياب البذلة والمهنة . (ص/۱۰۵)

(۳) ما في " حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح " : وتكره بحضرة كل ما يشغل البال كزينة وبحضرة ما يخل بالخشوع كلَهْوٍ ولعب . (ص/۳۶۰ ، فصل في المكروهات)

ما في " رد المحتار " : تتمة : بقي من المكروهات أشياء آخر ذكرها في المنية ونور الإيضاح وغيرهما : منها : الصلاة بحضرة ما يشغل البال ويخلّ بالخشوع كزينة ولهو ولعب .... قوله : (لأنه يلهي المصلي) أي فيخلّ بخشوعه من النظر إلى موضع سجوده ونحوه ، وقد صرّح في البدائع في مستحبات الصلاة أنه ينبغي الخشوع فيها ، ويكون منتهى بصره إلى موضع سجوده . اهـ . وكذا صرّح في الأشباه أن الخشوع في الصلاة مستحب ، والظاهر من هذا أن الكراهة هنا تنزيهية . فافهم .

(۴۲۵/۲-۴۳۱ ، باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها ، مطلب في بيان السنة والمستحب والمندوب والمكروه وخلاف الأولى ، ومطلب كلة لا بأس دليل على =

....

=المستحب غيره الخ)

ما في " البحر الرائق " : أما نقشه فهو مكروه لأنه يلهي المصلي كما في فتح القدير وغيره. (۶۵/۲ ، قبيل باب الوتر والنوافل)

(۴) ما في " القرآن الكريم " : ﴿يبني ادم خذوا زينتكم عند كل مسجد﴾ .

(سورة الأعراف : ۳۱)

ما في " أحكام القرآن للجصاص " : وقوله تعالیٰ : ﴿خذوا زينتكم عند كل مسجد﴾ . يدل على أنه مندوب في حضور المسجد إلى أخذ ثوب نظيف مما يتزين به ، وقد روي عن النبي ﷺ أنه قال : " ندب إلى ذلک في الجُمع والأعياد " كما أمر بالاغتسال للعيدين والجمعة وأن يمس من طيب أهله " . (۴۳/۳ ، مطلب في ستر العورة في الصلاة)

ما في " جمع الجوامع " : عن ابن عمر قال : قال رسول الله ﷺ : " إذا صلى أحدكم فليلبس ثوبيه ، فإن الله أحق من يزين له " . (۲۱۶/۱ ، قسم الأقوال ، حرف الهمزة ، رقم : ۱۵۳۳ ، اعلاء السنن :۱۳۶/۵ ، رقم : ۱۴۹۷ ، باب استحباب الزينة للصلاة وكراهتها في ثياب البذلة وفي ثوب واحد من غير حاجة)

ما في " اعلاء السنن " : ودل قوله ﷺ : " فإن الله أحق من يزين له " على كراهة الصلاة في ثياب المهنة التي لا يخرج بها الرجل إلى الأكابر ، والمجالس والأسواق ، صرح بها الشرنبلالي في " مراقي الفلاح " ، وغيره في غيرها ، قال : " ورأى عمر رجلا فعل ذلک أي صلى في ثياب البذلة ، فقال : أرأيت لو كنت أرسلتک إلى بعض الناس أكنت تمر في ثيابک هذه ؟ فقال : لا ! فقال عمر – رضي الله عنه – : " الله أحق أن تتزين له " . اهـ .

(۱۳۶/۵ ، باب استحباب الزينة للصلاة وكراهتها في ثياب البذلة الخ)

ما في " رد المحتار " : قال في البحر : وفسرها في شرح الوقاية بما يلبسه في بيته ولا يذهب به إلى الأكابر ، والظاهر أن الكراهة تنزيهية . (۴۰۷/۲ ، كتاب الصلاة ، باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها ، مطلب في الكراهة التحريمية والتنزيهية)

(المسائل المهمة فيما ابتلت به العامة :۵۴/۱، گھٹیا لباس پہن کر نماز پڑھنا، مسئلہ نمبر:۴۳، مکروہات الصلوۃ)

(۵) ما في " القرآن الكريم " : ﴿قد أفلح المؤمنون ○ الذين هم في صلوتهم خٰشعون﴾.=

....

....

....

....

....

....

....

....

....

....

....

....

=(سورة المؤمنون : ١ ، ٢)

ما في " الموسوعة الفقهية " : فذهب جمهور الفقهاء إلى أنه سنة من سنن الصلاة بدليل صحة صلاة من يفكر بأمر دنيوي ... وعليه فيسن للمصلي أن يخشع في كل صلاته بقلبه وبجوارحه ، وذلک بمراعاة ما يلي : أ – أن لا يُحضر فيه غير ما هو فيه من الصلاة . ب – وأن يخشع بجوارحه بأن لا يبعث بشيء من جسده كلحيته أو من غير جسده ، كتسوية ردائه أو عمامته ، بحيث يتصف ظاهره وباطنه بالخشوع ، ويستحضر أنه واقف بين يدي ملک الملوک الذي يعلم السر وأخفى يناجيه ، وأن صلاته معروضة عليه . ج – أن يتدبر القراء ة ؛ لأنه بذلک يكمل مقصود الخشوع . د – أن يفرغ قلبه عن الشواغل الأخرى ؛ لأن هذا أعون على الخشوع ، ولا يسترسل مع حديث النفس . قال ابن عابدين : واعلم أن حضور القلب فراغه من غير ما هو مُلابسٌ له . والأصل في طلب الخشوع في الصلاة قوله تعالى : ﴿قد أفلح المؤمنون ○ الذين هم في صلوتهم خٰشعون﴾ . فسر علي رضي اللّٰه عنه الخشوع في الآية : بلين القلب وكف الجوارح . (١١٨/١٩ ، خشوع)

(چند اہم عصری مسائل:۲/۱۲۵،۱۲۶، بے ڈھب اور اشتہار چھپے ہوئے لباس میں نماز پڑھنے کا حکم)

عام مسجد اور مسجد حرام میں نمازی کے سامنے سے گزرنا

مسئلہ (۴۳): نمازی کے سامنے سے سترے کے بغیر گزرنے پر دو حدیثیں ہیں، پہلی حدیث کا تعلق عام مسجدوں سے ہے، اور دوسری حدیث کا تعلق مسجد حرام سے ہے، پہلی حدیث کا خلاصہ یہ ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نمازی کے سامنے سے گزرنے والے کو اگر (اپنے گزرنے کے) گناہ کا علم ہو جائے، تو وہ چالیس سال تک ٹھہرنے کو گزرنے پر ترجیح دے۔[۱] دوسری حدیث کا حاصل یہ ہے کہ مسجد حرام میں طواف کرنے والوں کے لیے نمازی کے سامنے سے گزرنے کی گنجائش ہے۔[۲] یہ حدیث راجح قول کے مطابق طواف کرنے والوں کے ساتھ خاص ہے، چنانچہ طواف کے بغیر مسجد حرام میں بھی نمازی کے سامنے سے گزرنے کی اجازت نہیں ہوگی، آج کل اِس سلسلے میں بہت زیادہ بے احتیاطی برتی جاتی ہے، لہٰذا مسجد حرام میں طواف کے علاوہ کی حالت میں نمازی کے سامنے سے گزرنے سے احتراز کرنا چاہیے۔

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " جامع الترمذي " : قوله ﷺ : " لو يعلم المارّ بين يدي المصلي ماذا عليه ؟ لكان أن يقف أربعين خيرٌ له من أن يمرّ بين يد يه " . قال أبو النضر : لا أدري ، قال أربعين يومًا أو أربعين شهرًا أو أربعين سنةً .... " وقد روي عن النبي ﷺ أنه قال : " لأن يقف أحدكم مائة عام خيرٌ له من أن يمرّ بين يدي أخيه وهو يصلي " . والعمل عليه عند أهل العلم ، كرهوا المرور بين يدي المصلي ، ولم يرو أن ذلک يقطع صلوٰة الرجل . (۱/۷۹ ، أبواب الصلاة ، باب ما جاء كراهية المرور بين يدي المصلي ، بدائع الصنائع : ۲/۸۴ ، كتاب =

....

....

....

=الصلاة ، فصل فيما يستحب ويكره فيها)

ما في " المسند البزار " : عن بسر بن سعيد قال : أرسلني أبو جُهيم إلى زيد بن خالد ، أسأله عن المارّ بين يدي المصلي ، فقال : سمعت رسول الله ﷺ يقول : " لو يعلم المارّ بين يدي المصلي ، ماذا عليه ، كان لأن يقوم أربعين خريفًا خير له من أن يمر بين يديه " .

(۲۳۹/۹ ، رقم :۳۷۸۲ ، مسند زيد بن خالد الجهني رضي الله عنه ، ط : مكتبة العلوم والحكم المدينة المنورة ، المؤلف : أبو بكر أحمد بن عمرو بن عبد الخالق البزار [م ۲۹۲])

ما في " إعلاء السنن " : إنما اخترت في المتن سياق " البزار " لما فيه من ذكر عدد الأربعين مع مميزه ، وإسناده حجة صحيح أيضًا كما قاله " الهيثمي " . (۷۸/۵)

(۲) ما في " المعجم الكبير للطبراني " : عن الحسن بن علي – رضي الله عنه – " أن رسول الله ﷺ صلى والرجال والنساء يطوفون بين يديه بغير سترة مما يلي الحجر الأسود". (۱۴۲/۳ ، رقم : ۲۶۶۸ ، باب الحاء)

ما في " رد المحتار " : ذكر في " حاشية المدني " : لا يمنع المار داخل الكعبة ، وخلف المقام وحاشية الطواف ، لما روى أحمد وأبو داود عن المطلب بن أبي وداعة أنه رأى النبي ﷺ يصلي مما يلي باب بني سهم ، والناس يمرون بين يديه ، وليس بينهما سترة ، وهو محمول على الطائفين فيما يظهر ؛ لأن الطواف صلاة ، فصار كمن بين يديه صفوف من المصلين . (۴۰۰/۲)

ما في " إعلاء السنن " : ومثله في " البحر العميق " وحكاه عز الدين بن جماعة عن " مشكلات الآثار " للطحاوي ، ونقله الملا في منسكه الكبير ، ونقله سنان آفندي أيضًا في منسكه . وقال : ويؤيد تخصيصه بالطائفين ما في هذا الحديث عند الطحاوي بسند حسن : " ليس بينه وبين الطوافين سترة " . (۸۴/۵ ، كتاب الصلاة ، حكم المرور بين يدي المصلي في المسجد الحرام وغيره ، ط: أشرفيه ديوبند) (چند اہم عصری مسائل:۱۴۱/۲-۱۴۳)

چھوٹی یا بڑی مسجد میں نمازی کے سامنے سے گزرنا

مسئلہ (۳۴): ہر وہ مسجد جس کی لمبائی محراب سے صحن کی طرف کم از کم ۴۰/ذراع، یعنی ۶۰/فٹ ہو، اور شمالاً وجنوباً چوڑائی، لمبائی کے ہی تناسب سے ہو، تو وہ بڑی مسجد کے حکم میں ہے، اور جو مسجد اس مقدار سے کم ہو، وہ چھوٹی مسجد کے حکم میں ہے۔ اور چھوٹی مسجد یا چھوٹے مکان میں نمازی کے آگے سے گزرنا مطلقاً مکروہ ہے۔ اور بڑی مسجد یا بڑے مکان یا بڑے میدان میں راجح ومفتیٰ بہ قول کے مطابق نمازی کے اتنے آگے سے گزرنا جائز ہے کہ خشوع وخضوع سے نماز پڑھنے کی صورت میں نمازی کی نظر وہاں تک نہ پہنچتی ہو، یعنی ڈیڑھ گز یا نمازی کے دو صف کے آگے سے گزرنا درست ہے۔ (۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " رد المحتار " : اختلفوا فيه ، فقدره بعضهم بـ " ستين ذراعًا " وبعضهم قال : إن كانت أربعين ذراعًا ، فهي كبيرة وإلا فصغيرة ، هذا هو المختار .

(۲/۳۳۲ ، كتاب الصلاة ، باب الإمامة)

ما في " المبسوط للسرخسي " : وحد المرور بين يديه غير منصوص في الكتاب ، وقيل : إلى موضع السجود ، وقيل : بقدر الصفين ، وأصح ما قيل فيه أن المصلي لو صلى بخشوع فإلى الموضع الذي يكره المرور بين يديه ، وفيما وراء ذلک لا يكره .

(۱/۱۹۲ ، كتاب الصلاة ، باب الحدث في الصلاة ، ط : دار المعرفة بيروت)

ما في " التنوير وشرحه مع الشامية " : ومرور مارٍ في الصحراء أو في مسجد كبير بموضع سجوده في الأصح (أو) مروره (بين يديه) إلى حائط القبلة (في) بيت و (مسجد) صغير فإنه كبقعة واحدة (مطلقاً) ولو امرأة أو كلبًا . التنوير وشرحه . وفي الشامية : قوله : (في =

....

=الأصح) هو ما اختاره شمس الأيمة وقاضي خان، وصاحب الهداية ، واستحسنه في المحيط ، وصححه الزيلعي . (٣٩٨/٢ ، كتاب الصلاة ، باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها، مطلب إذا قرأ قوله تعالى جدک بدون ألف لا تفسد ، تبيين الحقائق : ٤٠١/١ ، كتاب الصلاة ، باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها ، الفتاویٰ الهند ية : ١٠٤/١ ، كتاب الصلاة ، الباب السابع فيما يفسد الصلاة وما يكره فيها ، الفصل الأول ، منع المارّ بين يدي المصلي)

ما في " الفتاوى التاتارخانية " : قال الشيخ أبو جعفر : إذا مر في موضع يقع بصر المصلي عليه ، وبصره إلى موضع سجوده ، فذلک مكروه ، وما زاد على ذلک فليس بمكروه ، وفي الظهيرية : والمختار ما قاله أبو جعفر ، وفي السغناقي : الأصح إن كان بحال لو صلى صلاة خاشع لا يقع بصره على المار ، فلا يكره ، وكذا اختيار فخر الإسلام .

(٢٨٤/٢ ، ٢٨٥ ، كتاب الصلاة ، مسائل سترة ، ط : زكريا ديوبند)

ما في " إعلاء السنن " : وقواه المحقق في الفتح أنه إن كان بحال لو صلى صلاة الخاشعين نحو أن يكون بصره في قيامه في موضع سجوده ، وفي موضع قدميه في ركوعه ، وإلى أرنبة أنفه في سجوده ، وفي حجره في قعوده ، لا يقع بصره على المار ، لا يكره .... قال : وقد جرّبت ذلک ، فظهر لي أنه إذا كان بصره في قيامه في موضع السجود ، لا يجاوز ثلاثة أذرع ، فالتقدير بذلک موافق للأثر ، والمختار أجلة الفقهاء من أصحابنا .

(٨٠/٥ ، ٨١ ، كتاب الصلاة ، حكم المرور بين يدي المصلي في المسجد الحرام وغيره)

ما في " الموسوعة الفقهية " : لا خلاف بين الفقهاء في أن المرور وراء السترة لا يضر ، وأن المرور بين المصلي وسترته منهي عنه ، فيأثم المار بين يديه ، لقوله ﷺ : " لو يعلم المار بين يدي المصلي ماذا عليه من الإثم لكان أن يقف أربعين خيرًا له من أن يمر بين يديه " . ويرى جمهور الفقهاء : الحنفية والمالكية والحنابلة : أن المار بين يدي المصلي آثم ولو لم يصل إلى سترة . وذلک إذا مر قريبا منه ، واختلفوا في حد القرب ، قال بعضهم : ثلاثة أذرع فأقل .... والأصح عند الحنفية أن يكون المرور من موضع قدمه إلى موضع سجوده ، وقال بعضهم : إنه قدر ما يقع بصره على المار لو صلى بخشوع ، أي راميًا ببصره إلى موضع سجوده .

(١٨٤/٢٤ ، ١٨٥ ، المرور بين المصلي والسترة) (چنداہم عصری مسائل:١٤٨/٢، ١٤٩)

نمازی اور گزرنے والے کے مابین محاذات کی صورتیں

مسئلہ (۳۵): نمازی اور گزرنے والے کے مابین محاذات کی چند صورتیں ہیں: (۱) گزرنے والے کے سارے اعضا نمازی کے سارے اعضا کے محاذات میں آجائیں۔ (۲) گزرنے والے کے جسم کا اکثر حصہ نمازی کے جسم کے اکثر حصے کی محاذات میں آئے۔ (۳) گزرنے والے کا آدھا جسم نمازی کے آدھے جسم کی محاذات میں آئے۔ (۴) گزرنے والے کا آدھا جسم سے کم نمازی کے آدھے جسم سے کم کی محاذات میں آئے۔ اِن صورتوں میں سے صرف آخری صورت میں نمازی کے سامنے سے بغیر سترے کے گزرنے کی اجازت ہے، باقی صورتوں میں گزرنا مکروہ ہے۔ چنانچہ اگر آدمی اونچی جگہ پر نماز پڑھ رہا ہے، یا مسجد کے صحن میں نماز پڑھ رہا ہے، اور مسجد کا برآمدہ صحن سے اونچا ہے، تو دیکھ لیا جائے کہ نمازی کے سامنے گزرنے کی صورت میں کس درجہ محاذات ہو رہی ہے، اگر نمازی کے آدھے جسم سے کم محاذات ہو، تو گزرنے کی اجازت ہے، ورنہ نہیں۔ (۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الدر المختار مع الشامية " : (أو) مروره (أسفل من الدكان أمام المصلي لو كان يصلي عليها) أي : الدكان (بشرط محاذاة بعض أعضاء المار بعض أعضائه ، وكذا سطح وسرير وكل مرتفع) دون قامة المار . (در مختار) وفي الشامية : قال في شرح المنية : لا يخفى أن ليس المراد محاذاة أعضاء المار جميع أعضاء المصلي ، فإنه لا يتأتى إلا إذا اتحد مكان المرور ومكان الصلاة في العلو والتسفل ، بل بعض الأعضاء بعضًا ، وهو يصدق على محاذاة رأس المار قدمي المصلي . اهـ . لكن في القهستاني : ومحاذاة الأعضاء=

....

....

....

....

....

....

....

....

....

= للأعضاء يستوي فيه جميع أعضاء المار ، هو الصحيح ، كما في التتمة : وأعضاء المصلي كلها كما قاله بعضهم أو أكثرها كما قاله آخرون كما في الكرماني . وفيه إشعار بأنه لو حاذى أقلها أو نصفها لم يكره ، وفي الزاد أنه يكره إذا حاذى نصفه الأسفل النصف الأعلى من المصلي كما إذا كان المار على فرس . اهـ .

(۳۹۹/۲ ، كتاب الصلاة ، باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها ، ط : بيروت)

ما في " تقريرات الرافعي على رد المحتار " : عبارة القهستاني : " ويأثم بالمرور أمام المصلي في " أي موضع من " مسجد صغير " وأما في غيره ففيما ينتهي إليه بصره ناظرًا في مسجده " و " فيما " حاذى الأعضاء " أي يستوي فيه جميع أعضاء المار أو أكثرها " الأعضاء " أي أعضاء المصلي كلها كما قاله بعضهم ، أو أكثرها كما قاله آخرون كما في الكرماني . وفيه إشعار إلى آخر عبارة المحشي التي نقلها عنه " إن صلى على دكان " أي موضع مرتفع . اهـ . والقصد مما نقله عن الكرماني أنه يحتمل أن يراد بمحاذاة الأعضاء للأعضاء محاذاة جميع أعضاء المار أو أكثرها لجميع أعضاء المصلي على قول ، أو أكثرها على قول . فقد حكى القولين الكرماني . وخرج احتمال النصف والأقل فيفهم أنه لا يكره . وفي الزاد أدخل النصف في الكراهة أيضًا . كذا في حاشية القهستاني . تأمل .

(۱۱۳/۱۳ ، ۱۱۴ ، كتاب الصلاة ، باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها)

(چند اہم عصری مسائل: ۱۵۰/۲، ۱۵۱)

نمازی کے سامنے سے گزرنا (پہلی صورت)

مسئلہ (۳۶): اگر کوئی شخص ایسی جگہ نماز پڑھے جہاں گزرنے والے کے لیے کوئی رُکاوٹ نہ ہو، یعنی اُس کے لیے نمازی کے سامنے کے بجائے، دوسری طرف سے گزرنا ممکن ہو، اس کے باوجود وہ نمازی کے سامنے سے گزرے، تو اس صورت میں گناہ صرف گزرنے والے پر ہوگا، نمازی گناہ گار نہیں ہوگا۔ (۱)

نمازی کے سامنے سے گزرنا (دوسری صورت)

مسئلہ (۳۷): اگر کوئی شخص ایسی جگہ نماز کی نیت باندھ لے، جو گزرنے والے کا راستہ ہو، اور اُس کے لیے گزرنے کا کوئی متبادل راستہ نہ ہو، مثلاً: اِقامتِ جماعت کے وقت کوئی شخص مسجد کے عین دروازے پر نیت باندھ لے، تو ایسی صورت میں صرف نمازی گناہ گار ہوگا، گزرنے والے پر کوئی گناہ نہیں ہوگا۔ (۲)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " رد المحتار " : قال في الحلية : وقد أفاد بعض الفقهاء أن هنا صورًا : الأولى : أن يكون للمار مندوحة عن المرور بين يدي المصلي ولم يتعرض المصلي لذلک ، فيختص المار بالإثم إن مر . (۲/۳۹۹ ، كتاب الصلاة ، باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها ، مطلب إذا قرأ قوله تعالى جدک – بدون ألف لا تفسد ، ط : بيروت ، الموسوعة الفقهية : ۱۸۵/۲۴ ، أثر المرور بين يدي المصلي في قطع الصلاة) (چند اہم عصری مسائل:۱۵۲/۲)

(۲) ما في " رد المحتار " : الثانية : مقابلتها : وهي أن يكون المصلي تعرض للمرور ، والمار ليس له مندوحة عن المرور ، فيختص المصلي بالإثم دون المار . (۳۹۹/۲ ، الموسوعة الفقهية : ۱۸۵/۲۴ ، أثر المرور بين يدي المصلي في قطع الصلاة) (چند اہم عصری مسائل:۱۵۳/۲)

نمازی کے سامنے سے گزرنا (تیسری صورت)

مسئلہ (۳۸): اگر کسی نمازی شخص نے عام گزرگاہ پر نماز کی نیت باندھ لی، اور گزرنے والے کے لیے اُس کے سامنے کے بجائے، دوسرا راستہ اختیار کرنا ممکن تھا، لیکن اِس کے باوجود وہ نمازی کے سامنے سے گزرے، تو ایسی صورت میں دونوں گناہ گار ہوں گے۔ (۱)

نمازی کے سامنے سے گزرنا (چوتھی صورت)

مسئلہ (۳۹): اگر نمازی شخص نے ایسی جگہ نماز کی نیت باندھی، جو عام گزرگاہ نہیں ہے، لیکن اگر گزرنے والے کو کسی وجہ سے، اُس کے سامنے سے گزرنا، ناگُزیر (ضروری) ہوگیا، تو ایسی صورت میں دونوں میں سے کسی پر بھی گناہ نہیں ہوگا۔ (۲)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " رد المحتار " : الثالثة : أن يتعرض المصلي للمرور ويكون للمار مندوحة فيأثمان ، أما المصلي فلتعرضه ، وأما المار فلمروره مع إمكان أن لا يفعل .

(۲/ ۳۹۹ ، الموسوعة الفقهية : ۲۴/ ۱۸۵ ، أثر المرور بين يدي المصلي في قطع الصلاة)

(چنداہم عصری مسائل: ۲/ ۱۵۳)

(۲) ما في " رد المحتار " : الرابعة : أن لا يتعرض المصلي ولا يكون للمار مندوحة فلا يأثم واحد منهما ، كذا نقله الشيخ تقي الدين بن دقيق العيد رحمه الله تعالى . اهـ .

(۲/ ۳۹۹ ، الموسوعة الفقهية : ۲۴/ ۱۸۵ ، أثر المرور بين يدي المصلي في قطع الصلاة)

(چنداہم عصری مسائل: ۲/ ۱۵۳)

نمازی کے سامنے سے ہٹنا

مسئلہ (۴۰): اگر کوئی شخص نمازی کے بالکل سامنے محاذات؛ یعنی برابری میں بیٹھا ہوا ہو، تو اس صورت میں سامنے سے ہٹنا مُرور؛ یعنی گزرنے میں داخل نہیں ہے، البتہ اگر نمازی دائیں جانب کچھ ہٹا ہوا ہے، تو بیٹھنے والے کو چاہیے کہ اُس کے بائیں جانب سے ہٹے، اور اگر نمازی بائیں جانب ہٹا ہوا ہے، تو اُس کے دائیں جانب سے ہٹے، اور اگر بالکل محاذات؛ یعنی برابری میں ہو، تو ہر طرف سے ہٹ سکتے ہیں، لیکن مذکورہ صورت میں بیٹھے رہنا اور ختمِ نماز کا انتظار کرنا اَولیٰ ہے۔(۱)

سترے کی جگہ تپائی یا اٹیچی سامنے رکھنا

مسئلہ (۴۱): بعض لوگ عارضی طور پر سترے کے بقدر کوئی چیز، مثلاً: تپائی وغیرہ نمازی کے سامنے رکھ دیتے ہیں، اور پھر سامنے سے گزر جاتے ہیں، پھر وہ چیز بھی اُس کے سامنے سے ہٹا لیتے ہیں، یہ صورت اختیار کرنا جائز و درست ہے۔(۲)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " رد المحتار " : ولو مرّ إثنان يقوم أحدهما أمامه ، ويمر الآخر ، ويفعل الآخر هكذا ، ويمران . كذا في القنية . (۲/۴۰۱ ، كتاب الصلاة ، باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها) (امداد الاحکام:۲/۴۲۳، کتاب الصلوۃ، مسائل متفرقہ)

(منتخباتِ نظام الفتاویٰ:۱/۲۶۸، ط: ایفا پبلی کیشنز، دہلی، چند اہم عصری مسائل:۲/۱۵۳)=

بجائے سترہ کسی شخص کو نمازی کے سامنے کھڑا کرنا

مسئلہ (۴۲): بعض لوگ کسی دوسرے آدمی کو نمازی کے سامنے کھڑا کردیتے ہیں، اور گزر جاتے ہیں، اور پھر وہ سامنے کھڑا ہونے والا بھی ہٹ جاتا ہے۔ اِس صورت کی بھی حضراتِ فقہائے کرام نے اجازت دی ہے۔ (۱)

الحجة على ما قلنا :

=(۲) ما في " الموسوعة الفقهية " : اتفق الفقهاء على أنه يصح أن يستتر المصلي بكل ما انتصب من الأشياء كالجدار والشجر والأسطوانة والعمود ، أو بما غرز كالعصا والرمح والسهم وما شاكلها ، وينبغي أن يكون ثابتًا غير شاغل للمصلي عن الخشوع .

(۱۷۸/۲۴ ، ما يجعل سترة)

ما في " رد المحتار " : أراد المرور بين يدي المصلي فإن كان معه شيء يضعه بين يديه ، ثم يمر ويأخذه . (۲/ ۴۰۱) (چند اہم عصری مسائل:۲/۱۵۵)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الموسوعة الفقهية " : اتفق الفقهاء على أنه يصح أن يستتر المصلي بكل ما انتصب من الأشياء كالجدار والشجر والأسطوانة والعمود ، أو بما غرز كالعصا والرمح والسهم وما شاكلها ، وينبغي أن يكون ثابتًا غير شاغل للمصلي عن الخشوع .

(۱۷۸/۲۴ ، ما يجعل سترة)

ما في " حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح " : وشمل كل ما انتصب كإنسان قائم أو قاعد أو دابة كما في القهستاني والحلبي ، وجوز قي القنية بظهر الرجل ، ومنع بوجهه .

(۱/ ۲۰۰ ، ۲۰۱ ، فصل في اتخاذ السترة ، ط : مصطفى الحلبي)

ما في " الموسوعة الفقهية " : فقال الحنفية والمالكية : يصح أن يستتر بظهر كل رجل قائم أو قاعد ، لا بوجهه ، ولا بنائم . (۱۷۹/۲۴ ، الاستتار بالآدمي)

ما في " رد المحتار " : ولو مر إثنان يقوم أحدهما أمامه ، ويمر الآخر ، ويفعل الآخر هكذا يمران . كذا في القنية . (۲/ ۴۰۱) (چند اہم عصری مسائل:۲/۱۵۵)

سترے کی جگہ اپنا عصا یا رومال نمازی کے سامنے کر دینا

مسئلہ (۴۳): بعض حضرات ''عصا'' لے کر چلتے ہیں، وہ اپنا عصا نمازی کے سامنے رکھ کر آگے سے گزر جاتے ہیں، اور پھر اپنا عصا بھی ساتھ میں لے جاتے ہیں۔ اسی طرح بعض لوگ اپنا ''رومال'' نمازی کے سامنے کر دیتے ہیں اور گزر جاتے ہیں۔ اِس صورت کے بارے میں علامہ شامی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مجھے کسی کتاب میں اِس کا حکم نہیں ملا، البتہ مفتی رشید احمد صاحب لدھیانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ- بظاہر اِس کے جواز میں کوئی مانع نہیں ہے، لہٰذا بوقتِ ضرورت اِس کی گنجائش ہے۔ (۱)

سترے کا ایک مخصوص طریقہ

مسئلہ (۴۴): بعض علاقوں میں سترے کا یہ طریقہ رائج ہے کہ چند نمازیوں سے آگے ایک خاص طریقے سے بنی ہوئی تپائی، یا کوئی دوسری چیز رکھ دی جاتی ہے، جس کے بیچ کا حصہ زمین سے مَس نہیں ہوتا ہے، صرف دونوں طرف کے کنارے زمین سے لگے ہوئے ہوتے ہیں، تو اِس صورت میں اگر چہ ہر نمازی کے سامنے سترہ زمین سے مَس نہیں ہوتا ہے، لیکن چوں کہ اِس کو باقاعدہ سترے کے مقصد سے بنایا جاتا ہے، اور دونوں طرف کے کونے زمین پر ٹکے ہوئے ہوتے ہیں، اِس لیے گویا اِس صورت میں بھی حکماً ہر نمازی کے سامنے سترے کا زمین سے اتصال پایا جاتا ہے، لہٰذا اس طرح کی چیزیں شرعاً سترہ بن سکتی ہیں۔ (۲)

....

....

....

....

....

....

....

....

....

....

....

....

....

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " رد المحتار " : قال : وإذا كان معه عصًا لا تقف على الأرض بنفسها ، فأمسكها بيده ، ومر من خلفها هل يكفي ذلک ؟ لم أره . (۱/۱۰۴)

(احسن الفتاویٰ:۴/۴۱۰، چند اہم عصری مسائل:۲/۱۵۵،۱۵۶)

الحجة على ما قلنا :

(۲) ما في " سنن ابن ماجة " : عن عبد الرحمن بن أبي سعيد عن أبيه قال : قال رسول الله ﷺ : " إذا صلى أحدكم فليصل إلى سترة ، وليدن منها ، ولا يدع أحدًا يمر بين يديه ، فإن جاء أحد يمر فليقاتله ؛ فإنه شيطان " . (۱/۳۰۷ ، ط : الحلبي)

ما في " الموسوعة الفقهية " : وسترة المصلي في الاصطلاح : هي ما يغرز أو ينصب أمام المصلي من عصا أو غير ذلک ، أو ما يجعله المصلي أمامه لمنع المارين بين يديه . وعرفها البُهوتي : بأنها ما يستتر به من جدار أو شيء شاخص ... أو غير ذلک يصلي إليه .

(۲۴/۱۷۷ ، سترة المصلي) (چند اہم عصری مسائل:۲/۱۵۶)

سلامِ اول کے بعد نمازی کے سامنے سے گزرنا

مسئلہ (۴۵): بعض لوگ کہتے ہیں کہ دونوں طرف سلام پھیرنا واجب ہے، اس لیے پہلے سلام کے بعد دوسرے سلام سے پہلے نمازی کے سامنے سے گزرنا مکروہ ہے، اُن کا یہ قول غلط ہے، صحیح بات یہ ہے کہ پہلے سلام کے بعد نمازی کے سامنے سے گزرنا شرعاً درست ہے، اِس لیے کہ دونوں سلام اگرچہ واجب ہیں، لیکن نماز پہلے سلام ہی پر ختم ہوجاتی ہے، بلکہ ''علیکم'' کہنے سے پہلے لفظِ ''السلام'' سے ہی نماز ختم ہوجاتی ہے، اِسی وجہ سے اگر کوئی شخص پہلے سلام کے بعد اقتدا کرے، تو اُس کی اقتدا صحیح نہیں ہوتی۔ (۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الدر المختار مع الشامية " : (ولفظ السلام) مرتين ، فالثاني واجب على الأصح . برهان . دون عليكم ، وتنقضي قدوة بالأول قبل عليكم على المشهور عندنا . (در مختار) . وفي الشامية : قوله : (وتنقضي قدوة بالأول) أي بالسلام الأول . قال في التجنيس : الإمام إذا فرغ من صلوته ، فلما قال : السلام ، جاء رجل واقتدى به قبل أن يقول عليكم لا يصير داخلا في صلوته ؛ لأن هذا سلام . (۱۶۲/۲ ، كتاب الصلاة ، باب صفة الصلاة ، مطلب لا ينبغي أن يعدل عن الدراية إذا وافقتها رواية ، ط : زكريا ديوبند)

(چند اہم عصری مسائل:۱۵۶/۲)

نماز میں موبائل پر مِس کال دیکھنا

مسئلہ (۴۶): نماز شروع کرنے سے پہلے موبائل بند کرلینا ضروری ہے، ورنہ مسجد میں نماز کے دوران موبائل بجنے کی صورت میں میوزک بجنے کا گناہ ہوگا، اور لوگوں کی نماز میں خلل ڈالنے کی وجہ سے بھی گناہ ہوگا، تاہم اگر کوئی نماز سے پہلے موبائل بند کرنا بھول گیا تھا، اور نماز کے دوران کسی کی کال آئی، اور موبائل بجنا شروع ہوگیا، تو نماز کے دوران صرف ایک ہاتھ کی مدد سے اس کو بند کردے، دونوں ہاتھ ایک ساتھ استعمال نہ کرے، ورنہ عملِ کثیر [☆] کی وجہ سے نماز فاسد ہوجائے گی۔ بعض لوگ نماز کے دوران موبائل کال آنے کی صورت میں موبائل نکال کر دیکھتے ہیں، کہ کال کس کی ہے، پھر بند کرکے رکھ دیتے ہیں، یہ صورت صحیح نہیں ہے، احناف کے نزدیک نماز فاسد ہوجائے گی۔ (۱)

الحجة علی ما قلنا :

[☆] ما في " المسائل المهمة فيما ابتلت به العامة " : ''مسئلہ(٦٦): عملِ کثیر نمازی کے اس عمل کو کہا جاتا ہے جو اصلاحِ صلوۃ کے لیے نہ ہو، اور اعمالِ صلوۃ میں سے بھی نہ ہو، اور اس کو اس انداز سے کیا جائے کہ اچانک دیکھنے والا یہ سمجھے کہ یہ شخص نماز میں نہیں ہے، ایسے عمل سے نماز فاسد ہوجاتی ہے، بہت سے لوگوں سے نماز میں عملِ کثیر سرزد ہوتا ہے۔ (۱۱۱/۵)

(۱) ما في " الدر المختار مع الشامية " : (و) يفسدها (كل عمل كثير) ليس من أعمالها ولا لإصلاحها ، وفيه أقوال خمسة : أصحها (ما لا يشكّ) بسببه (الناظر) من بعيد (في فاعله أنه ليس فيها) . (التنوير وشرحه) . وفي الشامية : قال الشامي رحمه الله : القول الثاني : أن ما يعمل عادة باليدين كثيرٌ ، وإن عمل بواحدة كالتعمّم وشدّ السراويل ، وما عمل بواحدة قليلٌ ، وإن عمل بها كحلّ السراويل ولبس القلنسوة ونزعها إلا إذا تكرّر ثلاثاً =

....

....

....

....

....

....

....

....

....

....

....

=متواليةً . اهـ . (٣٣٢/٢ ، كتاب الصلاة ، باب ما يفسد الصلاة وما يكره ، مطلب في التشبه بأهل الكتاب ، شرح الوقاية : ص/١٦٥ ، مفسدات الصلاة)

ما في " البحر الرائق " : إذا رآه على هذا العمل وتيقن أنه ليس في الصلاة فهو عمل كثير ، وإن شک فهو قليل ، ثانيها أن ما يقام باليدين عادة كثير ، وإن فعله بيد واحدة كالتعمم ولبس القميص ، وشد السراويل ، والرمي عن القوس ، وما يقام بيد واحدة قليلٌ ، ولو فعله باليدين كنزع القميص ، وحلّ السراويل ، ولبس القلنسوة ونزعها ، ونزع اللجام ، وما أشبه ذلک .
(٢٠/٢ ، كتاب الصلاة ، باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها ، ط : دار الكتاب ديوبند)

ما في " الفتاوى الهندية " : (الأول) أن ما يقام باليدين عادة كثيرٌ ، وإن فعله بيد واحدة كالتعمم ولبس القميص وشدّ السراويل ، والرمي عن القوس ، وما يقام بيد واحدة قليلٌ ، وإن فعل بيدين كنزع القميص وحلّ السراويل ، ولبس القلنسوة ونزعها ، ونزع اللجام . هكذا في التبيين . (١٠١/١ – ١٠٢ ، كتاب الصلاة ، الباب السابع فيما يفسد الصلاة وما يكره فيها ، تبيين الحقائق : ٤١٢/١ ، كتاب الصلاة ، باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها)

(نماز کے مسائل کا انسائیکلوپیڈیا:۴/۱۵۸،۱۵۹،موبائل)

باب السنن والنوافل

نمازِ مغرب سے پہلے دو رکعت نماز کی شرعی حیثیت

مسئلہ (۴۷): سورج غروب ہوتے ہی مغرب کا وقت شروع ہوجاتا ہے، اور حدیث شریف میں مغرب کی نماز جلد پڑھنے کی ترغیب دی گئی ہے (۱)، اس لیے نمازِ مغرب کو جلد پڑھنے پر اُمت کا اِجماع ہے، اور حنفیہ تعجیلِ مغرب کا لحاظ کرتے ہوئے مغرب سے قبل نفل نماز کو مکروہ کہتے ہیں، کہ لوگ کہیں نوافل میں مشغول ہوکر مغرب میں تاخیر نہ کرنے لگیں (۲)، اور جن روایتوں میں نفل قبل المغرب کا ثبوت ہے، وہ بعض بعض سے متعارض ہیں، اس سے سنیت ثابت نہیں ہوتی، ہاں! اگر کوئی شخص بغیر سنت سمجھے (نفل سمجھ کر) ادا کرلے، تو مباح درجے کی چیز ہے، اِنکار میں تشدُّد برتنے کی ضرورت نہیں۔

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " سنن أبي داود " : .... " لا تزال أمتي بخير " أو قال : " على الفطرة ما لم يؤخّروا المغرب إلى أن تشتبك النّجوم ". (ص/۶۰ ، رقم : ۴۱۸ ، باب في وقت المغرب)

(۲) ما في " إعلاء السنن " : فرجّحت الحنفية أحاديث التعجيل لقيام الإجماع على كونه سنة ، وكرهوا التنفل قبلها ؛ لأن فعل المباح والمستحب إذا أفضى إلى الإخلال بالسنة يكون مكروها ، ولا يخفى أن العامة لو اعتادوا صلاة ركعتين قبل المغرب ليخلون بالسنة حتمًا ، ويؤخرون المغرب عن وقتها قطعًا ، وأما لو تنفل أحد من الخواص قبلها ولم يخل بسنة التعجيل فلا يلزم عليه ؛ لأنه قد أتى بأمر مباح في نفسه أو مستحب عند بعضهم ، فحاصل الجواب أن التنفل قبل المغرب مباح في نفسه ، وإنما قلنا بكراهته نظرًا إلى =

باب صلاة الجمعة

مسافر اور نمازِ جمعہ

مسئلہ (۴۸): بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ مسافر شخص جمعہ کی نماز نہیں پڑھ سکتا، اور پڑھا بھی نہیں سکتا، اُن کا یہ خیال صحیح نہیں، صحیح یہ ہے کہ مسافر شخص جمعہ کی نماز پڑھ بھی سکتا ہے، اور پڑھا بھی سکتا ہے، شرعاً اس میں کوئی ممانعت نہیں ہے۔[1]

=العارض، فالكراهة عارضة . (۶۹/۲ ، مبحث الركعتين قبل المغرب ، ط: أشرفيه ديو بند) (چند اہم عصری مسائل: ۲/ ۱۰۸، ۱۰۹، نمازِ مغرب سے قبل سنت پڑھنے کی شرعی حیثیت)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الدر المختار مع الشامية " : (وشرط لافتراضها) تسعة تختص بها : (إقامة بمصر) . (در مختار) . وفي الشامية : قوله : (إقامة) خرج به المسافر .

(۱۵۳/۲ ، كتاب الصلاة ، باب الجمعة ، مطلب في شروط وجوب الجمعة ، ط: سعيد كراچي ، و: ۲۶/۳ ، ط : بيروت)

ما في " البحر الرائق " : ومن لا جمعة عليه إن أداها جاز عن فرض الوقت وللمسافر والعبد والمريض أن يؤم فيها . كنز .

(۱۵۲/۲ ، كتاب الصلاة ، باب صلاة الجمعة ، ط : سعيد كراچي)

(نماز کے مسائل کا انسائیکلو پیڈیا: ۴/ ۵۷، مسافر جمعہ کی نماز پڑھا سکتا ہے)

باب صلاة المسافر

مسافر مقتدی کی فاسد نماز کا اعادہ

مسئلہ (۴۹): اگر کسی مسافر شخص نے مقیم امام کی اقتدا میں نماز ادا کی، اور امام کی نماز فاسد ہوئی، تو مقیم امام تو دوبارہ چار رکعت ہی پڑھے گا، اور یہ مسافر شخص اس کی اقتدا کرلے، تو وہ بھی چار ہی رکعت پڑھے گا، لیکن اگر مسافر مقتدی اسی نماز کو دوبارہ اکیلا پڑھ رہا ہو، تو وہ قصر کرے گا، مقیم امام کی اقتدا میں فاسد شدہ نماز کو دوبارہ اکیلا پڑھنے کی صورت میں چار رکعت نہیں پڑھے گا۔[1]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " رد المحتار " : قوله : (وأما اقتداء المسافر بالمقيم) .... (فيصح في الوقت ويتم) أي سواء بقي الوقت أو خرج قبل إتمامها لتغير فرضه بالتبعية لاتصال المغير بالسبب وهو الوقت ، ولو أفسده صلى ركعتين لزوال المغير . (۱۳۰/۲ ، كتاب الصلاة ، باب صلاة المسافر ، ط : سعيد كراچي ، و: ۶۱۲/۲ ، ط : بيروت)

ما في " الفتاوى الهندية " : وإن اقتدى مسافر بمقيم أتم أربعا وإن أفسده يصلي ركعتين .

(۱۴۲/۱ ، كتاب الصلاة ، الباب الخامس عشر في صلاة المسافر ، ط : حقانيه پشاور)

ما في " البحر الرائق " : قوله : (ولو اقتدى مسافر بمقيم في الوقت صح وأتم) لأنه يتغير فرضه إلى الأربع للتبعية ...... وإذا كان التغيير لضرورة الاقتداء ، فلو أفسده صلى ركعتين لزواله . (۱۳۴/۲ ، كتاب الصلاة ، باب المسافر ، ط: سعيد كراچي)

(نماز کے مسائل کا انسائیکلوپیڈیا: ۵۷/۴، ۵۸، مسافر کے امام کی نماز فاسد ہوگئی)

باب صلوة المريض

موتیا آپریشن والے پر نماز

مسئلہ (۵۰): اگر کسی شخص کی آنکھ میں موتیا ہے، آپریشن کرانا ضروری ہے، ورنہ آنکھ کی بینائی ختم ہوجائے گی، تو آپریشن کراسکتا ہے، اگر آپریشن کے بعد قیام، رکوع اور سجود کے ساتھ نماز پڑھ سکتا ہے، تو قیام، رکوع اور سجود کے ساتھ نماز پڑھے، اور اگر قیام، رکوع وسجود کے ساتھ نماز نہیں پڑھ سکتا ہے، تو بیٹھ کر سر کے اشارے سے نماز پڑھے [۱]، اور اگر سر کے اشارے سے نماز پڑھنے میں نقصان ہوتا ہے، تو ایسی مجبوری کی صورت میں نماز نہ پڑھے، بلکہ نماز پڑھنے کے قابل ہونے کے بعد، فوت شدہ نمازوں کی قضا پڑھ لے۔ [۲]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " التنوير وشرحه مع الشامية " : (من تعذر عليه القيام) أي كله (لمرض) حقيقي، وحدُّهُ أن يلحقه بالقيام ضرر ، به يفتى (قبلها أو فيها) ... (أو) حكمي بأن (خاف زيادته ، أو بطء برئه بقيامه ، أو دوران رأسه ، أو وجد لقيامه ألمًا شديدًا) .... (صلى قاعدًا) ..... (كيف شاء) على المذهب ؛ لأن المرض أسقط عنه الأركان فالهيئات أولى .... (بركوع وسجود وإن قدر على بعض القيام) .... (قام) .... (وإن تعذرا) ... (لا القيام أومأ) ... (قاعدًا) ..... (ويجعل سجوده أخفض من ركوعه) ...... (وإن تعذر القعود) ولو حكمًا (أومأ مستلقيًا) على ظهره (ورجلاه نحو القبلة) . اهـ .

(۵۶۴/۲ - ۵۶۹ ، كتاب الصلاة ، باب صلاة المريض ، ط : بيروت)

ما في " الموسوعة الفقهية " : فإن تعذر عليه القيام لمرض صلى قائمًا مستندًا ثم جالسا مستقبلا ثم جالسا مستندا ، ثم مضطجعا على جنبه الأيمن مستقبل القبلة بوجهه ثم =

....

....

....

....

....

....

....

....

....

....

....

....

....

=مستلقيا على ظهره مستقبل القبلة برجليه ، ثم مضطجعا على جنبه الأيسر ، ويؤمي بالركوع والسجود في الاضطجاع والاستلقاء . ... وذهب الحنفية – ما عدا زفر – وهو قول عند المالكية ، ورواية عن أحمد اختارها ابن تيمية إلى أنه إن تعذر الإيماء برأسه تسقط عنه الصلاة ؛ لأن مجرد العقل لا يكفي لتوجه الخطاب .

(۳۵٦/۳٦ ، مرض ، أحكام المرض ، ثالثا : كيفية صلاة المريض واستقبال القبلة)

(۲) ما في " الموسوعة الفقهية " : العبادات المحددة بوقت تفوت بخروج الوقت المحدد لها من غير أداء ، وتتعلق بالذمة إلى أن تقضى .... وجاء في الفتاوى الهندية : والقضاء فرض في الفرض ، وواجب في الواجب ، وسنة في السنة .

(۲۴/۳۴ ، ۲۵ ، قضاء ، قضاء الفوائت ، الحكم التكليفي ، الفتاوى الهندية : ۱۲۱/۱ ، الباب الحادي عشر في قضاء الفوائت ، ط : دار الفكر بيروت)

(نماز کے مسائل کاانسائیکلوپیڈیا:۴/ ۱۵۹، ۱۶۰، موبائل)

(فتاویٰ رحیمیہ:۵/ ۱۹، آنکھ میں موتیاہوتو نماز کاحکم، و:۵/ ۱۶۲، آنکھ کے آپریشن کے بعد نماز پڑھنے کا طریقہ)

کتاب الجنائز

جنازہ کے احکام ومسائل

نمازِ جنازہ کے بعد اجتماعی دعا

مسئلہ (۵۱): تدفینِ میت کے بعد اجتماعی دعا کا ذکر، احادیث میں وارد ہے، لیکن نمازِ جنازہ کے فوراً بعد دعا کسی حدیث میں مذکور نہیں ہے، بلکہ یہ ایک غیر مشروع عمل ہے، اور بدعت ہے، اسی لیے مشہور شارحِ حدیث شیخ ملا علی قاری رحمہ اللہ نے نمازِ جنازہ کے بعد دعا کو منع لکھا ہے، اور اسے نمازِ جنازہ کے اندر (اپنی طرف سے) اضافے کے مشابہ قرار دیا، الغرض! نمازِ جنازہ کے بعد اجتماعی طور پر دعا کرنا بے اصل ہے۔[1]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " مرقاة المفاتيح " : ولا يدعو للميت بعد صلاة الجنازة ؛ لأنه يشبه الزيادة في صلاة الجنازة . الخ .

(۱۲۱۳/۳ ، باب المشي بالجنازة والصلاة عليها ، ط: دار الفكر بيروت)

ما في " الفتاوى البزازية على هامش الهندية " : ولا يقوم بالدعاء بعد صلاة الجنازة ؛ لأنه دعا مرة ؛ لأن أكثرها دعاء . (۸۰/۴ ، الخامس والعشرون في الجنائز وفيه الشهيد)

(چند اہم عصری مسائل:۲/ ۱۵۹،۱۶۰، نمازِ جنازہ کے بعد اجتماعی دعا کرنا کیسا ہے؟)

میت کی طرف سے نماز کی ادائیگی

مسئلہ(۵۲): نماز بدنی عبادت ہے، ہر آدمی کے لیے خود ادا کرنا ضروری ہے، اگرکسی آدمی کے انتقال کے بعد اس کے ورثاء اس کے حکم سے، یا اس کے حکم کے بغیر اس کی فوت شدہ نمازوں کو پڑھیں گے، تو میت کی طرف سے ادا نہیں ہوں گی(۱)، ہاں! اگر میت نے فدیہ دینے کی وصیت کی ہو، اور اس کا وارث موجود ہو، تو ترکہ کے تہائی حصے میں سے اس کی نمازوں کا فدیہ دینا لازم ہوگا(۲)، اور اگر کوئی وارث نہ ہو، تو پورے ترکہ میں سے اس کی فوت شدہ نمازوں کا فدیہ دیا جائے گا، اور اگر میت نے فدیہ دینے کی وصیت نہیں کی، تو ورثاء اپنی خوشی سے نمازوں کا فدیہ دے دیں، تو یہ اُن کی طرف سے میت پر احسان ہوگا۔

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الدر المختار مع الشامية " : (وهي عبادة بدنية محضة ، فلا نيابة فيها أصلا) أي لا بالنفس كما صحت في الصوم بالفدية للفاني . (در مختار) . وفي الشامية : قوله : (فلا نيابة فيها أصلا) ؛ لأن المقصود من العبادة البدنية إتعاب البدن وقهر النفس الأمّارة بالسوء ، ولا يحصل بفعل النائب ؛ بخلاف المالية فتجري فيها النيابة مطلقًا . اهـ .

(۱/۳۵۵ ، كتاب الصلاة ، مطلب فيما يصير الكافر به مسلما من الأفعال ، ط : سعيد كراچي ، و:۹/۲ ، ط : بيروت)

وفيه أيضًا : (وفدى) لزوما (عنه) أي عن الميت (وليه) الذي يتصرف في ماله (كالفطرة) قدرًا ...... (بوصيته من الثلث) ...... (وإن) لم يوص و(تبرّع وليه به جاز) إن شاء اللّٰه ، ويكون الثواب للولي . " اختيار " . (وإن صام أوصلى عنه) الولي (لا) لحديث النسائي " لا يصوم أحد عن أحد ، ولا يصلي أحد عن أحد ، ولكن يطعم عنه وليه " . (در مختار) .=

میت کے سینہ سے مشین نکالنا

مسئلہ(۵۳): موجودہ دور کے ترقی یافتہ طریقۂ علاج میں ہارٹ (Heart) کے مریض کے سینے میں پیس میکر (Pace Maker) نامی ایک مشین بٹھائی جاتی ہے، جو بہت قیمتی ہوتی ہے، اگر کوئی ہارٹ کا مریض جس کو یہ مشین لگائی گئی تھی انتقال کرجائے، تو میت کے احترام کا خیال رکھتے ہوئے ضرورت کے مطابق سینہ چاک کرکے مشین نکالی جاسکتی ہے، تو نکالنے کی گنجائش ہے، اور اگر مشین نکالنا مشکل ہو، اور زیادہ محنت کرنے میں میت کی بے حرمتی ہو، تو اندر ہی چھوڑ دیا جائے، اس لیے کہ میت کی حرمت مال کی حرمت سے زیادہ ہے[1]، نیز اس بات کا بھی خیال رکھا جائے کہ جو چیز نکالی جائے اس کی قیمت دس درہم چاندی یا اس سے زیادہ ہو۔[2] (درس درہم کی موجودہ مقدار: ۳۰ر گرام ۶۲۰ر ملی گرام/ ساڑھے تین تولہ چاندی ہوتی ہے)۔

=وفي الشامية : قوله : (ويكون الثواب للولي . اختيار) ... أقول : الذي رأيته في الاختيار هكذا : وإن لم يوص لا يجب على الورثة الإطعام ؛ لأنه عبادة فلا تؤدى إلا بأمره ، وإن فعلوا ذلک جاز ويكون له ثواب . اهـ . (۴۲۴/۲ ، ۴۲۵ ، كتاب الصوم ، باب ما يفسد الصوم وما لا يفسده ، فصل في العوارض المبيحة لعدم الصوم ، ط : سعيد كراچي ، و:۴۰۶/۳ ، ۴۰۷ ، ۴۰۸ ، ط : بيروت) (نماز کے مسائل کا انسائیکلوپیڈیا:۱۶۶/۴،میت کی طرف سے نماز ادا کرنا)

(۲) ما في " السراجي في الميراث " : تتعلق بتركة الميت حقوق أربعة مرتبة : الأول يبدأ بتكفينه وتجهيزه من غير تبذير ولا تقتير ، ثم تقضى ديونه من جميع ما بقي من ماله ، ثم تنفذ وصاياه من ثلث ما بقي بعد الدين ، ثم يقسم الباقي ورثته بالكتاب والسنة وإجماع الأمة .=

....

....

....

....

....

....

....

=(ص/۳ – ۵، مقدمه)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " : قال اللّٰه تعالى : ﴿ولقد كرّمنا بنيّ ادم وحملنٰهم في البرّ والبحر﴾ . (سورة الإسراء : ۷۰)

ما في " المؤطا للإمام مالک " : قال مالک : إنه بلغه أن عائشة زوج النبي ﷺ كانت تقول : " كسر عظم المسلم ميتاً ككسره وهو حي " . قال مالک : نعني في الإثم .

(ص/۸۳ ، كتاب الجنائز ، باب ما جاء في الاختفاء النبش)

ما في " رد المحتار " : وإن كان حرمة الآدمي أعلى من صيانة المال لكنه أزال احترامه بتعدّيه كما في الفتح . ومفاده أنه لو سقط في جوفه بلا تعدّ لا يشقّ اتفاقًا . واللّٰه اعلم .

(۲۳۸/۲ ، ط: مکتبه سعيد کراچی و دار الفكر بيروت)

ما في " احسن الفتاوی " : ''اگر دانت منہ سے نکالنا مشکل ہو اور زیادہ محنت کرنے میں میت کی بے حرمتی ہو، تو اندر ہی چھوڑ دیئے جائیں، غسل وکفن میں کوئی محذور نہیں، مال کی حرمت سے میت کی حرمت زیادہ ہے''۔

(۲۵۱/۴، ط: بنگلہ اسلامک اکیڈمی دہلی، فتاویٰ دار العلوم زکریا: ۶۱۴/۲، ۶۱۵)

(۲) ما في " رد المحتار " : لو بلع عشرة دراهم ومات يشق ، وأفاد البيري عدم الخلاف في الدراهم والدنانير لعدم فسادها .

(۲۸۱/۹ ، كتاب الغصب ، ط : زكريا ، و: ۱۹۳/۶ ، ط : سعيد کراچی)

(فتاویٰ قاسمیہ: ۲۲۶/۲۳، انتقال کے بعد سینہ چیر کر مشین نکالنا)

کتاب الوقف

اوقافِ مساجد، مدارس وقبرستان کے احکام ومسائل

ضرورۃً دوسری مسجد کی تعمیر

مسئلہ (۵۴): ایک مسجد سے دوسری مسجد کا فاصلہ اور دُوری کس قدر ہو؟ شریعتِ مطہرہ میں اس سلسلے میں کوئی تلقین وتحدید نہیں ہے، بلکہ یہ ضرورت پر مبنی ہے، کہ دوسری مسجد بر بنائے ضرورت بنائی جائے، نہ کہ بر بنائے اختلاف۔ (۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿والذين اتخذوا مسجدًا ضرارًا وكفرًا وتفريقًا بين المؤمنين وارصادًا لمن حارب الله ورسوله﴾ . (سورة التوبة : ۱۰۷)

ما في " تفسيرات أحمدي " : وقيل : كل مسجد بني مباهاة أو رياء وسمعة ، أو لغرض سوى ابتغاء وجه الله ، أو بمال غير طيب ، فهو لاحق بمسجد الضرار . قال صاحب الكشاف : وعن عطاء : لما فتح الله الأمصار على يد عمر رضي الله تعالى عنه أمر المسلمين أن يبنوا المساجد ، وأن لا يتخذوا في مدينة مسجدين يضارّ أحدهما صاحبه . هذا لفظه . فالعجب من المشايخين المتعصبين في زماننا يبنون في كل ناحية مساجد طلبا للإسم والرسم واستعلاء لشأنهم واقتداءً بآبائهم ، ولم يتأملوا ما في هذه الآية ، والقصة من شناعة حالهم وسوء أفعالهم . (ص/۴۷۸ ، بحوالہ فتاوی محمودیہ:۱۴/۴۴۳، کراچی)

ما في " المسائل المهمة فيما ابتلت به العامة " : ''مسئلہ(۱۸۶): اگر ایک مسجد ضرورت کے موافق موجود ہے، پھر اس کے مقابلے یا محض نام ونمود وشہرت اور فخر کے لیے دوسری مسجد بنانا درست نہیں ہے، اور نہ اس کے بنانے کا ثواب ملے گا، تاہم اگر مسجد بن گئی تو وہ شرعی مسجد ہے، اس میں نماز درست ہے۔''

(۳/۲۴۷، نام ونمود کیلئے مسجد بنانا طبع دوم) (فتاویٰ دار العلوم دیوبند، رقم الفتویٰ:۳۹۹۲۶)

مسجد کی دوبارہ تعمیر میں کرایہ کی دکانیں نکالنا

مسئلہ (۵۵): مسجد کی دوبارہ تعمیر کے موقع پر مسجد شرعی کی حدود میں تحتانی یا بالائی منزل میں کرایہ کی دکانیں نکالنا جائز نہیں، البتہ جو حصہ مسجد شرعی کی حدود سے باہر ہو، اس میں کرایہ کی دکانیں نکالی جاسکتی ہیں۔ [1]

مسجد کا مائک اعلانات کے لیے استعمال کرنا

مسئلہ (۵۶): اگر مائک، مسجد کی موقوفہ آمدنی سے، اذان ونماز کے لیے لیا گیا ہے، تو اس مائک پر اذان ونماز کے علاوہ کسی اور چیز کا اعلان جائز نہیں، اور اگر مائک محلّہ والوں نے اپنے پیسوں سے خریدا ہے، اور اس لیے خریدا ہے کہ اس سے دوسرے اعلانات کرسکے، مسجد کے لیے کرایہ کی آمدنی حاصل ہوتی رہے، تو محلّہ والوں کی اجازت سے اس مائک کے ذریعے دوسرے اعلانات بھی کرسکتے ہیں، مگر ایسی صورت میں مائک، ہارن (اسپیکر) اور اعلان کرنے والا، سب مسجد کے باہر ہونے چاہئیں، مسجد میں یہ سب اعلانات جائز نہیں۔ [2]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الدر المختار مع الشامية " : أما لو تمت المسجدية ثم أراد البناء منع ، ولو قال : عنيت ذلک لم يصدق . تاتار خانية . فإذا كان هذا في الواقف فكيف بغيره .

(۶/۴۲۸ ، كتاب الوقف ، باب أحكام المساجد ، ط : دار الكتاب ديوبند ، و:۶/۵۴۸ ، زكريا وبيروت) (فتاویٰ دار العلوم دیوبند، رقم الفتویٰ:۵۷۱۰۹)

(۲) ما في " الدر المختار مع الشامية " : شرط الواقف كنص الشارع . أي في المفهوم=

....

....

....

....

....

=والدلالة ووجوب العمل به . (۶/۶۴۹، كتاب الوقف ، مطلب في قولهم شرط الواقف كنص الشارع ، ط : بيروت ، الأشباه والنظائر لإبن نجيم : ص/۱۶۳ ، ط : بيروت)
(النهر الفائق :۳/۳۲۶ ، كتاب الوقف)

ما في " رد المحتار " : فإن شرائط الواقف معتبرة إذا لم تخالف الشرع وهو مالک ، فله أن يجعل ماله حيث شاء ما لم يكن معصية . (۶/۵۲۷ ، مطلب شرائط الواقف ، ط : بيروت)

ما في " حاشية فتاوى النوازل [للسمرقندي] " : قال النووي : هذا مذهبنا ومذهب الجمهور ، ويدل عليه أيضاً إجماع المسلمين على صحة وقف المساجد والسقايات، وفيه أن الوقف لا يباع ولا يوهب ولا يورث إنما يتبع فيه شرط الواقف . (ص/۳۳۷)

ما في " رد المحتار " : مراعاة غرض الواقفين واجبة .
(۶/۶۶۵، كتاب الوقف ، مطلب مراعاة غرض الواقفين واجبة)

(۲) ما في " سنن ابن ماجة ": عن واثلة بن الأسقع أن النبي ﷺ قال :"جنبوا مساجدكم صبيانكم ومجانينكم وشرائكم وبيعكم وخصوماتكم " .(ص/۵۴ ، باب ما يكره في المساجد)

ما في " الجامع لأحكام القرآن للقرطبي " : وتصان المساجد أيضاً عن البيع والشراء وجميع الأشغال ، لقوله ﷺ للرجل الذي دعا إلى الجمل الأحمر : " لا وجدت إنما بنيت المساجد لما بنيت له ". وهذا يدل على أن الأصل ألا يعمل فى المسجد غير الصلوات والأذكار وقراء ة القرآن . (۱۲/۲۶۹ ، سورة النور :۱۱۳)

ما في " الفتاوى الهندية " : ذكر الفقيه رحمه الله تعالى في التنبيه حرمة المسجد خمسة عشر : .... والثالث : أن لا يشترى ولا يبيع .
(۵/۳۲۱ ، الباب الخامس في آداب المسجد والقبلة الخ)
(فتاویٰ دار العلوم دیوبند، رقم الفتویٰ:۵۷۵۲۹)

مسجد میں آل آؤٹ (All Out) لگانا

مسئلہ (۵۷): مچھروں کو بھگانے کے لیے مسجد میں مچھر کش دوا جیسے آل آؤٹ (All Out) وغیرہ کا استعمال درست ہے، اس میں کوئی حرج نہیں، کیوں کہ موذی چیزوں کو مارنے کی اجازت دی گئی ہے، اور مچھروں کی کثرت نہ صرف نمازیوں کے لیے تکلیف کا باعث ہوتی ہے، بلکہ اس سے توجہ بھی بٹ جاتی ہے، اس لیے مچھروں کو بھگانا نماز میں خشوع وخضوع میں معاون ہوسکتا ہے، اور جو چیزیں خشوع وخضوع میں رکاوٹ بنتی ہوں، مسجدوں کو اس سے بچانا مطلوب ہے [1]، نیز آل آؤٹ (All Out) سے ناگوارِ خاطر بُو پیدا نہیں ہوتی، جس سے مسجد کے بچانے کا حکم دیا گیا ہے، اور نہ اس سے مچھر جل کر مرتے ہیں؛ کہ جلا کر مارنے کی سزا دینے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے۔ [2]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿وطهر بيتي للطآئفين والقآئمين والرّكّع السّجود﴾ .

(سورة الحج : ۲۲)

ما في " الجامع لأحكام القرآن للقرطبي " : ومما تصان عنه المساجد وتنزه عنه الروائح الكريهة والأقوال السيئة وغير ذلک . (۱۲/۲۶۷، سورة النور: ۳۶)

ما في " صحيح البخاري " : عن جابر بن عبد الله قال : قال النبي ﷺ : " من أكل من هذه الشجرة – يريد الثوم – فلا يغشانا في مساجدنا " . قلت : ما يعني به ؟ قال : ما أُراه ؛ يعني إلا نِيئَهُ ، وقال مَخلَد بن يزيد عن ابن جريج إلا نَتْنَهُ .

عن ابن شهاب ، زعم عطاء أن جابر بن عبد الله زعم ، أن النبي ﷺ قال : " من أكل ثومًا أو بصلا فليعتزِلْنا ، أو قال : فليعتزل مسجدنا وليقعد في بيته " – الحديث . =

....

=(۱/۱۱۸، کتاب الأذان ، باب ما جاء في الثوم النيء والبصل والكُرّاث ، رقم :۸۵۴ ، ۸۵۵ ، صحيح مسلم : ۱/۲۰۹ ، كتاب المساجد ومواضع الصلاة ، باب نهي من أكل ثوما أو بصلا أو كراثاً أو نحوها ، رقم :۱۲۵۳)

ما في " صحيح مسلم " : عن أبي سعيد – الخدري رضي الله تعالى عنه – قال : لم نَعْدُ أن فُتحَت خيبرُ فوقعنا – أصحاب رسول الله ﷺ – في تلك البقلة – الثوم – والناس جياع ، فأكلنا منها أكلا شديدًا ثم رُحنا إلى المسجد ، فوجد رسول الله ﷺ الريح ، فقال : " من أكل من هذه الشجرة الخبيثة شيئًا فلا يقربنا في المسجد " . الحديث . (۱/۲۰۹ ، رقم: 565/۱۲۵۶ – ۷۶ ، ط: قديمي ، و:۳/۳٦۹ ، كتاب المساجد ومواضع الصلاة ، باب نهي من أكل ثوما أو بصلا أو كراثا أو نحوها مما له رائحة ، ط: احياء التراث)

ما في " مشكوة المصابيح " : قوله ﷺ : " من أكل من هذه الشجرة المُنْتَنَةِ فلا يقربنّ مسجدنا ، فإن الملائكة تتأذى كما يتأذى منه الإنس " .

(۱/٦۸، باب المساجد ومواضع السجود)

ما في " عمدة القاري " : قلت : العلة أذى الملائكة وأذى المسلمين ..... ويلحق بما نص عليه في الحديث كل ما له رائحة كريهة من المأكولات وغيرها . (٦/۲۱۱)

ما في " شرح النووي على صحيح مسلم " : قال الإمام النووي في شرح هذا الحديث : قال العلماء : ويلحق بالثوم والبصل والكراث كل ما له رائحة كريهة من المأكولات وغيرها .... قال القاضي : وقاس العلماء على هذا مجامع الصلاة غير المسجد كمصلى العيد والجنائز ونحوها من مجامع العبادات ، وكذا مجامع العلم والذكر والولائم ونحوها .

(۱/۲۰۹ ، ط : قديمي ، و:۳/۳٦۷، ط : بيروت)

ما في " المنهاج بشرح صحيح مسلم بن الحجاج " : هذا تصريح بنهي من أكل الثوم ونحوه عن دخول كل مسجد ، وهذا مذهب العلماء كافة إلا ما حكاه القاضي عياض عن بعض العلماء أن النهي خاص في مسجد النبي ﷺ لقوله ﷺ في بعض روايات مسلم : (فلا يقربنّ مسجدنا) وحجة الجمهور فلا يقربنّ المساجد ، ثم ان النهي إنما هو عن حضور المسجد لا عن أكل الثوم والبصل ونحوهما ، فهذه البقول حلال بإجماع من يعتد به .=

....

....

....

....

....

=(۳۶۶/۳ ، تحت رقم : ۱۲۲۸)

ما في " رد المحتار " : قال ابن عابدين الشامي رحمه الله تعالى : قوله : (وأكل نحو ثوم أي كبصل ونحوه ما له رائحة كريهة للحديث الصحيح عن قربان آكل الثوم والبصل ، المسجد) قال الإمام العيني في شرحه على صحيح البخاري : قلت : " علة النهي أذى الملا ئكة وأذى المسلمين ، ولا يختص بمسجد عليه الصلاة والسلام ، بل الكل سواء " .

(۴۳۵/۲ ، الصلاة ، باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها ، مطلب في الغرس في المسجد)

(۲) ما في " سنن أبي داود " : عن عبد الرحمن بن عبد الله عن أبيه قال : كنا مع رسول الله ﷺ في سفر فانطلق لحاجته .... ورأى قرية نمل قد حرقناها فقال : من حرق هذه ؟ قلنا : نحن ؛ قال : " إنه لا ينبغي أن يعذب بالنار إلا رب النار " .

(ص/۳۶۲ ، ۳۶۳ ، كتاب الجهاد ، باب في كراهية حرق العدو بالنار ، صحيح البخاري :ص/۵۲۶ ، رقم :۲۹۵۴ ، كتاب الجهاد والسير ، باب التوديع : ۱۰۷ ، ط:احياء التراث، مشكوة المصابيح :ص/۳۰۷ ، كتاب القصاص ، باب قتل الردة والسعاة بالفساد)

ما في " الفتاوى الهندية " : وإحراق القمل والعقرب بالنار مكروه .

(۳۶۱/۵ ، كتاب الكراهية ، الباب الحادي والعشرون)

ما في " الدر المختار مع الشامية " : يكره إحراق جراد وقمل وعقرب ، ولا بأس بإحراق حطب فيما نمل . (در مختار) . وفي الشامية : قوله : (يكره إحراق جراد) أي تحريمًا ، ومثل القمل البرغوث ، ومثل العقرب الحية . (۴۸۲/۱۰ ، كتاب الخنثى)

(کتاب الفتاویٰ:۱/ ۱۴۵،۱۴۶، مسجد میں آل آؤٹ لگانا)

(المسائل المہمۃ فیما ابتلت بہ العامۃ:۴/ ۲۴۷،بجلی کے کرنٹ والی مشین سے مچھروں کو مارنا،مسئلہ:۲۱۸،طبع دوم)

مسجد میں مورٹین/ کچھوا اگربتی جلانا

مسئلہ(۵۸): اگر کسی مسجد میں مچھر تکلیف دیتے ہوں، جس سے نمازیوں کو اپنی نماز میں خلل ہوتا ہو، تو مورٹین/ گوڈ نائٹ/ کچھوا چھاپ اگربتی وغیرہ مسجد میں جلا سکتے ہیں، شرعاً اس میں کوئی حرج نہیں ہے، کیوں کہ جیسے عام اگربتی کی خوش بو ہوتی ہے، تقریباً ایسی ہی خوش بو اس کی بھی ہوتی ہے۔ (۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " سنن ابن ماجة " : عن واثلة بن الأسقع أن النبي ﷺ قال : ..... اتخذوا على أبوابها المطاهر وجمروها في الجمع " .

(۱/ ۵۴ ، باب ما يكره في المساجد ، ط : دار السلام ، رقم : ۷۵۰)

(المعجم الكبير للطبراني : ۲۲/ ۵۷ ، رقم : ۱۳۶ ، ط : احياء التراث العربي بيروت)

ما في " الموسوعة الفقهية " : تطييب المساجد مشروع عند الجمهور . قال الزركشي : يستحب تجمير المسجد بالبَخور ، وكان عبد الله بن المجمّر يجمِّر المسجد إذا قعد عمر على المنبر ، .... واستحب بعض السلف تخليق المساجد بالزعفران والطيب ، وروي عنه ﷺ فعلُه ، وقال الشعبي : هو سنة ، وذكر ابن أبي شيبة عن ابن أبي نجيح أن ابن الزبير لما بنى الكعبة طلا حيطانها بالمسک . (۱۴/ ۱۷۵ ، توسعة ، تطييب المساجد)

(فتاویٰ قاسمیہ: ۱۸/ ۵۹۳، مسجد میں مورٹین جلانا)

مسجد کے واٹرکولر (Water Cooler) سے وضو

مسئلہ (۵۹): بہت سے اہلِ خیر مسجدوں میں واٹرکولر(Water Cooler)لگا دیتے ہیں، تا کہ مسجد میں آنے والوں کو ٹھنڈا پانی مل سکے، بعض لوگ اسی پانی سے وضو بھی کرنے لگتے ہیں، جب کہ جو پانی پینے کے لیے مخصوص کر دیا گیا ہو، اس سے وضو کرنا درست نہیں، بلکہ حضراتِ فقہا نے تو یہاں تک لکھا ہے کہ اگر پینے کے پانی کے حوض میں پانی موجود ہو، اور دوسرا پانی قریب میں دستیاب ہی نہ ہو، تب بھی اس پانی سے وضو کرنے کے بجائے تیمّم کر لینا چاہیے، کیوں کہ ایک تو اس پانی سے وضو کرنا واقف کے منشا کے خلاف ہے، دوسرے لوگوں کے لیے دشواری اور تکلیف کا باعث ہے، لہٰذا مسجد میں لگے واٹرکولر کے پانی سے وضو کرنا درست نہیں ہے۔ (۱)

الحجة على ما قلنا :

(ا) ما في " الدر المختار مع الشامية " : لا يجوز الوضوء من الحياض المعدّة للشرب في الصحيح ، ويمنع من الوضوء منه . (در مختار) .

(۹/ ۶۱۱ ، ۶۱۲ ، كتاب الحظر والإباحة ، باب الاستبراء وغيره ، ط: بيروت)

(کتاب الفتاویٰ: ۹/ ۱۲۸، مسجد کے واٹرکولر سے وضو)

مسجد کا بینک اکاؤنٹ

مسئلہ (۶۰): مسجد کی رقم کی حفاظت کے لیے بینک میں سیونگ اکاؤنٹ کھولنا جائز اور درست ہے، مگر اس سے حاصل ہونے والے سود کو مسجد کی کسی بھی مد میں خرچ کرنا جائز نہیں ہے، ہاں! البتہ سود کی یہ رقم مسجد کے لیے خریدی جانے والی زمین جائداد کی رجسٹری اسٹامپ فیس میں دی جاسکتی ہے، ورنہ غریبوں مسکینوں میں بلانیتِ ثواب تقسیم کردی جائے، محض سود حاصل کرنے کی غرض سے مسجد کی رقم بینک میں جمع کرنا جائز نہیں ہے۔[1]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " رد المحتار المعروف بـ " الشامية " : والحاصل أنه إن علم أرباب الأموال وجب رده عليهم ، وإلا فإن علم عين الحرام لا يحل له ، ويتصدق به بنية صاحبه ، وإن كان مالاً مختلطاً مجتمعاً من الحرام ، ولا يعلم أربابه ولا شيئاً منه بعينه ، حل له حكماً ، والأحسن ديانة التنزه عنه . (۷/ ۳۰۱ ، كتاب البيوع ، باب البيع الفاسد ، مطلب فيمن ورث مالاً حراماً)

ما في " رد المحتار " : سبيل الكسب الخبيث التصدق إذا تعذر الرد على صاحبه .
(۹/ ۵۵۳ ، كتاب الحظر والإباحة ، فصل في البيع)

ما في " بذل المجهود " : صرح الفقهاء بأن من اكتسب مالاً بغير حق ، فأما إذا كان عند رجل مال خبيث ، فأما إن ملكه بعقد فاسد ، أو حصل له بغير عقد ولا يمكنه أن يرده إلى مالكه ، ويريد أن يدفع مظلمة عن نفسه ، فليس له حيلة إلا أن يدفعه إلى الفقراء . (۱/ ۳۵۹)

ما في " الفتاوى الهندية " : وإذا مات الرجل وكسبه خبيث فالأولى لورثته أن يردوا المال إلى أربابه ، فإن لم يعرفوا أربابه تصدقوا به . (۵/ ۳۴۹ ، كتاب الكراهية ، الباب الخامس عشر في الكسب ، ط : زكريا) (فتاویٰ قاسمیہ: ۲۰/ ۳۰۶، بینک میں مسجد کا اکاؤنٹ کھولنے اور ملنے والے سود کی شرعی حیثیت، مستفاد: فتاویٰ اشاعت العلوم اکل کوا، فتویٰ نمبر: ۲۳۵۔ رج: ۳، مسجد کا روپیہ سودی بینک میں جمع کرنا)

مسجد کو رنگین بلب اور قمقموں سے سجانا

مسئلہ (۶۱): آج کل عیدین، شبِ برأت وشبِ قدر وغیرہ کے موقع پر مسجدوں کو سجانے کے لیے چھوٹی چھوٹی رنگین بلب قمقمے وغیرہ لگوائے جاتے ہیں، بسا اوقات یہ بلب وغیرہ اپنے ذاتی صرفہ سے خریدے جاتے ہیں، یا چند لوگ مل کر پیسے جمع کر کے خریدتے ہیں، شرعاً یہ ناجائز ہے، کیوں کہ اس میں ہُنود وغیرہ؛ غیر مسلموں کے تہواروں کے ساتھ مشابہت ہے، کہ وہ دیوالی، کرسمس کے موقع پر اپنی عبادت گاہوں کو اسی طرح سجاتے ہیں (۱)، نیز یہ اِسراف بھی ہے (بلا ضرورت روپیہ پیسہ اور مسجد کی بجلی صَرف ہوئی)، لہٰذا اگر کوئی شخص اپنے جیبِ خاص سے لگوائے، تب بھی جائز نہیں ہے۔ (۲)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " سنن أبي داود " : عن ابن عمر قال : قال رسول الله ﷺ : " من تشبه بقوم فهو منهم " . (ص/۵۵۹ ، كتاب اللباس ، باب لباس الشهرة)

ما في " بذل المجهود " : قال القاري : من شبه نفسه بالكفار مثلاً في اللباس وغيره .
(۵۹/۱۲ ، مرقاة المفاتيح :۲۲۲/۸ ، كتاب اللباس والزينة)

(۲) ما في " القرآن الكريم " : ﴿ولا تبذّر تبذيرًا﴾ . (سورة بني اسرائيل : ۲۷)

ما في " التفسير الكبير للرازي " : والتبذير في اللغة : إفساد المال وإنفاقه في السرف .
(۳۲۸/۷)

ما في "أحكام القرآن للجصاص" : روي عن عبد الله بن مسعود وابن عباس رضي الله عنهم : التبذير إنفاق المال في غير حقه . (۲۵۷/۳)

ما في " القرآن الكريم " : ﴿إن المبذرين كانوٓا إخوان الشيٰطين وكان الشيطٰن لربه =

....

....

....

=كفورًا﴾ . (سورة بني اسرائيل : ٢٧)

ما في " تفسير المظهري " : قال القاضي ثناء اللّٰه العثماني الحنفي : فليس ينبغي أن يطاع ، اعلم أن الشكر على ما قاله أهل التحقيق صرف النعمة في رضاء المنعم ، والتبذيرصرف المال في المعصية فهو ضد الشكر . (٢٨٢/٥)

ما في " مختصر تفسير ابن كثير" : قال ابن مسعود : التبذيرالإنفاق في غير حق . وقال مجاهد : لو أنفق إنسان ماله كله في الحق لم يكن مبذرا ، ولو أنفق مدًا في غير حق كان مبذرًا . وقال قتادة : التبذير النفقة في معصية اللّٰه تعالى وفي غير الحق والفساد . (٣٧٤/٢)

ما في " التفسير المنير للزحيلي " : إن المبذرين المنفقين أموالهم في معاصي اللّٰه يشبهون في هذا الفعل القبيح الشياطين ، فهم قرناء الشياطين في الدنيا والآخرة وأشباههم في ذلك في الصفة والعمل .(٦٢/٨)

ما في " القرآن الكريم " : ﴿كلوا واشربوا ولا تسرفوا إنه لا يحب المسرفين﴾ .

(سورة الأعراف : ٣١)

ما في " أحكام القرآن لإبن العربي " : الإسراف تعدي الحد ، فنهاهم عن تعدي الحلال إلى الحرام ، وقيل ألا يزيدوا على قدر الحاجة . (٧٨١/٢)

ما في " صحيح البخاري " : وعن المغيرة بن شعبة قال : قال النبي ﷺ : " إن اللّٰه حرّم عليكم عقوق الأمهات ، ووأد البنات ، ومنعاً وهات ، وكره لكم قيل وقال ، وكثرة السؤال ، وإضاعة المال " . (٣٢٤/١ ، كتاب في الاستقراض وأداء الديون والحجر .. الخ ، باب ما ينهى عن إضاعة المال)

(الآداب للبيهقي :ص/٤٠ ، رقم : ١٠٥ ، باب في كراهية إضاعة المال ، ط : بيروت)

ما في " فتح الباري " : قوله : (وإضاعة المال) وقد قال الجمهور : إن المراد به السرف في إنفاقه . (٨٦/٥) (مستفاد:محمود الفتاویٰ:٦٠٦/٤،مسجد کو رنگین بلب سے سجانا)

سرکاری زمینوں پر قبضہ

مسئلہ (٦٢): شہر کی ضرورتوں سے وابستہ زمینیں یا وہ زمینیں جن کو حکومت نے کسی ضرورت کے لیے متعین کر رکھا ہے، اُن پر قبضہ کرنا غصب میں شمار ہوگا(۱)، جو ناجائز اور حرام ہے(۲)، اور غاصبین سے ایسی زمینوں کی خرید وفروخت جائز نہیں ہے(۳)، لیکن وہ زمینیں جو شہروں کی ضرورتوں سے فاضل ہیں، یا حکومت نے اس کو کسی ضرورت کے لیے خاص نہیں کیا ہے، اُن کی خرید وفروخت کی گنجائش ہے، بشرطیکہ قانونی تقاضوں کی تکمیل کر لی جائے؛ یعنی متعلقہ سرکاری محکمے سے اجازت لے لی جائے۔(۴)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الموسوعة الفقهية " : الغصب لغة : هو أخذ الشيء ظلمًا وقهرًا ، والاغتصاب مثله .... واصطلاحًا : عرفه أبو حنيفة وأبو يوسف بأنه : إزالة يد المالک عن ماله المتقوم على سبيل المجاهرة والمغالبة بفعل في المال ، وعرفه المالكية بأنه : أخذ مال قهرا تعديا بلا جراحة . وعرفه الشافعية بأنه : الاستيلاء على حق الغير عدوانا ، أي بغير حق . وعرفه الحنابلة بأنه : الاستيلاء على مال الغير قهرا بغير حق . (۳۱/۲۲۸ ، غصب ، التعريف)

ما في " شرح مختصر القدوري " : وفي الشرع : إزالة يد محققة بإثبات يد مبطلة في مال متقوم محترم ، قابل للنقل بغير إذن ، لا بخفية . اهـ .

(ص/۱۱۳ ، كتاب الغصب ، تعليق : مولانا غلام مصطفى السندي القاسمي ، تنسيق : أبو الحسين عبد المجيد المراد زهي الخاشي ، ط : دار ابن كثير دمشق وبيروت)

(۲) ما في " القرآن الكريم " : ﴿ولا تأكلوآ أموالكم بينكم بالباطل وتدلوا بهآ إلى الحكام لتأكلوا فريقًا من أموال الناس بالإثم وأنتم تعلمون﴾ . (سورة البقرة :۱۸۸)=

....

=ما في " البحر المحيط " : قال أبو حيان رحمه الله تعالى : الباطل هو كل طريق لم تبحه الشريعة ، فيدخل فيه السرقة والخيانة والغصب والقمار وعقود الربا وأثمان البياعات الفاسدة . (۳/۳۲۲)

ما في " تفسير المظهري " : ﴿ولا تأكلوٓا أموالكم بينكم بالباطل﴾ كالدعوى الزور ، والشهادة بالزور ، أو الحلف بعد إنكار الحق ، أو الغصب والنهب والسرقة والخيانة ، أو القمار ، وأجرة المغني ومهر البغي ، وحلوان الكاهن ، وعسب التيس ، والعقود الفاسدة أو الرشوة وغير ذلک من الوجوه التي لا يبيحه الشرع . (۱/۲۳٦)

ما في " الموسوعة الفقهية " : الغصب حرام إذا فعله الغاصب عن علم ؛ لأنه معصية ، وقد ثبت تحريمه بالقرآن والسنة والإجماع . أما القرآن الكريم : فقول الله تعالى : ﴿يا أيها الذين امنوا لا تأكلوا اموالكم بينكم بالباطل إلا أن تكون تجارة عن تراض منكم﴾ . وأما السنة الشريفة : فمنها قوله ﷺ : " إن دماء كم وأموالكم وأعراضكم حرام عليكم ، كحرمة يومكم هذا ، في بلدكم هذا ، في شهركم هذا " . وقوله ﷺ : " لا يحل مال امرئ إلا بطيب نفس منه " . وأما الإجماع : فقد أجمع المسلمون على تحريم الغصب ، وإن لم يبلغ المغصوب نصاب سرقة . (۳۱/۲۲۹ ، ۲۳۰ ، غصب ، الحكم التكليفي)

ما في " شرح مختصر القدوري " : وحكمه : الإثم لمن علم أنه مال الغير ، ورد العين قائمة ، والغرم هالكة . اهـ . [كذا في تنوير الأبصار] .

(ص/۳۱۱ ، كتاب الغصب ، تعليق : شيخ مولانا غلام مصطفى السندي القاسمي ، تنسيق : أبو الحسين عبد المجيد المراد زهي الخاشي ، ط : دار ابن كثير دمشق وبيروت)

(۳) ما في " شرح مختصر القدوري " : وإذا غصب عقارًا فهلک في يده .... قال محمد رحمه الله : يضمنه . (ص/۳۱۲ ، كتاب الغصب)

(۴) ما في " درر الحكام شرح مجلة الأحكام " : لا يجوز لأحد أن يتصرف في ملک الغيربلا إذنه . (۱/۹٦، المادة :۹٦ ، شرح المجلة : ص/۶۱، المادة : ۹٦)

(قواعد الفقه : ص/۱۱۰، قاعدة :۷۰)

ما في " التنوير وشرحه مع الشامية " : لا يجوز التصرف في مال غيره بلا إذنه ولا=

اوقاف کی زمینوں کی خرید وفروخت

مسئلہ (۶۳): بعض لوگ اوقاف کی زمینوں پر ناجائز طور پر غاصبانہ قبضہ کر لیتے ہیں[1]، اور دوسروں کے ہاتھ ان زمینوں کو فروخت کرتے ہیں، تو اس طرح غیر مجاز طور پر اوقاف کی زمینوں کو فروخت کرنا، ناجائز اور سخت گناہ ہے[2]، اور ایسے غاصبین سے اس کا خرید کرنا بھی درست نہیں ہے۔[3]

= ولايته . (۹/ ۲۴۰ ، كتاب الغصب ، مطلب فيما يجوز من التصرف بمال الغير)

ما في " رد المحتار " : التصرف في مال الغير حرام ، فيجب التحرّز عنه .

(۷/۳۷۳ ، كتاب البيوع ، باب المرابحة والتولية)

ما في " شرح المجلة " : لا يجوز لأحد أن يأخذ مال أحد بلا سبب شرعي ، أي لا يحل في كل الأحوال عمدا أو خطأ أو نسيانا ، جدا أو لعبا أن يأخذ أحد مال أحد ، بوجه لم يشرعه الله تعالى ولم يبحه ؛ لأنه حقوق العباد محترمة لا تسقط .... يجب عليه ردّه قائمًا أو مثله أو قيمته هالكاً . اهـ . (ص/ ۲۶۴ ، ۲۶۵) (تجاويز بابت: زمین کی خرید وفروخت سے متعلق مسائل، تجویز نمبر: ۱، ۲۶/واں فقہی سمینار، منعقدہ اجین، ایم پی، اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الموسوعة الفقهية " : الغصب لغة : هو أخذ الشيء ظلمًا وقهرًا ، والاغتصاب مثله .... واصطلاحًا : عرفه أبو حنيفة وأبو يوسف بأنه : إزالة يد المالك عن ماله المتقوم على سبيل المجاهرة والمغالبة بفعل في المال ، وعرفه المالكية بأنه : أخذ مال قهرا تعديا بلا جراحة . وعرفه الشافعية بأنه : الاستيلاء على حق الغير عدوانا ، أي بغير حق . وعرفه الحنابلة بأنه : الاستيلاء على مال الغير قهرا بغير حق . (۳۱/۲۲۸ ، غصب ، التعريف)

(۲) ما في " الدر المختار مع الشامية " : فإذا تم ولزم لا يملك ولا يُملَّك ولا يعار ولا يرهن . (در مختار) . وفي الشامية : قوله : (لا يملك) أي لا يكون مملوكاً لصاحبه=

....

....

....

= ولا يملّک أي لا يقبل التمليک لغيره بالبيع ونحوه لاستحالة تمليک الخارج عن ملكه ولا يعار ولا يرهن لاقتضائهما الملک . (۶/۴۲۱ ، کتاب الوقف)

ما في " فتاوی النوازل للإمام الفقيه أبي الليث السمرقندي ": وعندهما الوقف حبس العين على حكم ملک الله تعالی ؛ لأن له فيه حق التملک ولا يباع ولا يرهن ولا يورث فصار بمنزلة المسجد أو جعل أرضه مسجدًا . (ص/۳۳۷ ، کتاب الوقف)

ما في " بدائع الصنائع " : وقال أبو يوسف وعامة علماء رحمهم الله : .... حتى لا يباع ولا يوهب ولا يورث . (۵/۳۲۶ ، کتاب الوقف)

ما في " حاشية فتاوی النوازل [للسمرقندي] " : الوقف لا يباع ولا يوهب ولا يورث ، إنما يتبع فيه شرط الواقف . (ص/۳۳۷)

(۳) ما في " شرح مختصر القدوري " : وإذا غصب عقارًا فهلک في يده .... قال محمد رحمه الله : يضمنه . (ص/۳۱۲ ، کتاب الغصب)

ما في " درر الحكام شرح مجلة الأحكام " : لا يجوز لأحد أن يتصرف في ملک الغير بلا إذنه . (۱/۹۶، المادة : ۹۶ ، شرح المجلة : ص/۶۱، المادة : ۹۶)

(قواعد الفقه : ص/۱۱۰ ، قاعدة : ۷۰)

ما في " التنوير وشرحه مع الشامية " : لا يجوز التصرف في مال غيره بلا إذنه ولا ولايته .

(۹/۲۹۰ ، کتاب الغصب ، مطلب فيما يجوز من التصرف بمال الغير)

ما في " رد المحتار " : التصرف في مال الغير حرام ، فيجب التحرّز عنه .

(۷/۳۷۳ ، کتاب البيوع ، باب المرابحة والتولية)

ما في " شرح المجلة " : لا يجوز لأحد أن يأخذ مال أحد بلا سبب شرعي ، أي لا يحل في كل الأحوال عمدا أو خطأ أو نسيانا ، جدا أو لعبا أن يأخذ أحد مال أحد ، بوجه لم يشرعه الله تعالى ولم يبحه ؛ لأنه حقوق العباد محترمة لا تسقط .... يجب عليه ردّه قائمًا أو مثله أو قيمته هالكاً . اهـ . (ص/۲۶۴ ، ۲۶۵)

کتاب الزکوۃ

زکوۃ کے احکام ومسائل

تجارتی فلیٹ پر زکوۃ

مسئلہ(۶۴): اگر کسی شخص نے تجارت کی نیت سے کوئی فلیٹ خریدا، پھر اسے عارضی طور پر محدود وقت کے لیے کرایہ پر دے دیا، جب کہ فروخت کرنے کی نیت برقرار ہے، تو ایسی صورت میں وہ فلیٹ مالِ تجارت ہونے سے نہیں نکلے گا، بلکہ بدستور مالِ تجارت باقی رہے گا، اور ہر سال اس کی موجودہ قیمت (مارکیٹ ویلو) کے اعتبار سے زکوۃ لازم ہوگی۔[1]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " رد المحتار " : لما في الخانية : عبد التجارة : إذا أراد أن يستخدمه سنتين فاستخدمه فهو للتجارة على حاله ، إلا أن ينوي أن يخرجه من التجارة ويجعله للخدمة . اهـ .

(۱۹۲/۳ ، كتاب الزكاة ، قبل باب السائمة ، ط : بيروت)

(چند اہم عصری مسائل: ۱۸۶/۲، تجارتی فلیٹ کو عارضی طور پر اجارے پر دینے کی صورت میں ادائیگی زکوۃ کا حکم)

مارکیٹ ویلیو سے زیادہ پر زکوۃ

مسئلہ (٦٥): اگر کوئی شخص بغرض تجارت، آن لائن، صرف تصاویر دیکھ کر، کپڑوں کی خریداری کرے، پھر جب کپڑے گھر پہنچے، تو معلوم ہوا کہ مارکیٹ ویلیو کی بہ نسبت کافی مہنگے داموں میں پڑے ہیں، تو اس صورت میں زکوۃ ادا کرتے وقت ان کپڑوں کی جو مارکیٹ ویلیو (بازاری قیمت) ہوگی، اسی اعتبار سے زکوۃ ادا کی جائے گی، جس قیمت پر آن لائن (On Line) خریدی گئی ہے، اس کا اعتبار نہیں ہوگا۔[1]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الفتاوى التاتارخانية " : وذكر محمد في الرقيات : أنه يقوم في البلد الذي حال الحول على المتاع بما يتعارفه أهل ذلك البلد نقدًا فيما بينهم يعني غالب نقد ذلك البلد ، ولا ينظر إلى موضع الشراء ولا إلى موضع المالك وقت حولان الحول . (۱٦٥/۳)

ما في " الدر المختار مع الشامية " : ويقوم في البلد الذي المال فيه .(در مختار) .

(۲۱۱/۳ ، كتاب الزكاة ، باب زكاة الغنم ، ط : بيروت)

(فتح القدير : ۲۲۷/۲ ، باب زكوة الزروع والثمار ، فصل في العروض)

(البحر الرائق : ٤۱٦/۲ ، باب العشر ، الهداية : ۲۰۳/۱)

(الفتاوى الهندية : ۱۸۰/۱ ، الفصل الثاني في العروض)

(فتاویٰ دار العلوم دیوبند، رقم الفتویٰ: ۱٤٥٨۹۰)

کتاب الصوم

روزہ کے احکام ومسائل

رمضان کی خبر سب سے پہلے دینا

مسئلہ(٦٦): سوشل میڈیا(Social Media) میں اِن دنوں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ایک قول منسوب کیا جارہا ہے، کہ ''جس نے رمضان کی خبر سب سے پہلے کسی کو دی، اس کے لیے جہنم کی آگ حرام ہے۔'' یہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان نہیں ہے، کیوں کہ یہ قول، حدیث یا کسی بھی دوسری اسلامی کتاب میں مذکور نہیں ہے، لہٰذا یہ میسیج دوسروں کو ہرگز اِرسال نہ کریں، کیوں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا: ''جوشخص میرے حوالہ سے جھوٹ بات کہے، اسے چاہیے کہ اپنا ٹھکانہ جہنم کو بنالے۔''(۱) اور ایک دوسری حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: ''آدمی کے جھوٹا ہونے کے لیے اتنی بات کافی ہے کہ وہ ہرسنی سنائی بات کوآگے نقل کردے۔''(۲)

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما في '' صحیح البخاري '' : '' بلغوا عني ولو آیة ، وحدثوا عن بني اسرائیل ، ومن کذب علي متعمدا فلیتبوأ مقعده من النار '' . (۱/ ۴۹۱ ، کتاب الأنبیاء)

(۲) ما في '' القرآن الکریم '' : ﴿یآ أیها الذین اٰمنوا إن جآء کم فاسقٌ بنبأٍ فتبیّنوا أن تُصیبوا قومًا بجهالةٍ فتُصبِحُوا علی ما فعلتم نٰدمین﴾ . (سورة الحجرات : ٦)

ما في '' أحکام القرآن للجصاص '' : قال أبو بکر : مقتضی الآیة إیجاب التثبت في خبر=

....

....

....

....

....

....

....

....

....

....

....

= الفاسق والنهي عن الإقدام على قبوله والعمل به إلا بعد التبيُّن والعلم بصحة مخبره .

(۳/ ۵۳۰)

ما في " صحيح مسلم " : عن أبي هريرة قال : قال رسول الله ﷺ : " كفى بالمرء كَذبًا أن يحدث بكل ما سمع " .

(۱/ ۹، مقدمة ، باب [۳] باب النهي عن الحديث بكل ما سمع ، رقم :۵)

ما في " المنهاج شرح صحيح مسلم بن الحجاج " : وأما معنى الحديث والآثار التي في الباب ففيها الزجر عن التحديث بكل ما سمع الإنسان ، فإنه يسمع في العادة الصدق والكذب ، فإذا حدث بكل ما سمع فقد كذب لإخباره بما لم يكن .

(۱/ ۲۳۴ ، تحت رقم : ۹)

ما في " مرقاة المفاتيح " : يعني لو لم يكن للمرء كذب إلا تحديثه بكل ما سمع من غير تيقن أنه صدق أم كذب لَكفاه من الكذب أن لا يكون بريئًا منه ، وهذا زجر عن التحديث بشيء لم يعلم صدقه بل على الرجل أن يبحث في كل ما سمع خصوصاً في أحاديث النبي ﷺ . (۱/ ۳۵۸ ، كتاب الإيمان ، باب الاعتصام بالكتاب والسنة ، تحت رقم : ۱۵۶)

(صحيح البخاري : ۱/ ۲۱ ، كتاب العلم ، باب إثم من كذب على النبي ﷺ ، رقم : ۱۰۷)

روزہ کی حالت میں ''حجامہ''

مسئلہ(۶۷): حنفیہ کے نزدیک روزہ دار کے لیے حجامہ کرانا (پچھنا لگوانا) جائز ہے، بشرطیکہ حجامہ لگوانے سے روزہ دار کو ایسی کمزوری نہ آئے، کہ وہ روزہ رکھنے سے عاجز ہوجاوے، اور اگر کمزوری کی وجہ سے روزہ کے فاسد ہونے، یا ٹوٹ جانے کا اندیشہ تو پھر مکروہ ہے۔[1]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " صحيح البخاري " : عن ابن عباس قال : " احتجم النبي ﷺ وهو صائم " .

(ص/۱۰۳۸ ، رقم : ۵۶۹۴ ، كتاب الطب ، باب أي ساعة يحتجم ؟ باب : ۱۱)

ما في " جامع الترمذي " : قوله عليه السلام : " ثلاث لا يفطرن الصائم : الحجامة والقيء والاحتلام " . (۱/۱۵۲ ، أبواب الصوم)

ما في " المختصر القدوري " : وكان أنس يحتجم وهو صائم ..... ولأن الحجامة ليس فيهاإلا إخراج الدم فصارت كالافتصاد أو ادهن أو اكتحل أو احتجم أو قبل لم يفطر .

(ص/۵۲ ، بدائع الصنائع : ۲/۱۶۲)

ما في " الموسوعة الفقهية " : ذهب الحنفية إلى أن الحجامة جائزة للصائم إذا كانت لا تُضعفه ، ومكروهة إذا أثّرت فيه وأضعفته ، يقول ابن نجيم : الاحتجام غير مناف للصوم وهو مكروه للصائم ، إذا كان يضعفه عن الصوم ، أما إذا كان لا يضعفه فلا بأس به .

(۱۷/۱۵ ، تأثير الحجامة على الصوم ، حجامة)

کتاب الحج والعمرة

حج وعمرہ کے احکام ومسائل

ہر صاحبِ نصاب پر حج فرض نہیں

مسئلہ(۶۸): حج ہر صاحبِ نصاب پر فرض نہیں ہے، بلکہ اس شخص پر فرض ہے جس کے پاس مکہ مکرمہ جانے آنے وغیرہ کا مکمل خرچ ضروریاتِ اصلیہ سے زائد موجود ہو، اس مقدار کے مالک ہوجانے پر بغیر عذر کے حج نہ کرنا موجبِ گناہ ہے، اور جس شخص کے پاس اتنی رقم نہ ہو، اس پر حج فرض نہیں ہے، وہ اگر حج کو نہ جائے، تو اُس پر کوئی گناہ نہیں ہے۔(۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " جامع الترمذي " : عن ابن عمر رضي الله عنه قال : جاء رجل إلى النبي ﷺ فقال : يا رسول الله ! ما يوجب الحج ؟ قال : الزاد والراحلة . (۱۶۸/۱، رقم : ۸۱۰ ، كتاب الحج ، باب ما جاء في إيجاب الحج بالزاد والراحلة ، ط : قديمي)

ما في " المستدرک للحاکم " : عن أنس رضي الله عنه ، عن النبي ﷺ في قوله تبارک وتعالى : ﴿ولله على الناس حج البيت من استطاع إليه سبيلا﴾ . قال : قيل : يا رسول الله ! ما السبيل ؟ قال : الزاد والراحلة . (۶۲۲/۲ ، رقم : ۱۶۱۳ ، كتاب المناسک ، سنن الدار قطني : ۱۹۴/۲ ، كتاب الحج ، رقم : ۲۳۹۷)

ما في " السنن الكبرى للبيهقي " : عن ابن عباس رضي الله عنه في قوله تعالى : ﴿ولله على الناس حج البيت من استطاع إليه سبيلا﴾ . قال : السبيل أن يصح بدن العبد ، ويكون له ثمن زاد وراحلة من غير أن يَجْحفَ به . (۴۴۵/۶ ، رقم : ۸۷۲۴ ، كتاب الحج ، باب الرجل يطيق المشي ولا يجد زادا ولا راحلة الخ)=

فرضیت کے بعد پہلے ہی سال میں حج

مسئلہ(۶۹): حج فرض ہونے کے بعد پہلے ہی سال حج میں جانا لازم ہے[۱]، اگر نہ گیا، تو تاخیرِ حج کا گناہ ہوگا، اور اگر کئی سال تک تاخیر کرتا رہا، تو فاسق مردود الشہادۃ ہوگا، یعنی ایسے شخص کی گواہی قبول نہیں کی جائے گی، بہر حال جو شخص حج میں تاخیر کرتا ہے، وہ ابتداءً؛ گناہِ صغیرہ کا، اور بعد از اِصرار؛ گناہِ کبیرہ کا مرتکب ہوتا ہے۔[۲]

=ما في " التنوير مع الدر والرد " : فرض مرة على الفور على مسلم حر مكلف صحيح بصير ذي زاد وراحلة فضلا عما لا بد منه . (۲/۴۵۵ – ۴۶۱ ، ط : کراچی ، و: ۳/۴۵۰ – ۴۶۲ ، ط : زکریا ، الفتاوى الهندية : ۱/۲۱۹ ، ط : رشیدیه وزکریا ، هدایه : ۱/۲۳۱ ، کتاب الحج ، البحر الرائق : ۲/۳۱۱ ، ط : کوئٹه ، بدائع الصنائع : ۲/۳۰۱ ، ط : زکریا)

ما في " بدائع الصنائع " : وأما تفسير الزاد والراحلة فهو إن ملك من المال مقدار ما يبلغه إلى مكة ذاهبًا وجائيًا راكبًا لا ماشيًا بنفقة وسط لا إسراف فيها ولا تقتير ، فاضلا عن مسكنه وخادمه وفرسه وسلاحه وثيابه وأثاثه ونفقة عياله وخدمه وكسوتهم وقضاء ديونه .

(۲/۲۹۷ ، كذا في الفتاوى الهندية : ۱/۲۱۷ ، الدر المختار مع الشامية : ۲/۴۶۲ ، ط : کراچي ، و: ۳/۴۶۱ – ۴۶۲ ، ط : زکریا ، مطلب قولهم يقدم حق العبد على حق الشرع)

(کتاب النوازل: ۷/۲۹۱، کیا صاحبِ نصاب پر حج فرض ہے؟)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم ": ﴿ولله على الناس حج البيت من استطاع إليه سبيلا ومن كفر فإن الله غني عن العٰلمين﴾ . (سورة آل عمران : ۹۷)

ما في " المستدرك للحاكم " : عن أنس رضي الله عنه ، عن النبي ﷺ في قوله تبارك وتعالى : ﴿ولله على الناس حج البيت من استطاع إليه سبيلا﴾ . قال : قيل : يا رسول الله!=

....

....

....

= ما السبيل ؟ قال : الزاد والراحلة . (۲/۲۲۲ ، رقم : ۱۶۱۳ ، كتاب المناسك ، سنن الدار قطني : ۲/۱۹۴ ، كتاب الحج ، رقم : ۲۳۹۷)

ما في " السنن الكبرى للبيهقي " : عن ابن عباس رضي الله عنه في قوله تعالى : ﴿ولله على الناس حج البيت من استطاع إليه سبيلا﴾ . قال : السبيل أن يصح بدن العبد ، ويكون له ثمن زاد وراحلة من غير أن يَجْحفَ به . (۶/۳۴۵ ، رقم : ۸۷۲۴ ، كتاب الحج ، باب الرجل يطيق المشي ولا يجد زادا ولا راحلة الخ)

ما في " التنوير مع الدر والرد " : فرض مرة على الفور على مسلم حر مكلف صحيح بصير ذي زاد وراحلة فضلا عما لا بد منه . (۲/۴۵۵ – ۴۶۱ ، ط : كراچی ، و: ۳/۴۵۰ – ۴۶۲ ، ط : زكريا ، الفتاوى الهندية : ۱/۲۱۹ ، ط : رشيديه وزكريا ، هدايه : ۱/۲۳۱ ، كتاب الحج ، البحر الرائق : ۲/۳۱۱ ، ط : كوئٹه ، بدائع الصنائع : ۲/۳۰۱ ، ط : زكريا)

ما في " بدائع الصنائع " : وأما تفسير الزاد والراحلة فهو إن ملك من المال مقدار ما يبلغه إلى مكة ذاهبًا وجائيًا راكبًا لا ماشيًا بنفقة وسط لا إسراف فيها ولا تقتير ، فاضلا عن مسكنه وخادمه وفرسه وسلاحه وثيابه وأثاثه ونفقة عياله وخدمه وكسوتهم وقضاء ديونه .

(۲/۲۹۷ ، كذا في الفتاوى الهندية : ۱/۲۱۷ ، الدر المختار مع الشامية : ۲/۴۶۲ ، ط : كراچي ، و: ۳/۴۶۱ – ۴۶۲ ، ط : زكريا ، مطلب قولهم يقدم حق العبد على حق الشرع)

(۲) ما في " الجامع لأحكام القرآن " : قال الحسن البصري : إن من ترك الحج وهو قادر عليه فهو كافر . (۴/۱۵۳)

ما في " سنن الدارمي " : قوله عليه السلام : " من مات ولم يحج فليمت إن شاء يهوديا وإن شاء نصرانيا " . (۲/۴۵ ، كتاب الحج ، باب من مات ولم يحج)

(امداد الحجاج: حصہ اول، ص/۴۲، ۴۴، باب:۲، بحوالہ احکام الحج، رسالہ الہادی)

(سنت ابراہیم: ص/۴۸۲، بحوالہ رسالۃ الہادی، أحکام الحج: ص/۴۸۵)

حج کے لیے ابھی پوری عمر پڑی ہے

مسئلہ (۷۰): جب کسی شخص پر حج فرض ہو جائے، تو فوراً اسی سال حج کرنا واجب ہے، بلا عذر دیر کرنا اور یہ خیال کرنا کہ ابھی پوری عمر پڑی ہے، پھر کسی سال حج کرلیں گے، درست نہیں، پھر اگر دو چار برس کے بعد فرض حج ادا کرلیا، تو ادا تو ہو جائے گا، لیکن تاخیر کی وجہ سے گنہگار ہوگا۔ (۱)

جس کے پاس مدینہ منورہ جانے کا خرچ نہ ہو

مسئلہ (۷۱): بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ حج اُس وقت فرض ہوتا ہے، جب کہ مدینہ منورہ آنے جانے کے خرچ کی بھی وُسعت ہو، اور اگر کسی کے پاس اتنا خرچ ہو کہ اُس سے صرف مکہ مکرمہ جا کر حج ہی کیا جا سکتا ہو، مدینہ منورہ نہیں جا سکتا، تو یہ لوگ اس حالت میں حج کو فرض نہیں سمجھتے، سو یہ اُن کی غلطی ہے، صحیح بات یہ ہے کہ مدینہ منورہ آنے جانے کا خرچ ضرورت میں شامل نہیں، بلا شبہ روضۂ مطہرہ یا مسجد نبوی کی حاضری عظیم نعمت اور مستقل طاعت (واجب یا مستحب) ہے، لہٰذا جس کو وُسعت واستطاعت ہو، اُسے ضرور جانا چاہیے (۲)، لیکن یہ نہیں سمجھنا چاہیے کہ مکہ مکرمہ کے ساتھ ساتھ مدینہ منورہ جانے کا خرچ ہو، تو ہی حج فرض ہوتا ہے، یہ خیال غلط ہے، اگر اس خیال کی وجہ سے حج نہیں کرے گا، تو ترکِ حج کی بنا پر تمام وعیدوں کا مستحق ہوگا۔ (۳)

الحجة علی ما قلنا : =

....

....

....

....

....

....

=(۱) ما في " سنن أبي داود " : عن ابن عباس قال : قال رسول اللّٰہ ﷺ : " من أراد الحج فليتعجّل " . (۲/۷۵ ، رقم : ۱۷۳۴ ، كتاب المناسک ، باب : ۲ ، ط : دار الكتاب العربي بيروت ، سنن ابن ماجه : ۱۳۳/۴ ، رقم : ۲۸۸۳)

(امداد الحجاج: حصہ اول،ص/۴۲، باب:۲، تاخیر کی ممانعت اور جلدی حج کرنے کا حکم)

الحجة على ما قلنا :

(۲) ما في " صحيح مسلم " : عن أبي هريرة رضي اللّٰہ تعالى عنه يبلغ به النبي ﷺ : " لا تشد الرحال إلا إلى ثلاثة مساجد : مسجدي هذا ، ومسجد الحرام ، ومسجد الأقصىٰ " .

(۱/۴۴۷ ، كتاب الحج ، فضل الصلوٰة بمسجدي مكة والمدينة)

ما في " سنن الدار قطني " : عن ابن عمر قال : قال رسول اللّٰہ ﷺ : " من زار قبري وجبت له شفاعتي " .

(۲/۲۷۸ ، ط : شركة الطباعة الفنية ، آثار السنن للعلامة النيموي : ص/۳۳۹)

ما في " الموسوعة الفقهية " : زيارة قبره ﷺ من أهم القربات وأفضل المندوبات ، وقد نقل صاحب فتح القدير عن مناسک الفاسيّ وشرح المختار : أن زيارة قبره ﷺ قريبة من الوجوب . وفي حديث عنه ﷺ : " من زار قبري وجبت له شفاعتي " . وروي عنه ﷺ : "من جاء ني زائرًا لا يعلم له حاجة إلا زيارتي ، كان حقا علي أن أكون له شفيعًا يوم القيامة " .

(۲۴/۸۰ ، زيارة قبر الرسول ﷺ)

(۳) (امداد الحجاج: حصہ اول،ص/۵۶، ۵۷،صرف مکہ تک آنے جانے الخ)

(مسائل حج مفتی بیمات صاحب:ص/۴۶، ۴۷،مسئلہ نمبر:۱۷، زبدۃ المناسک:۱/۱۳)

(فتاویٰ رحیمیہ:۸/۲۷۵،بحوالہ مسائل حج)

تعمیر مکان یا شادی کو فرض حج پر مقدم کرنا

مسئلہ (۲۷): بعض لوگوں کو حج کی گنجائش ہوتی ہے، لیکن تعمیر مکان یا شادی وغیرہ میں خرچ کرنے کو مقدم سمجھتے ہیں، اور حج سے اپنے آپ کو سبک دوش خیال کرتے ہیں، جب کہ جس زمانے میں عموماً لوگ حج کو جاتے ہیں (مثلاً: ماہِ شوال، ذی قعدہ) اس سے قبل اگر کسی نے دوسرے کام میں رقم خرچ کردی، تب تو حج فرض نہ ہوگا، اور اگر سفرِ حج کا زمانہ آ گیا، تو حج فرض ہوگیا[1]، اور تعمیر مکان یا شادی وغیرہ اُمور میں خرچ کرنا جائز نہیں، خواہ اس تعمیر وغیرہ کی ضرورت ہی کیوں نہ ہو، اگر خرچ کرے گا، تو گنہگار ہوگا، اور حج اُس کے ذمہ باقی رہیگا۔[2]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم ": ﴿ولله على الناس حج البيت من استطاع إليه سبيلا ومن كفر فإن الله غني عن العلمين﴾ . (سورة آل عمران : ۹۷)

ما في " المستدرک للحاكم " : عن أنس رضي الله عنه ، عن النبي ﷺ في قوله تبارک وتعالى : ﴿ولله على الناس حج البيت من استطاع إليه سبيلا﴾ . قال : قيل : يا رسول الله ! ما السبيل ؟ قال : الزاد والراحلة . (۶۲۲/۲ ، رقم : ۱۶۱۳ ، كتاب المناسک)

(سنن الدار قطني : ۱۹۴/۲ ، كتاب الحج ، رقم : ۲۳۹۷)

ما في " السنن الكبرى للبيهقي " : عن ابن عباس رضي الله عنه في قوله تعالى : ﴿ولله على الناس حج البيت من استطاع إليه سبيلا﴾ . قال : السبيل أن يصح بدن العبد ، ويكون له ثمن زاد وراحلة من غير أن يَجْحفَ به . (۴۴۵/۶ ، رقم : ۸۷۲۴ ، كتاب الحج ، باب الرجل يطيق المشي ولا يجد زادا ولا راحلة الخ)

ما في " التنوير مع الدر والرد " : فرض مرة على الفور على مسلم حر مكلف صحيح بصير ذي زاد وراحلة فضلا عما لا بد منه . (۴۵۵/۲ - ۴۶۱ ، ط : کراچی ، =

حج کی اجازت ملنے کے وقت فقیر تھا

مسئلہ(۳۷): اگر کسی شخص پر حج فرض ہوگیا اور پہلے ہی سال اُس نے حج کے لیے حکومت کو درخواست بھی دے دی، مگر حکومتی قانون کی وجہ سے وہ حج کو نہ جاسکا، اور جب اس کا نمبر لگا، یعنی حکومت کی طرف سے اُسے حج کی اجازت ملی، تب اُس کے پاس حج کے اخراجات کے بقدر روپئے نہیں تھے، تو اب اس پر حج فرض نہیں رہا، اور اس پر قرض لے کر حج کو جانا بھی ضروری نہیں۔ (۱)

=و: ۳/۴۵۰ – ۴۶۲ ، ط : زکریا ، الفتاوی الهندية : ۱/۲۱۹ ، ط : رشيديه وزكريا)

(هدايه : ۱/۲۳۱ ، كتاب الحج ، البحر الرائق : ۲/۳۱۱ ، ط : كوئٹه)

(بدائع الصنائع : ۲/۳۰۱ ، ط : زكريا)

ما في " بدائع الصنائع " : وأما تفسير الزاد والراحلة فهو إن ملك من المال مقدار ما يبلغه إلى مكة ذاهبًا وجائيًا راكبًا لا ماشيًا بنفقة وسط لا إسراف فيها ولا تقتير ، فاضلا عن مسكنه وخادمه وفرسه وسلاحه وثيابه وأثاثه ونفقة عياله وخدمه وكسوتهم وقضاء ديونه .

(۲/۲۹۷ ، كذا في الفتاوى الهندية : ۱/۲۱۷ ، الدر المختار مع الشامية : ۲/۴۶۲ ، ط : كراچي ، و: ۳/۴۶۱ – ۴۶۲ ، ط : زكريا ، مطلب قولهم يقدم حق العبد على حق الشرع)

(۲) ما في " الجامع لأحكام القرآن " : قال الحسن البصري : إن من ترك الحج وهو قادر عليه فهو كافر . (۴/۱۵۳)

ما في " سنن الدارمي " : قوله عليه السلام : " من مات ولم يحج فليمت إن شاء يهوديا وإن شاء نصرانيا " . (۲/۴۵ ، كتاب الحج ، باب من مات ولم يحج) (امداد الحجاج: حصہ اول، ص/۵۴،۵۵، تعمیر مکان اور شادی کا عذر قابل قبول ہے یا نہیں؟، بحوالہ رسالۃ الہادی، اُحکام الحج: ص/۴۸۵)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم ": ﴿ولله على الناس حج البيت من استطاع إليه سبيلا ومن كفر فإن الله غني عن العلمين﴾ . (سورة آل عمران : ۹۷)=

بھیک مانگ کر حج کے لیے جانا

مسئلہ (۷۴): بعضے لوگوں پر حج فرض نہیں ہوتا، مگر وہ لوگوں سے بھیک مانگ کر پیسے جمع کرتے ہیں، اور حج کو جاتے ہیں، جب کہ جس شخص کے پاس ایک دن کھانے کی مقدار موجود ہو، اس کے لیے بھیک مانگنا جائز نہیں ہے[1]، اور نہ ہی ایسے شخص کو بھیک دینا درست ہے[2]، لیکن اگر کسی نے بھیک مانگ کر حج کرلیا، تو اس کا حج ادا ہو جائے گا، البتہ سوال کرنے اور مانگنے کا گناہ بھی ہوگا[3]، جس کے لیے توبہ واستغفار لازم ہے۔

=ما في " التنویر وشرحه مع الشامیة " : قال في التنویر : (فرض) .... (علی الفور) ..... (علی مسلم) ..... (حر مکلف) .... (صحیح) البدن (بصیر) غیر محبوس وخائف من سلطان یمنع منه (ذي زاد) ... (وراحلة) .... (فضلاً عما لا بد منه) .... (و) ... (نفقة عیاله) .... (إلی) حین (عوده) . (التنویر وشرحه) . وفي الشامیة : قال الشامي رحمه اللّٰه تعالی : لما کان مرکبا من المال والبدن . (۳/۴۴۷ – ۴۵۰ – ۴۶۲ ، کتاب الحج ، ط : بیروت)

ما في " بدائع الصنائع " : إنه فرض عین لا فرض کفایة ، فیجب علی کل من استجمع شرائط الوجوب عینا . (۲/۲۹۱)

ما في " الفتاوی الهندیة " : وتفسیر ملک الزاد والراحلة أن یکون له مال فاضل عن حاجته وهو ما سوی مسکنه ولبسه وخدمه وأثاث بیته قدر ما یبلغه إلی مکة ذاهبا وجائیا راکبا لا ماشیا ، وسوی ما یقضی به دیونه ویمسک لنفقة عیاله ومرمة مسکنه ونحوه إلی وقت انصرافه ... کذا في المحیط السرخسي . ویعتبر في نفقته ونفقة عیاله الوسط من غیر تبذیر ولا تقتیر . کذا في التبیین . (۱/۲۱۷ ، کتا ب المناسک)

(فتاویٰ دینیہ: ۳/۱۴۶، استطاعت کے وقت حکومت کے قانون کی وجہ سے حج کرنے نہ جاسکا۔ الخ)

(۱ – ۲) ما في " الدر المختار مع الشامیة " : ولا یحل أن یسأل شیئًا مِن القوت مَن له =

ٹراویل ایجنسی (Travel Agency) کے ذریعہ مفت میں حج

مسئلہ (۷۵): آج کل ٹراویل ایجنسیاں (Travel Agencies) سفرِ حج پر بھیجنے والوں کے لیے جگہ جگہ ایجنٹ مقرر کرتی ہیں، اوران ایجنٹوں سے یہ معاہدہ کرتی ہیں کہ اگر آپ نے دس آدمیوں کے فارم بھرا کر اُن کے سفرِ حج کی فیس ہمارے دفتر میں بھیج کر جمع کرادی، تو آپ کو ٹراویل ایجنسی کی طرف سے مفت میں حج کرایا جائے گا، تو صورتِ مذکورہ میں چوں کہ ٹراویل ایجنسی اپنے ایجنٹ کو دس آدمیوں کے فارم بھروانے، اور اُن کی رقم اپنے آفس میں جمع کروانے پر اُس کے حج کے اخراجات اپنی طرف سے دینے کا وعدہ کررہی ہے، تو یہ ایجنٹ کی محنت؛ یعنی افراد کو تیار کرنے اوران سے فارم بھروانے کا مُعاوَضہ سمجھا جائے گا، اوراس کی اپنی ذاتی کمائی میں شامل ہوگا، لہٰذا اس رقم سے اس کے لیے حج کے سفر پر جانا بلاشبہ درست ہوگا۔[1]

=قوت يومه بالفعل أو بالقوة كالصحيح المكتسب ، ويأثم معطيه إن علم بحاله لإعانته على المحرم . (در مختار) . (۲/۳۵۴ ، ۳۵۵ ، باب المصرف ، مطلب في الحوائج الأصلية ، ط : سعيد ، مجمع الأنهر : ۱/۲۲۶ ، باب المصرف ، ط : بيروت ، حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح :ص/۷۲۲ ، قبيل باب صدقة الفطر ، ط : قديمي)

(۳) ما في " بدائع الصنائع " : ثم إذا حج بالسؤال من الناس يجوز ذلک عن حجة الإسلام ، حتى لو أيسر لا يلزمه حجة أخرى ؛ لأن الاستطاعة بملک الزاد والراحلة ومنافع البدن شرط الوجوب ؛ لأن الحج يقام بالمال والبدن جميعًا . (۳/۴۵ ، فصل في شرائط فرضيته ، ط : بيروت) (فتاویٰ محمودیہ:۱۰/۴۵۰، ۴۵۱،سوال کرکے حج کو جانا، ط: کراچی)

(خیر الفتاویٰ:۴/۱۵۱، فتاویٰ دار العلوم دیوبند عزیزی:۶/۳۱۹، کتاب الفتاویٰ:۴/۱۰)=

....

....

....

....

الحجة على ما قلنا :

=(۱) ما في " السنن الكبرى للبيهقي " : عن أبي هريرة رضي الله عنه ، عن النبي ﷺ : "......... ومن استأجر أجيرًا فليعلمه أجره " .

(۱۹۸/۶، رقم : ۱۱۶۵۱ ، كتاب الإجارة ، باب لا تجوز الإجارة حتى تكون معلومة وتكون الأجرة معلومة ، ط : دار الكتب العلمية بيروت)

ما في " مصنف عبد الرزاق " : أخرج عبد الرزاق عن الثوري في رجل يكتري من رجل إلى مكة ، ويضمن له الكرى نفقته إلى أن يبلغ ، قال : لا ، أن يوقت أيامًا معلومة ، وكيلا معلومًا من الطعام إياه كل يوم . (۲۱۴/۸ ، كتاب البيوع ، رقم : ۱۴۹۳۸، بحواله : التعليقات على هامش الفتاوى التاتارخانية : ۱۰۱/۱۵، ط : زكريا)

ما في " الهداية " : لا تصح حتى تكون المنافع معلومة والأجرة معلومة .

(۲۷۷/۴ ، كتاب الإجارات ، ط : رشيديه جامع مسجد دهلي)

ما في " الدر المختار مع الشامية " : (استأجره ليصيد له أو يحطب له ، فإن) وقت لذلك (وقتًا جاز) ذلك . (۶۲/۶ ، كتاب الإجارة ، باب الإجارة الفاسدة ، ط : دار الفكر بيروت) (و: ۸۵/۹ ، ط : زكريا ودار الكتب العلمية بيروت)

ما في " الدر المختار مع الشامية " : تتمة : قال في التاتر خانية : وفي الدلال والسمسار يجب أجر المثل ، وما تواضعوا عليه أن في كل عشرة دنانير كذا فذاك حرام عليهم . وفي الحاوي : سئل محمد بن سلمة عن أجرة السمسار ، فقال : أرجو أنه لا بأس به ، وإن كان في الأصل فاسدًا لكثرة التعامل ، وكثير من هذا غير جائز فجوّزوه لحاجة الناس إليه كدخول الحمام . (۶۳/۶ ، ط : دار الفكر بيروت ، و: ۸۷/۹ ، كتاب الإجارة ، باب ضمان الأجير ، مطلب في أجرة الدلال ، ط : زكريا ودار الكتب العلمية بيروت)

(کتاب النوازل: ۲۸۷/۷، ۲۸۸، ٹریول ایجنسی کا اپنے ایجنٹ کو فری حج پر بھیجنا)

حکومت کی طرف سے حج سبسِڈی

مسئلہ (۷۶): حج سبسِڈی حکومتِ ہند کی طرف سے حجاجِ کرام کے لیے تعاون کی ایک شکل ہے، اس لیے حجاج کو اس رعایت سے فائدہ اُٹھانے میں شرعاً کچھ حرج نہیں ہے، اور حکومت پر اقتدارِ اعلیٰ غیر مسلموں کو حاصل ہے، اس لیے ان کے آپسی مُعامَلات اگرچہ سودی ہوں، پھر بھی اُن کا تعاوُن لینا منع نہیں ہے، اور سبسِڈی کی رقم کا سودی رقم سے ادا کیے جانے کا جو بعض لوگ دعویٰ کرتے ہیں، بجائے خود محتاجِ دلیل اور غیر معقول ہے۔ (۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " تقريرات الرافعي على حاشية ابن عابدين " : (وهدية أهل الحرب) أي للإمام وإلا فهي للآخذ فقط . كما سيأتي في باب المغنم .

(۱۳/۱۸۷ ، كتاب الزكاة ، باب العشر ، ط : بيروت)

ما في " إعلاء السنن " : وأما الهدية للمشركين وأهل الكتاب ، وقبول هداياهم كل ذلك جائز ، إذا كانوا ذمة لنا ، وكذلك إذا كانوا أهل حرب . (۱۶/۱۴۶ ، كتاب الهبة ، باب الهدية للمشركين وقبول الهدية منهم ، ط : إدارة القرآن كراچي)

وفيه أيضًا : قال العلامة التهانوي : إن الهدية والصدقة والهبة والعطية معانيها متقاربة .

(۱۶/۸۱ ، كتاب الهبة ، باب قبول الهبة ، ط : دار الكتب العلمية بيروت)

ما في " الفتاوى الهندية " : وأهل الذمة في حكم الهبة بمنزلة المسلمين ؛ لأنهم التزموا أحكام الإسلام فيما يرجع إلى المعاملات .

(۴/۴۰۵ ، كتاب الهبة ، الباب الحادي عشر في المتفرقات ، ط : زكريا)

(کتاب النوازل: ۷/۲۸۳، حج سبسڈی کی رعایت سے فائدہ اُٹھانا، کتاب الفتاویٰ: ۴/۱۱۰)

عورت صاحب استطاعت ہے مگر محرم نہیں!

مسئلہ (۷۷): اگر کوئی عورت صاحبِ استطاعت ہے (یعنی دو لوگوں کے حج کی مقدار روپیہ اس کے پاس ہے)، لیکن اس کے ساتھ جانے والا محرم کوئی نہیں، نہ بیٹا ہے، نہ باپ ہے، نہ بھائی ہے، غرض کوئی محرم شخص نہیں جو اس کے ساتھ جائے، تو ایسی صورت میں نفسِ وجوب (حج) تو اس پر (واجب) ہوجاتا ہے، لیکن محرم نہ ہونے کی وجہ سے وجوبِ ادا (یعنی حج کا ادا کرنا واجب) نہیں ہوتا ہے، اور کسی اجنبی کے ساتھ سفر کرنا بھی جائز نہیں (۱)، اِس لیے اُسے چاہیے کہ روپیہ اپنے پاس محفوظ رکھے، شاید کوئی محرم میسر ہوجائے، اور اگر اخیر عمر تک کوئی محرم میسر نہ ہو، تو وصیت کر جائے کہ مرنے کے بعد اس کی طرف سے حج بدل کرادیا جائے۔ (۲)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " تنوير الأبصار وشرحه مع الشامية " : (و) مع (زوج أو محرم) .... بالغ ..... عاقل ..... غير مجوسي ولا فاسق) لعدم حفظهما (مع) وجوب النفقة لمحرمها (عليها) . (در مختار) . وفي الشامية : قوله : (مع وجوب النفقة الخ) أي فيشترط أن تكون قادرة على نفقتها ونفقته . (۳/۴۱۱ ، كتاب الحج ، مطلب يقدم حق العبد على حق الشرع ، ط : دار الكتاب ديوبند ، و:۳/۴۶۴ ، كتاب الحج ، ط : دار الكتب العلمية بيروت)

(النهر الفائق : ۲/۵۷ ، كتاب الحج ، الفقه الحنفي في ثوبه الجديد : ۱/۴۵۴)

(الفتاوى التاتار خانية : ۲/۱۴۹)

ما في " البحر الرائق " : ويشترط في حج المرأة من سفر زوج أو محرم بالغ عاقل غير مجوسي ولا فاسق مع النفقة عليه . (۲/۵۵۲ ، كتاب الحج ، ط : دار الكتاب ديوبند)=

حج کے موقع پر دعوتوں کا اہتمام

مسئلہ (۷۸): آج کل عموماً ایسا ہوتا ہے کہ حج میں جانے والا اگر دعوت نہ کرے، یا لوگ اس کی دعوت نہ کریں، تو جانبین اِسے بُرا مانتے ہیں، اور دعوتوں کو اس قدر ضروری سمجھ لیا گیا ہے کہ نہ کرنے پر شکایتیں ہوتی ہیں، طعنے سنائے جاتے ہیں، ہدایا اور سوغات کی لین دین میں عموماً دکھلاوا، شہرت اور بڑائی کا خیال ہوتا ہے، اخلاص، للّٰہیت اور خوش دِلی کا نام ونشان نہیں ہوتا، اس لیے اس طرح کی دعوتوں، ہدایا وسوغات اور لین دین سے پرہیز کرنا چاہیے، کیوں کہ جب کسی مباح کام کو ضروری سمجھ لیا جاوے اور لزوم کا درجہ دے دیا جاوے، تو شرعاً وہ کام قابلِ ترک ہوتا ہے، خصوصاً اگر اس میں غیر شرعی اُمور شامل ہو جاویں، تو پھر اس کا ترک انتہائی ضروری ہو جاتا ہے۔ (۱)

=(۲) ما في " رد المحتار " : والذي اختاره في الفتح أنه مع الصحة وأمن الطريق شرط وجوب الأداء فيجب الإيصاء إن منع المرض . اهـ . (۴۶۵/۳ ، كتاب الحج ، ط : بيروت)

(امداد الفتاویٰ: ۱۸۶/۲، ۱۸۷)

(امداد الحجاج: حصہ اول، ص/۶۳، ۶۴، مال دار بیوہ عورت جس کا کوئی محرم نہیں اس کے لیے شرعی حکم)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " صحيح البخاري " : عن عائشة رضي الله عنها قالت : قال رسول الله ﷺ : " من أحدث في أمرنا هذا ما ليس فيه فهو ردٌّ " . (۳۷۱/۱ ، كتاب الصلح ، باب إذا اصطلحوا – الخ ، رقم : ۲۶۹۷ ، صحيح مسلم : ۷۷/۲ ، كتاب الأقضية ، سنن أبي داود : ص/۶۳۵ ، كتاب السنة ، باب في لزوم السنة ، رقم : ۴۶۲۲ ، سنن ابن ماجة : ص/۱۳ ، مشكوة المصابيح : ص/۲۷ ، باب الاعتصام بالكتاب والسنة ، الفصل الأول)=

نابالغ بچہ کا احرام

مسئلہ (۷۹): نابالغ بچہ جس کو ابھی احرام وغیرہ کا شعور بھی نہیں ہے، اگر اس کے والد اس کے احرام کی نیت کرلیں، تو وہ محرم ہو جائے گا، اور افعالِ حج میں والد کی نیت اس کی طرف سے کافی ہو جائے گی، لڑکا ہو تو دوسرے محرم مردوں کی طرح اسے بھی چادر اور تہ بند پہنائی جائے گی، اور چوں کہ نابالغ ہونے کی وجہ سے وہ احکام کا مکلّف نہیں، اس لیے اگر اس سے احکامِ احرام کی خلاف ورزی بھی ہو جائے، تو دم، صدقہ یا کفارہ واجب نہیں ہوگا، نیز نابالغ بچہ کا حج، حج نفل کے حکم میں ہے، لہٰذا بالغ ہونے کے بعد اگر صاحبِ استطاعت ہو، تو فرض حج اُسے ادا کرنا ہوگا۔ (۱)

=ما في " بذل المجهود " : سواء كان في العمل أو الاعتقاد فهو مردود .

(۱۳/۳۳ ، رقم : ۴۶۲۲)

ما في " رد المحتار " : البدعة ما أحدث على خلاف الحق المتلقى عن رسول الله ﷺ من علم أو عمل أو حال بنوع شبهة واستحسان ، وجعل ديناً قويماً وصراطاً مستقيمًا .

(۲/۲۵۶ ، مطلب البدعة خمسة أقسام)

ما في " كتاب التعريفات للجرجاني " : البدعة : هي الأمر المحدث الذي لم يكن عليه الصحابة والتابعون ولم يكن مما اقتضاه الدليل الشرعي . (ص/۴۷)

(فتاویٰ رحیمیہ: ۸/۱۴۱، حجاجِ کرام کی دعوت، لین دین الخ، متفرقاتِ حج)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " البحر الرائق " : فإن كان لا يعقله فأحرم عنه أبوه صار محرما فينبغي أن يجرده قبله ويلبسه إزارًا ورداءً ، ولما كان الصبي غير مخاطب كان إحرامه غير لازم . =

بچہ کا حج کس طرح ہوگا؟

مسئلہ (۸۰): بچہ پر حج فرض نہیں، لیکن اگر والد حج کرادے، تو اس بچہ کا حج نفل ہوجائے گا، اب بعض فقہاء کے نزدیک بچہ کو حج کا ثواب ملے گا، اور والد کو اس کی تعلیم وتربیت کا، اور بعض فقہاء کی رائے ہے کہ خود حج کا ثواب والد کو ہوگا۔

حج کے دو اہم رکن: وقوفِ عرفہ اور طوافِ زیارت، بچہ اپنے باپ کے ساتھ خود ہی کرلے گا، وقوفِ عرفہ کے لیے نیت ضروری نہیں، باقی جن افعال میں نیت ضروری ہے، اس میں والد اُس کی طرف سے نیت کرے گا، اور اُس کی جانب سے رَمی اور قربانی بھی والد کرے گا، البتہ اگر وہ احکامِ احرام کی خلاف ورزی کرے، یا کسی اور جنایت کا مرتکب ہو، تو اس پر دم واجب نہیں ہوگا، کیوں کہ نابالغ بچے مکلّف نہیں ہیں، اور اُن کی غلطیاں شرعاً عفو کے دائرے میں ہیں۔ (۱)

=(۲/۵۵۳، ۵۵۴، کتاب الحج) (کتاب الفتاویٰ: ۴/۳۹، ۴۰، بے شعور بچوں کا احرام)

(۲) ما في " بدائع الصنائع ": وما فعله الصبي قبل البلوغ يكون تطوعًا، وقد روي عن النبي ﷺ أنه قال: " أيما صبي حج عشر حجج ثم بلغ فعليه حجة الإسلام ".

(۳/۴۴، كتاب الحج، فصل في شرائط فرضيته، ط: بيروت)

(۱) ما في " بدائع الصنائع ": وأما شرائط فرضيته فنوعان: .... منها البلوغ ومنها العقل؛ فلا حج على الصبي. (۳/۴۴، كتاب الحج، ط: بيروت)

ما في " مراقي الفلاح مع حاشية الطحطاوي ": التي توجب دما هي ما لو طيب محرم بالغ عضوًا أو خضب رأسه بحناء أو ادهن بزيت، أخرج بالبالغ الصبي، فلا شيء عليه.

(ص/ ۷۴۱، كتاب الحج، باب الجنايات، ط: مطبع شيخ الهند ديوبند)

(کتاب الفتاویٰ: ۴/۱۲۱، چھوٹے بچہ کا حج)

مکہ مکرمہ میں داخل ہوکر غسل

مسئلہ (۸۱): مکہ مکرمہ میں داخل ہوکر غسل کرنا سنت ہے، موجودہ زمانے میں موٹر گاڑی اور ٹیکسی کی سواری جلدی سے مکہ پہنچادیتی ہے، اس لیے جدہ ہی سے غسل کرکے گاڑی میں بیٹھ جائے، اور مکہ پہنچ جائے، تو یہ سنت ادا ہوجائے گی۔[۱]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " صحيح البخاري " : عن نافع قال : كان ابن عمر رضي الله عنهما إذا صلى بالغداة بذي الحليفة أمر براحلته فرحلت ثم ركب فإذا استوت به استقبل القبلة قائمًا ثم يلبي حتى يبلغ الحرم ثم يمسک حتى إذا جاء ذا طوى بات به حتى يصبح فإذا صلى الغداة اغتسل وزعم أن رسول الله ﷺ فعل ذلک . تابعه إسماعيل عن أيوب في الغسل .

(۲/۱۷۱، رقم : ۱۵۵۳، کتاب الحج ، باب الإهلال مستقبل القبلة ، ط : دار الشعب القاهرة ، صحيح مسلم : ۲/۹۱۹ ، ط : الحلبي ، رقم : ۲۲۰۶)

ما في " الموسوعة الفقهية " : ذهب جمهور الفقهاء إلى أنه يسن الغسل لدخول الحرم ، وذلک تعظيمًا لحرمته ، قال الزرکشي : ويُستحب الغسل لدخول مكة اتفاقًا لما في الصحيحين . اهـ . (۱۷/۱۹۹ ، حرم ، الغسل لدخول الحرم)

ما في " هداية السالک إلى المذاهب الأربعة في المناسک " : السنة أن يدخل الحاج مكة قبل الوقوف باتفاق الأربعة اقتداءً بالنبي ﷺ .

(۲/۷۴۰ ، الباب العاشر في دخول مكة المعظمة ، يسن الاغتسال ، فصل ، إمام عز الدين بن جماعة الكناني ، ط: دار البشائر الإسلامية بيروت)

(مسائل حج مفتی بیمات صاحب: ص/۸۰، عمدۃ الفقہ: ص/۴۲۵)

گونگے شخص کا تلبیہ

مسئلہ (۸۲): جس شخص کو بولنے پر قدرت نہ ہو، یا وہ قدرتی طور پر بے زبان اور گونگا ہو، تو اُس کے لیے تلبیہ کے وقت زبان ہلانا ضروری نہیں ہے، بلکہ صرف مستحب ہے۔(۱)

تلبیہ کے الفاظ یاد نہ ہوں تو کیا پڑھے؟

مسئلہ (۸۳): اگر کسی شخص کو تلبیہ کے مخصوص الفاظ (**لَبَّیْک اَللّٰهُمَّ لَبَّیْک ، لَبَّیْکَ لا شَرِیْکَ لَکَ لَبَّیْک ، إنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَکَ وَالْمُلْک ، لا شَرِیْکَ لَک**) یاد نہ ہوں، تو دیگر اذکار، مثلاً "**لا إله إلا اللّٰهُ**"، "**اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ**" وغیرہ بھی تلبیہ کے قائم مقام ہو سکتے ہیں، اسی طرح اگر کسی کے لیے عربی زبان کے تلفُّظ کی ادائیگی دشوار ہو، تو عربی زبان کے علاوہ کسی اور زبان میں تلبیہ کا ترجمہ بھی پڑھا جا سکتا ہے، مگر عربی میں پڑھنا افضل ہے، اس لیے حتی الامکان تلبیہ یاد کرنے کی کوشش میں لگا رہے۔(۲)

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما في " رد المحتار " : والأخرس یلزمه تحریک لسانه ، وقیل : لا بل یستحب ومال شارحه إلی الثاني ؛ لأن الأصح أنه لا یلزمه التحریک في القراء ة للصلاة ، فهذا أولی ؛ لأن الحج أوسع ، ولأن القراء ة فرض قطعي علیه بخلاف التلبیة .

(۳/۴۹۰ ، ط : زکریا وبیروت) (کتاب النوازل:۷/۴۳۳، گونگا کس طرح تلبیہ پڑھے؟)

(۲) ما في " رد المحتار " : والحاصل أن اقتران النیة بخصوص التلبیة لیس بشرط ، =

حدودِ حرم میں بغیر احرام کے کون لوگ داخل ہو سکتے ہیں؟

مسئلہ (۸۴): حدودِ میقات سے باہر رہنے والے ہوں یا مکہ اور حِل میں رہنے والے، اگر حدودِ میقات کے باہر سے مکہ مکرمہ کی نیت کر کے میقات سے آگے بڑھیں، تو ان پر لازم ہے کہ وہ احرام باندھ کر ہی میقات سے آگے بڑھیں، خواہ وہ حج اور عمرہ کی نیت سے جائیں یا کسی اور مقصد سے، اصل حکمِ شرعی یہی ہے، لیکن موجودہ حالات میں جب کہ تاجر حضرات، دفاتر میں کام کرنے والے، ٹیکسی چلانے والے اور دیگر پیشہ وارانہ کام کرنے والے کبھی ہر روز، کبھی ہر دوسرے تیسرے دن، اور بعض لوگوں کو تو ایک دن میں ایک سے زیادہ دفعہ حرم میں داخل ہونا پڑتا ہے، ایسی حالت میں اس طرح کے لوگوں کو ہر بار احرام اور ادائے عمرہ کی پابندی بے حد مشقت طلب اور دُشوار ہے، اس لیے ان حضرات کے لیے بغیر احرام باندھے حدودِ حرم میں داخلے کی گنجائش ہوگی۔ (۱)

=وإنما الشرط اقترانها بأي ذكر كان . (۴۹۰/۳ ، ط : زكريا)

(الفتاوى الهندية : ۲۲۲/۱ ، البحر العميق :۶۵۱/۲ ، ط : المكتبة المكية ، الفتاوى التاتار خانية :۴۸۲/۳ ، ط : زكريا ، تبيين الحقائق : ۲۵۶/۲ ، ط : بيروت)

ما في " فتاوى قاضي خان على هامش الهندية " : وكما يجوز التلبية بالعربية يجوز بالفارسية والعربية أفضل . (۲۸۵/۱ ، كتاب الحج ، ط : زكريا)

ما في " رد المحتار " : ولو بالفارسية أو غيرها كالتركية والهندية . كما في اللباب . وأشار إلى أن العربية أفضل . (۴۹۰/۳ ، ط : زكريا ، البحر العميق : ۴۷۱/۲)

(الفتاوى التاتار خانية : ۴۸۸/۳ ، ط : زكريا)

(کتاب النوازل: ۴۳۴/۷، جس کو تلبیہ کے الفاظ یاد نہ ہوں، معلم الحجاج: ص/۱۰۲)=

مقیم عورت کا مقامِ تنعیم کا تنہا سفر کرنا

مسئلہ (۸۵): اگر کوئی عورت مکہ مکرمہ پہنچ کر اقامت کی نیت کر لے، اور مقامِ تنعیم سے احرام باندھ کر تنہا عمرہ کرنا چاہے، تو محرم کے بغیر بھی تنہا عمرہ کر سکتی ہے، اس میں کوئی گناہ نہیں ہے، اس لیے کہ عمرہ کے احرام کے لیے ۴۸ / میل (ساڑھے ستہتر کلومٹر) کا سفر نہیں کرنا پڑتا ہے۔(۱)

الحجة على ما قلنا :

=(۱) ما في " المصنف لإبن أبي شيبة " : عن ابن عباس قال : " لا يدخل مكة أحدٌ بغير إحرام إلا الحطابون والعمالون وأصحاب منافعها " . (۲۲۷/۸ ، رقم : ۱۳۶۹۱ ، كتاب الحج ، من كره أن يدخل مكة بغير إحرام ، ط : المجلس العلمي)

(حج وعمرہ موجودہ حالات کے پس منظر میں: ص/ ۳۷، جدید فقہی تحقیقات، ط: ایفا پبلی کیشنز)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الفتاوى الهندية " : ولا تسافر المرأة بغير محرم ثلاثة أيام فما فوقها ، واختلفت الروايات فيما دون ذلک ، قال أبو يوسف : أكره لها أن تسافر يومًا بغير محرم ، وهكذا روي عن أبي حنيفة . اهـ . (۳۶۶/۵)

ما في " البحر الرائق " : لا تسافر المرأة فوق ثلاثة أيام إلا بزوج أو محرم . (۱۹۴/۸)

(فتاویٰ دینیہ: ۳/ ۱۶۱، کیا مکہ پہنچ کر عورت تنہا عمرہ کے لیے تنعیم جا سکتی ہے؟)

مسافر عورت کا مقامِ تنعیم کا تنہا سفر کرنا

مسئلہ (۸۶): بعض عورتیں سفرِ حج میں محرم کے ساتھ جاتی ہیں، مکہ میں مسافر ہوتی ہیں، مقیم نہیں ہوتیں، اور عمرے کا احرام باندھنے کے لیے مقامِ تنعیم تنہا چلی جاتی ہیں، ساتھ میں محرم نہیں ہوتا، جب کہ بہتر یہ ہے کہ عورت عمرہ بھی اپنے محرم کے ساتھ کرے، جیسا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو اُن کے بھائی کے ساتھ تنعیم، احرام باندھنے کے لیے بھیجا تھا، اور عمرہ کروایا تھا، ہاں! البتہ اگر عورت تنہا تنعیم جا کر احرام باندھ کر عمرہ کرلے، تو اس کا احرام اور عمرہ صحیح ہو جائے گا۔ (۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " صحيح البخاري " : حدثنا علي بن عبد الله ، حدثنا سفيان عن عمرو ، سمع عمرو بن أوس ، أن عبد الرحمن بن أبي بكر رضي الله عنهما أخبره : أن النبي ﷺ أمره أن يُردف عائشة ويُعمرها من التنعيم ..." الحديث . (ص/۳۱۳ ، ۳۱۴ ، باب عمرة التنعيم ، رقم : ۱۷۸۴ ، ۱۷۸۵ ، ط: احياء التراث العربي بيروت)

ما في " جامع الترمذي " : حدثنا يحي بن موسى وابن أبي عمر قالا : حدثنا سفيان بن عُيينة عن عمرو بن دينار عن عمرو بن أوس عن عبد الرحمن بن أبي بكر : أن النبي ﷺ أمر عبد الرحمن بن أبي بكر أن يُعمر عائشة من التنعيم " . قال أبو عيسى : هذا حديث حسن صحيح. (۲/۷۹ ، رقم : ۹۳۴، كتاب الحج ، باب ما جاء في العمرة من التنعيم ، بيروت)

(أخرج البخاري في حديث عائشة أنها قالت :) فلما قضينا الحج أرسلني النبي ﷺ مع عبد الرحمن بن أبي بكر إلى التنعيم فاعتمرت . الخ .

(صحيح بخاري : ۱/۲۱۱ ، كتاب المناسک ، باب كيف تهل الحائض والنفساء)

(فتاویٰ دینیہ :۳/۱۶۲، عورت کا تنہا عمرہ کرنا)

منھ بولے بھائی کے ساتھ سفرِ حج

مسئلہ(۸۷): کسی عورت کے لیے شوہر یا محرم کے بغیر سفرِ حج وغیرہ کے لیے جانا حرام ہے(۱)، کسی اجنبی شخص کو منھ بولا، دینی واسلامی بھائی بنا لینے سے وہ اس عورت کا محرم نہیں بن سکتا۔(۲)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " تنوير الأبصار وشرحه مع الشامية " : (و) مع (زوج أو محرم) .... بالغ ..... عاقل ..... غير مجوسي ولا فاسق) لعدم حفظهما (مع) وجوب النفقة لمحرمها (عليها) . (در مختار) . وفي الشامية : قوله : (مع وجوب النفقة الخ) أي فيشترط أن تكون قادرة على نفقتها ونفقته .

(۳/۱۱ ۴ ، كتاب الحج ، مطلب يقدم حق العبد على حق الشرع ، ط : دار الكتاب ديوبند، و:۳/۳۶۴ ، كتاب الحج ، ط : دار الكتب العلمية بيروت)

(النهر الفائق : ۲/۵۷ ، كتاب الحج ، الفقه الحنفي في ثوبه الجديد : ۱/۴۵۴)

(الفتاوى التاتار خانية : ۲/۱۴۹)

ما في " البحر الرائق " : ويشترط في حج المرأة من سفر زوج أو محرم بالغ عاقل غير مجوسي ولا فاسق مع النفقة عليه . (۲/۵۵۲ ، كتاب الحج ، ط : دارالكتاب ديوبند)

(۲) ما في " النهر الفائق " : وبشرط محرم وهو من لا يجوز له مناكحتها على التأبيد بقرابة أو رضاع أو صهرية مسلما إلا أن يكون فاسقًا . (۲/۵۷ ، كتاب الحج)

(فتاویٰ فریدیہ:۴/۲۳۲،کسی اجنبی شخص کو دینی بھائی بنا کر اس کے ساتھ حج کے لیے جانا جائز نہیں)

چچا کا بھتیجی کے ساتھ سفرِ حج

مسئلہ (۸۸): حقیقی والد کا حقیقی بھائی، حقیقی چچا ہوتا ہے، ایسے چچا کے ساتھ بھتیجی کا سفر کرنا جائز ہے، اس لیے کہ حقیقی چچا بھتیجی اور اس کی اولاد کے لیے محرم ہوتا ہے، لہٰذا بھتیجی کا حقیقی چچا کے ساتھ سفرِ حج میں جانا درست ہے۔ (۱)

حج بدل کے لیے دیا گیا روپیہ ذاتی ضرورت میں خرچ کرنا

مسئلہ (۸۹): حج بدل پر جانے والے شخص کو آمر (بھیجنے والے) کی طرف سے جو روپیہ دیا جاتا ہے، وہ صرف کھانے، پینے، قیام اور سواری کی ضرورتوں میں اوسط درجہ خرچ کیا جاسکتا ہے۔ اپنی ذاتی ضروریات مثلاً: اپنے اہلِ خانہ کے لیے ہدایا کی خرید وفروخت، صدقہ خیرات، کسی کی دعوتِ طعام وغیرہ میں خرچ کرنا جائز نہیں، اگر کسی نے ان ضرورتوں میں خرچ کرلیا، تو اتنے روپیوں کا لوٹانا واجب ہوگا۔ (۲)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " : حرمت عليكم امهاتكم وبناتكم وأخواتكم وعماتكم وخالاتكم وبنات الأخ وبنات الأخت﴾ . (سورة النساء : ۲۳)

ما في " الجوهرة النيرة " : (ولا يحل للرجل أن يتزوج بأمه ولا بجداته ...... ولا ببنات أخيه ولا ببنات أخته) .

(۱۰۸/۳ ، ۱۰۹ ، كتاب النكاح ، مطلب في بيان المحرمات ، ط : بيروت)

(فتاویٰ دینیہ: ۱۶۳/۳، چچا کے ساتھ عمرہ میں جانا)

(۲) ما في " بدائع الصنائع " : وإذا فرغ المأمور بالحج من الحج ونوى الإقامة .....=

ایک وقت میں ایک ہی حج بدل

مسئلہ(۹۰): ایک وقت میں ، ایک شخص صرف ایک ہی شخص کی طرف سے حج بدل کرسکتا ہے، ایک ہی شخص کئی افراد کی طرف سے بیک وقت حج بدل نہیں کرسکتا، ہاں! البتہ ایک نفل حج کرکے کئی افراد کواس کا ثواب بخشنا چاہیں، تو بخش سکتے ہیں، اللہ کی کریم ذات سے امید ہے کہ سب کو پورے پورے حج کا ثواب ملے گا۔(۱)

= أنفق من مال نفسه ؛ لأن نية الإقامة قد صحت فصار تاركا للسفر فلم يكن مأذونا بالاتفاق من مال الآمر ، ولو أنفق ضمن ؛ لأنه أنفق مال غيره بغير إذنه .

(۲/ ۴۶۰ ، كتاب الحج ، بيان شرائط النيابة في الحج ، ط : دار الكتاب ديوبند)

(الفقه الإسلامي وأدلته : ۳/۲۱۱۶، أجزاء المخالفة ، غنية الناسک :ص/ ۴۲۰ ، فصل في شرائط النيابة في الحج الفرض ، ط : سهارنفور)

(فتاویٰ دینیہ:۳/۱۷۳،۱۷۴، حج بدل کے روپیوں سے کیا کیا ضرورتیں پوری کی جاسکتی ہیں؟)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في '' بدائع الصنائع '' : ولو أمره رجل أن يحج عنه حجة وأمره رجل آخر أن يحج عنه فأحرم بحجة فهذا لا يخلو عن أحد وجهين : إما أن أحرم بحجة عنهما جميعًا ، وإما أن أحرم بحجة عن أحدهما ، فإن أحرم بحجة عنهما جميعًا ، فهو مخالف ويقع الحج عنه ويضمن النفقة لهما إن كان أنفق من مالهما .

(۲/ ۴۵۸ ، كتاب الحج ، بيان شرائط النيابة في الحج ، ط : دارالكتاب ديوبند)

(غنية الناسک :ص/ ۴۲۱ ، باب الحج عن الغير ، ط : سهارنفور)

(فتاویٰ دینیہ:۳/ ۱۸۰، ایک وقت میں ایک شخص کا تین افراد کی طرف سے حج بدل کی نیت کرنا)

احرام؛ حج یا عمرہ کی نیت کو کہتے ہیں، دو چادروں کو نہیں!

مسئلہ (۹۱): حج یا عمرے کے احرام سے وہ دو چادریں مراد نہیں جنہیں حج یا عمرہ کرنے والا شخص پہنتا ہے، بلکہ احرام سے مراد وہ خاص چیزیں ہیں، جو حاجی اور معتمر اپنے لیے ممنوع قرار دیتا ہے، اور یہ مُمانَعت اس وقت سے شروع ہوتی ہے جب حج یا عمرہ کرنے والا شخص حج یا عمرہ کی نیت کے ساتھ ساتھ تلبیہ یا ایسا کوئی کلمہ پڑھ لے جو اللہ رب العزت کی تعظیم و بزرگی پر دلالت کرتا ہو، معلوم ہوا حج یا عمرہ کی نیت اور تلبیہ یا اس کے قائم مقام کوئی ذکر، یہ دونوں حج یا عمرہ کا جز نہیں، بلکہ اس کی شرطیں ہیں، اور بدونِ نیت وتلبیہ یا اس کے قائم مقام کوئی ذکر، کوئی بھی شخص حج یا عمرہ کے احرام میں داخل نہیں ہوگا، لہٰذا اگر کوئی شخص نیت کر لے تلبیہ نہ پڑھے، یا تلبیہ پڑھے نیت نہ کرے، تو اسے محرم نہیں کہا جائیگا، اور اس کا حج یا عمرہ ادا ہی نہیں ہوگا۔ (۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " رد المحتار " : وشرعًا : الدخول في حرمات مخصوصة : أي التزامها ، غير أنه لا يتحقق شرعًا إلا بالنية مع الذكر أو الخصوصية ، كذا في الفتح ، فهما شرطان في تحققه لا جزء ماهيته كما توهمه في البحر حيث عرفه بنية النسک من الحج والعمرة مع الذكر أو الخصوصية . نهر . والمراد بالذكر التلبية ونحوها ، وبالخصوصية ما يقوم مقامها من سوق الهدي أو تقليد البدن ، فلا بد من التلبية أو ما يقوم مقامها ، فلو نوى ولم يلبّ أو بالعكس لا يصير محرمًا . (۴۸۵/۳ ، كتاب الحج ، فصل في الإحرام ، ط : بيروت ، فتح القدير :۴۳۶/۲ ، كتاب الحج ، باب الإحرام ، ط : بيروت ، البحر العميق : ۶۲۹/۲ ، تعريف الإحرام ، الباب السابع في الإحرام) =

موت کے بعد احرام کا حکم

مسئلہ (۹۲): امام شافعی اور امام احمد رحمہما اللہ کے نزدیک موت کے بعد بھی احرام باقی رہتا ہے، اور امام مالک وامام ابوحنیفہ رحمہما اللہ کے نزدیک موت سے احرام ختم ہوتا ہے، کیوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ: ''جب آدمی مَر جاتا ہے، تو اس کا عمل ختم ہوجاتا ہے، سوائے تین چیزوں کے: صدقۂ جاریہ، یا ایسا علم جس سے نفع اُٹھایا جائے، یا نیک اولاد جو اس کے لیے دعا کرے''، یہ ارشادِ نبوی اپنے عموم کے اعتبار سے محرم کو بھی شامل ہے، لہٰذا جس شخص کی حالتِ احرام میں موت واقع ہو، اُس کا احرام ختم ہوجائے گا۔ (۱)

=(حج کی آسانیاں: ص/۱۲، حج کا پہلا فرض؛ احرام، م: مولانا محمود اشرف عثمانی، ط: ادارہ اسلامیات کراچی ولاہور، فتاویٰ فریدیہ: ۴/۲۵۴، چہل مسائل حج، باب تفسیر الحج وشرائطہ وأرکانہ)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في '' سنن أبي داود '' : عن أبي هريرة أن رسول الله ﷺ قال : '' إذا مات الإنسان انقطع عمله إلا من ثلاثة أشياء: من صدقة جارية أو علم ينتفع به ، أو ولد صالح يدعو له ''.

(۲/۳۹۸ ، ما جاء في الصدقة عن الميت ، صحيح مسلم : ۲/۴۱ ، كتاب الوصية ، باب وصول ثواب الصدقات إلى الميت ، تكملة فتح الملهم : ۸/۱۰۴ ، الوصية ، باب ما يلحق الإنسان من الثواب بعد وفاته ، رقم : ۴۱۹۹ ، شعب الإيمان للبيهقي : ۳/۲۴۷ ، باب في الزكاة ، فصل في الاختيار في صدقة التطوع ، رقم : ۳۴۴۷ ، جامع الترمذي : ۱/۲۵۶ ، و: ۲/۳۶۲ ، رقم : ۱۳۷۶ ، الأحكام ، باب في الوقف ، سنن النسائي : ۲/۱۱۴ ، و۴/۱۰۹ ، الوصايا ، باب فضل الصدقة عن الميت ، رقم : ۳۶۷۸) (حجۃ الوداع وعمرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم: ص/۱۶۵، ۱۶۶، موت کے بعد احرام باقی رہتا ہے یا نہیں؟ مؤلف: شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا نوراللہ مرقدہٗ، مترجم: علامہ یوسف لدھیانوی شہید رحمہ اللہ، ط: مکتبہ لدھیانوی کراچی)

مسجد حرام کی حدود میں نماز

مسئلہ(۹۳): مسجد حرام کی حدود متعین ہونے کی وجہ سے وہ مکانِ واحد (ایک ہی جگہ) کے حکم میں ہے، تو پوری مسجدِ حرام میں بدونِ اتصالِ صفوف (صفوں کوملائے بغیر) جہاں سے بھی اقتدا کی جائے، نماز بکراہت درست ہوگی، البتہ ان حدود کے علاوہ دکانوں کے باہر اور راستوں پر اقتدا کے صحیح ہونے کے لیے اتصالِ صفوف (صفوں کا ملا ہوا ہونا) ضروری ہے، ورنہ اقتدا صحیح نہیں ہوگی، اور نتیجۃً نماز بھی درست نہ ہوگی۔ (۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في "المصنف لعبد الرزاق" : عن عمر بن الخطاب أنه قال : في الرجل يصلي بصلاة الإمام قال : إذا كان بينهما نهر أو طريق أو جدار فلا يأتم به . (۳/ ۸۱ ، رقم : ۴۸۸۰ ، كتاب الصلاة ، باب الرجل يصلي وراء الإمام خارجا من المسجد)

ما في " رد المحتار " : قال في الإمداد : والفاصل في مصلى العيد لا يمنع وإن كثر ، واختلف في المتخذ لصلاة الجنازة ، وفي النوازل : جعله كالمسجد ، والمسجد وإن كبر لا يمنع الفاصل ، .... في القهستاني : البيت كالصحراء ، والأصح أنه كالمسجد ، ولهذا يجوز الاقتداء فيه بلا اتصال الصفوف كما في المنية . اهـ . ولم يذكر حكم الدار فليراجع ، لكن ظاهر التقييد بالصحراء والمسجد الكبير جدا أن الدار كالبيت . تأمل .

(۲/ ۳۳۲ ، كتاب الصلاة ، مطلب : الكافي للحاكم جمع كلام محمد في كتبه التي هي ظاهر الرواية ، ط : زكريا) (کتاب النوازل: ۴/ ۴۵۰، ۴۵۱)

ما في " الفتاوى الهندية " : والمانع من الاقتداء في الفلوات قدر ما يسع فيه صفين .

(۱/ ۸۷ ، المحيط البرهاني : ۲/ ۱۹۳ ، الفصل السادس ؛ أحكام الإمامة ، ط : ڈابھیل ، الفتاوى التاتارخانية : ۲/ ۲۶۴ ، رقم المسئلة : ۲۳۷۷ ، ط : زكريا)

حج مقبول کی علامت

مسئلہ (۹۴): حج مقبول کی علامت یہ ہے کہ آدمی سابقہ گناہوں کو بالکل ترک کردے، اور حج کے ذریعے سے اس کی زندگی میں خوش گوار دینی انقلاب آجائے، جو شخص اس معاملے میں کوتاہی کرتا ہو، اور حج کے بعد بھی گناہوں پر جمارہتا ہو، وہ بلاشبہ حج مقبول کی ایک علامت سے محروم سمجھا جائے گا، تاہم ان معاصی کی وجہ سے یہ نہیں کہا جائے گا کہ اس کا حج ادا نہیں ہوا، کیوں کہ ادا ہونا اور قبول ہونا، یہ دونوں باتیں الگ الگ ہیں۔ (۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " عمدة القاري " : قيل : هو المقبول ، ومن علامات القبول أنه إذا رجع يكون حاله خيرًا من الحال الذي قبله . (۱/۲۹۹ ، كتاب الإيمان ، باب من قال أن الإيمان هو العمل لقول الله تعالى : وتلک الجنة التي اورثتموها بما كنتم تعملون، ط : رشيديه)

ما في " رد المحتار " : والقبول المترتب عليه الثواب يبتني على أشياء : كحل المال والإخلاص كما لو صلى مرائيًا أو صام واعتاب ، فإن الفعل صحيح لكنه بلا ثواب .

(۳/۴۵۳ ، كتاب الحج ، مطلب فيمن حج بمال حرام ، ط : زكريا ، و :۲/۴۵۶ ، ط : كراچي باكستان)

ما في " البحر العميق " : وإذا حج الإنسان ولم يتب خشي عليه عدم القبول .

(۱/۴۲۴ ، الباب الرابع في مقدمات السفر وآدابه ، ط : مؤسسة الريان)

(کتاب النوازل:۷/۲۷۵،حج مقبول کی علامات)

رمی کے بعد دعا کے لیے کھڑا ہونا

مسئلہ (۹۵): جب حاجی پہلے دن یوم النحر (۱۰/ ذی الحجہ) کو جمرۂ عقبہ کی رَمی کرے، تو الگ ہوکر دعا کے لیے کھڑا ہونا ثابت نہیں ہے، اس لیے رمی کے بعد وہاں نہ ٹھہرے۔ (۱)

عورتوں کے لیے حج وعمرہ میں بعض چیزوں کی مُمانعت

مسئلہ (۹۶): عورتوں کے لیے حج وعمرہ میں بعض چیزوں کی مُمانعت ہے، مثلاً: وہ زور سے تلبیہ نہ پڑھیں، طواف میں اضطِباع نہ کریں، طواف میں رَمل نہ کریں، میلین اخضرین کے درمیان دوڑ نہ لگائیں، صفا مروہ پر نہ چڑھیں، ہجوم کے وقت حجر اسود کو بوسہ نہ دیں، نیز ہجوم کے وقت مقامِ ابراہیم کے قریب نماز بھی

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الدر المختار مع الشامية " : فلا يقف بعد الثالة ولا بعد رمي يوم النحر ؛ لأنه ليس بعده رمي . (در مختار) . وفي الشامية : قوله : (فلا يقف بعد الثالثة) أي جمرة العقبة لأنها ليس بعدها رمي في كل يوم . قال في اللباب : والوقوف عند الأوليين سنة في الأيام كلها . (۳/ ۵۴۱ ، كتاب الحج ، مطلب في حكم صلاة العيد والجمعة في منى)

ما في " شرح اللباب " : ولا يقف عندها في جميع أيام الرمي للدعاء .

(ص/ ۲٦۹ ، ط : بيروت)

ما في " غنية الناسک في بغية المناسک " : وإذا فرغ من الرمي لا يقف للدعاء عند هذه الجمرة (أي عقبة) في الأيام كلها بل ينصرف داعيًا . (ص/ ۹۲ ، ط : إدارة القرآن ، فتاوى قاضي خان على هامش الهندية : ۱/ ۲۹٦ ، فصل في كيفية الحج) (فتاویٰ دار العلوم زکریا: ۳/ ۳۸۱، یوم النحر کی رمی کے بعد دعا کے لیے کھڑے ہونے کا حکم، عمدۃ الفقہ: ۴/ ۴۴۹، معلم الحجاج: ص/ ۱۷۲)

نہ پڑھیں، روایات کی روشنی میں مذکورہ اعمال کی مُمانعت کا ثبوت ہے، نیز حضرت ہاجرہ علیہا السلام کا عمل مردوں کے لیے برقرار رکھا گیا، اور عورتوں کے لیے باقی نہیں رکھا گیا، کیوں کہ دوڑنا اُن کا ایک وقتی عمل تھا، اور ضرورت کی وجہ سے تھا، ہاں! البتہ مردوں کے لیے اس کو بطورِ یادگار برقرار رکھا گیا۔ (۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " إعلاء السنن " : عن ابن عمر رضي الله تعالى عنه قال : " ليس على النساء رمل بالبيت ، ولا بين الصفا والمروة " . أخرجه الدار قطني . [۱/۲۸۷ ، رجاله ثقات] .
وعن ابن عمر رضي الله تعالى عنه قال : " لا تصعد المرأة على الصفا والمروة ، ولا ترفع صوتها بالتلبية " . [رواه الدار قطني : ۱/۲۸۷ ، ورجاله ثقات] .
(۱۰/۲۵۳ ، ۲۵۴ ، باب لا ترفع المرأة صوتها بالتلبية ولا ترمل ولا تسعى ولا تستلم الحجر إلا أن تجد الموضع خاليًا ، ط : دار الكتب العلمية بيروت)

ما في " مسند الإمام الشافعي " : عن منبوذ بن أبي سليمان عن أمه أنها كانت عند عائشة رضي الله تعالى عنها زوج النبي ﷺ فدخلت عليها مولاة لها ، فقالت لها : يا أم المؤمنين طفت بالبيت سبعًا ، واستلمت الركن مرتين أو ثلاثًا فقالت لها عائشة : لا أجرک الله ، لا أجرک الله ، تدفعين الرجال ، ألا كبرت الله ومررت . (ص/۳۴۵)

ما في " حاشية مسند الإمام الشافعي " : قد فهمنا من الحديث السابق ؛ أنه إذا اشتد الزحام على الحجر الأسود فلا داعي لانتظار الرجال ولتزاحمهم ، وقد بين هذا الحديث أن النساء أولى بهذا الحكم وأنهن لا ينبغي لهن أن تزاحمن الرجال لما في ذلک من الإخلال بالأدب ، ولذا أنكرت عائشة على مولاتها مدافعتها الرجال واستلام الركن ودعت بأن يحرمها الله الأجر ، وقالت لها : ألا كبرت ومررت أي هذا الذي كان ينبغي لک . (ص/۳۴۵ ، رقم الحاشية : ۱) (تحفة الفقهاء : ۱/۴۱۴ ، غنية الناسک في بغية المناسک : ص/۱۳۱)

(فتاویٰ دار العلوم زکریا: ۳/۳۶۸، عورتوں کے لیے رمل، مقامِ ابراہیم کے پیچھے نماز، اور تلبیہ بالجہر کا حکم)

(معلم الحجاج: ص/۱۱۰)

توسیع کے بعد مسعیٰ کا حکم

مسئلہ (۹۷): مسجد حرام میں توسیع کے بعد مسعیٰ (صفا ومروہ) مسجد حرام کے ضمن میں تو آ گیا، لیکن مسجد حرام کے حکم میں نہیں ہے، بلکہ اپنے سابقہ حکم پر باقی رہے گا، یعنی ناپاک وحدثِ اکبر والے لوگوں (حائضہ اور جنبی وغیرہ) کا داخلہ اس میں ممنوع نہ ہوگا۔[1]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿ان الصفا والمروة من شعآئر الله فمن حجّ البيت او اعتمر فلا جناح عليه ان يطوّف بهما﴾ . (سورة البقرة : ۱۵۸)

ما في " مجلة المجمع الفقهي الإسلامي " : القرار الثالث : بشأن حكم المسعى بعد التوسعة السعودية هل تبقى له الأحكام السابقة أم يدخل حكمه ضمن حكم المسجد ؟ الحمد لله ! والصلاة والسلام على من لا نبي بعده ، سيدنا محمد وعلى آله وصحبه وسلم أما بعد : فإن مجلس المجمع الفقهي الإسلامي برابطة العالم الإسلامي في دورته الرابعة عشرة المنعقدة بمكة المكرمة التي بدأت يوم السبت ۲۰ من شعبان ۱۴۱۵هـ ۱۹۹۵/۱/۲۱م ، قد نظر في هذا الموضوع ، فقرر بالأغلبية أن المسعى بعد دخوله ضمن مبنى المسجد الحرام لا يأخذ حكم المسجد ولا تشمله أحكامه ؛ لأنه مشعر مستقل يقول الله عز وجل : ﴿إن الصفا والمروة من شعآئر الله فمن حج البيت أو اعتمر فلا جناح عليه ان يطوف بهما﴾ [البقرة : ۱۵۸] وقد قال بذلک جمهور الفقهاء ، ومنهم الأئمة الأربعة ، وتجوز الصلاة فيه متابعة للإمام في المسجد الحرام ، كغيره من البقاع الطاهرة ، ويجوز المكث فيه والسعي للحائض والجنب ، وإن كان المستحب في السعي الطهارة . والله أعلم . (ص/۲۹۵)

(فتاویٰ دار العلوم زکریا: ۳/ ۳۶۵، ۳۶۶، مسجد حرام کی توسیع کے بعد مسعیٰ کا حکم)

حجر اسود کی محاذات میں لکیر

مسئلہ (۹۸): مطاف میں حاجیوں کی آسانی کے لیے اب تک حجر اسود کی مُحاذات معلوم کرنے کے لیے ایک لکیر ہوا کرتی تھی، لیکن حکومت نے اس لکیر کو مٹا دیا ہے، اور بالکل حجر اسود کی مُحاذات میں سبز رنگ کی لائٹیں لگوائی گئی ہیں، بہت سے حاجی کتابوں میں پڑھی ہوئی اس لکیر کو دیکھنے میں حجر اسود کے آگے نکل جاتے ہیں، اور پھر طواف شروع کر دیتے ہیں، جب کہ حاجیوں کو چاہیے کہ دائیں طرف کی سبز لائٹوں کو دیکھیں، اور احتیاطاً ذرا اُس سے پہلے سے طواف شروع کر دیں، اور وہیں پر طواف ختم کریں۔ (۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " جامع الترمذي " : عن جابر رضي اللّٰه تعالى عنه قال : " لما قدم النبي ﷺ مكة دخل المسجد فاستلم الحجر ثم مضى على يمينه " .

(۱/۱۷۴ ، كتاب الحج ، باب كيفية الطواف ، ط : قديمي)

ما في " شرح لباب المناسک " : ثم يقف مستقبل البيت بجانب الحجر الأسود مما يلي الركن اليماني بحيث يصير جميع الحجر عن يمينه ويكون منكبه الأيمن عند طرف الحجر فنوى الطواف وهذه الكيفية مستحبة أي للخروج عن خلاف من يشترط المرور على الحجر بجميع بدنه . قال الكرماني : وهو الأكمل والأفضل عند الكل ؛ لأن الخروج عن الخلاف مستحب بالإجماع . (ص/۱۴۴ ، ط : بيروت)

(بحوالہ فتاویٰ دارالعلوم زکریا:۳/۳۶۳،۳۶۴، مسجد حرام کی توسیع کے بعد مسعیٰ کا حکم)

احرام کی حالت میں خون کا نکلنا

مسئلہ(۹۹): بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ اگر احرام کی حالت میں مرض کی وجہ سے ڈاکٹر نے سوئی لگائی، جس سے قدرے (تھوڑا سا) خون نکالا، یا مسواک کیا جس سے دانتوں سے خون نکلا، تو دم یا صدقہ واجب ہوتا ہے، اُن کا یہ خیال صحیح نہیں ہے، صحیح بات یہ ہے کہ مذکورہ دونوں صورتوں میں کوئی جزا لازم نہیں[۱]، کیوں کہ خون نکالنا یعنی فصد لینا (پچھنہ لگوانا) اور مسواک کرنا، ہر حالت میں (خواہ احرام میں ہو یا غیر احرام میں) سنت ہے۔[۲]

استلامِ حجر کے وقت چاندی کے حلقہ کو ہاتھ نہ لگائیں!

مسئلہ(۱۰۰): حجر اسود کو استِلام کرتے وقت ہاتھ لگانے اور بوسہ دینے میں یہ خیال رہے کہ جو گول حلقہ چاندی کا، حجر اسود پر چڑھا ہوا ہے، اس کو ہاتھ نہ لگے، اور نہ اُس حلقے کو بوسہ دے، کیوں کہ اس سے چاندی کا استعمال لازم آئے گا، جو ممنوع ہے۔[۳]

الحجة على ما قلنا :

(۱) (منتخبات نظام الفتاویٰ:۲/۵۵، بحالت احرام خون نکلنے سے کیا دم واجب ہوگا؟ ط: ایفا پبلی کیشنز نئی دہلی)

(۲) ما في " مسند أحمد بن حنبل " : عن مكحول قال : قال أبو أيوب : قال رسول الله ﷺ : " أربع من سنن المرسلين : التعطّر والنكاح والسواك والحياء " .

(۱۷/۴۱۱، رقم : ۲۳۴۷۱)

(الموسوعة الفقهية : ۱۲/۱۷۴، تطيب ، تطيب الرجل والمرأة)=

....
....
....
....
....
....
....
....
....
....
....
....
....

=ما في " فقه السنة " : السواك مطهرة للفم مرضاة للرب . (۱/۳۴)

ما في " الموسوعة الفقهية " : الأمور التي تباح في الإحرام كل ما ليس محظورًا ولا مكروهًا ؛ لأن الأصل في الأشياء الإباحة .... ۱۳۰ – والسواک نص على إباحته الحنفية وليس هو محل خلاف . ... ۱۰۵ – والفصد والحِجامة بلا نزع شعر جائزة عند فقهاء المذاهب الأربعة . اهـ . (۲/۱۶۹، ۱۷۰، إحرام ، ما يُباح في الإحرام)

الحجة على ما قلنا :

(۳) ما في " الموسوعة الفقهية " : قال النووي : قال أصحابنا : أجمعت الأمة على تحريم الأكل والشرب وغيرهما من الاستعمال في إناء ذهب أو فضة .... وهذا الذي قاله النووي محل اتفاق بين المذاهب الأربعة في تحريم الأكل والشرب ، وكذا سائر أنواع الاستعمالات . (۳۲/۱۶۲، فضة ، استعمال الأواني المصنوعة من الفضة)

(زبدۃ المناسک:۱/ ۹۷،بحوالہ محمود الفتاویٰ:۵/ ۲۸۷،حجراسود کے بوسہ میں چاندی کے دائرہ سے بچیں!)

اپنے کو ''حاجی'' لکھنا یا کہلوانا

مسئلہ (۱۰۱): دیگر عبادات کی بہ نسبت حج کرنے والوں کی تعداد کم ہوتی ہے، اس لیے بطور امتیاز حج کرنے والوں کو حاجی لکھ دیا، یا کہا جاتا ہے، اور بقیہ عبادات کرنے والوں کو نمازی، زکاتی نہ کہا جاتا ہے، نہ لکھا جاتا ہے، کیوں کہ ان اعمال کے کرنے والے اتنی کثیر تعداد میں ہوتے ہیں کہ اس صفت سے امتیاز کا مقصد حاصل نہیں ہوسکتا[۱]، تاہم ریا کاری اور شہرت کی غرض سے اپنے کو ''حاجی'' کہلوانا مذموم ہے۔[۲]

الحجة على ما قلنا :

(۱) (امداد الفتاویٰ: ۱۸۳/۵، بحوالہ کتاب النوازل: ۲۷۴/۷، ۲۷۵، حاجیوں کو ''الحاج'' کیوں کہا جاتا ہے؟)

(۲) ما في '' القرآن الكريم '' : ﴿ومآ أُمروآ إلا ليعبدوا الله مخلصين له الدين﴾. (سورة البينة :۵) وقوله تعالى : ﴿فمن كان يرجوا لقاء ربه فليعمل عملاً صالحاً ولا يشرک بعبادة ربه أحدًا﴾ . (سورة الكهف : ۱۱۰)

ما في '' أدب الدنيا والدين '' : قال جميع أهل التاويل معنى قوله : ﴿ولا يشرک بعبادة ربه أحدًا﴾ أي لا يرائي بعمله أحداً فجعل الرياء شركاً . وقال تعالى : ﴿ولا تجهر بصلاتک ولا تخافت بها﴾. [سورة الإسراء : ۱۱۰] قال الحسن البصري : لا تجهر بها رياء ولا تخافت بها حياء . (ص ۸۵)

ما في '' صحيح مسلم '' : .... قال : '' فأخبرني عن الإحسان ؟ قال : '' أن تعبد الله كأنک تراه فإن لم تكن تراه فإنه يراک '' ... الحديث . (۱۶/۲ ، كتاب الإيمان ، باب بيان الإيمان والإسلام والإحسان الخ ، ط : دار احياء التراث العربي)

ما في '' مرقاة المفاتيح '' : المخلص في الطاعة يوصل الفعل الحسن إلى نفسه ، والمرائي يبطل عمل نفسه . (۱۲۰/۱)=

....

....

....

....

....

....

....

=ما في " صحيح البخاري " : قال النبي ﷺ : " من سمع سمع الله به ، ومن يرائي يرائي الله به " . متفق عليه . (حديث : ۶۴۹۹ ، صحيح مسلم : حديث : ۲۹۸۷[۴۸])

ما في " مرقاة المفاتيح " : درجات الرياء أربعة أقسام : الأولى وهي أغلظها – أن لا يكون مراده الثواب أصلاً كالذي يصلي بين أظهر الناس ولو انفرد لكان لا يصلي .... فهو الممقوت عند الله تعالى . (۹/۵۰۳ ، كتاب الرقاق ، باب الرياء والسمعة)

وما في " مسند أحمد بن حنبل " : عن شداد بن أوس رضي الله عنه قال : سمعت رسول الله ﷺ يقول : " من صلى يرائي فقد أشرک ومن صام يرائي فقد أشرک ومن تصدق يرائي فقد أشرک " . (۱۳/۲۷۶ ، رقم : ۱۷۰۷۵)

ما في " الشامية " : اعلم أن إخلاص العبادة لله تعالى واجب ، والرياء .... فيها حرام بالإجماع للنصوص القطعية ، وقد سمى عليه الصلاة والسلام الرياء الشرک الأصغر وهذه النية لتحصيل الثواب لا لصحة العمل ؛ لأن الصحة تتعلق بالشرائط والأركان ، والنية هي شرط لصحة الصلاة ..... الرياء الكامل المحبط للثواب من أصله كما إذا صلى لأجل الناس ولولا هم ما صلى . (۹/۵۲۲ ، كتاب الحظر والإباحة ، فصل في البيع)

(البحر الرائق : ۸/۳۷۸ ، فصل في البيع)

ما في " آپ کے مسائل اور اُن کا حل " : ''حج کی سعادت حاصل کرنے کے بعد اپنے نام کے ساتھ لفظ ''حاجی'' کا لقب لگانا ریاکاری کے سوا کچھ نہیں، ہاں البتہ! دوسرے لوگ اگر ''حاجی صاحب'' کہیں، تو مضائقہ نہیں، لیکن خود اپنے نام کے ساتھ ''حاجی'' کا لفظ لکھنا بالکل غلط ہے۔

(۵/۴۰۴، حج کرنے کے بعد حاجی کہلانا اور نام کے ساتھ لکھنا، حج کے متفرق مسائل، ط: جدید ایڈیشن)

کتاب الأضحیۃ

قربانی کے احکام ومسائل

دو انتہائیں؛ ناپسند!

مسئلہ(۱۰۲): اِفراط وتفریط، یعنی انتہائی زیادتی اور انتہائی کمی کسی بھی چیز میں اچھی نہیں، ان سے عبادت ہو یا معاشرت، نیکی ہو یا رَویّے کا حلیہ بگڑ جاتا ہے، اعتدال ومیانہ روی اس کائنات کا ایسا حسن ہے، جو فطرت سے لے کر صنعت تک، ہر چیز کو توازُن اور حقیقی خوبصورتی بخشتا ہے۔قربانی کے حوالے سے ہمارے ہاں کسی درجے میں افراط وتفریط پایا جاتا ہے، بعض حضرات وہ ہیں جو اس کے لیے نہایت قیمتی نسل، خوبصورت ڈیل ڈول، انسان کو مبہوت وحیران کردینے والا حَجم وشکل اور کئی لاکھ سے تجاوز کرتی قیمت پر مشتمل جانور خریدنے کے لیے پاپڑ بیلتے ہیں، اور دیگر بعض اتنے دُبلے پتلے جانور خریدتے ہیں کہ دُور سے ہی اُن کی تمام پسلیاں شمار کی جاسکتی ہے، جب کہ اِسراف اور بخل یہ ایسی دو انتہائیں ہیں جن کو شریعت پسند نہیں کرتی، اور خود قربانی کا عمل اِن کی نفی کرتا ہے۔

اور بعض لوگ وہ ہیں جو عملِ قربانی کو مغربی فکر ونظر سے سوچتے اور دیکھتے ہیں، اور عین قربانی کے موقع پر اُن کے دلوں میں غریبوں اور مسکینوں کے لیے ہمدردی وخیر خواہی کے جذبات پیدا ہوتے ہیں، اور وہ یہ تجویز پیش کرتے ہیں کہ قربانیوں پر اتنا روپیہ خرچ کرنے سے بہتر یہ ہے کہ اِن روپیوں سے غریبوں کے

لیے فلاحی کام کیے جائیں، انہیں معلوم ہونا چاہیے کہ قربانی کی تاریخ اتنی ہی پرانی ہے جتنی اس دنیا کی، اور قربانی اُس ذات کا حکم ہے جس نے جانور کو پیدا کیا، اور انسان کو مکلّف بنایا کہ وہ جانور کو اپنے خالقِ حقیقی کی رضا کے لیے قربان کرے، اس لیے اس حکم کے خلاف، عقل وقیاس کا کوئی اعتبار نہیں۔لہٰذا ہم مسلمانوں کو چاہیے کہ قربانی میں اسراف وبخل سے بچیں، اور برضا ورغبت اِس عمل کو انجام دے کر اپنے معبودِ حقیقی کو راضی کرلیں۔ (۱)

وفقنا اللّٰہ لما یحب ویرضی، آمین!

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الکریم " : ﴿وکلوا واشربوا ولا تسرفوا ، إنه لا یحبّ المسرفین﴾ . (سورة الأعراف : ۳۱)

ما في " أحکام القرآن لإبن العربي " : الإسراف تعدی الحد ، فنهاهم عن تعدی الحلال إلی الحرام ، وقیل ألا یزیدوا علی قدر الحاجة . (۲/ ۲۸۱)

ما في " کنز العمال " : (عن عمرو بن شعیب عن جده) " کلوا وتصدقوا والبسوا من غیر مَخِیلةٍ ولا تسرفوا فإن اللّٰه یحب أن یری أثر نعمته علی عبده " .

(۶/ ۲۷۴ ، رقم : ۱۷۱۹۳ ، کتاب الزینة والتجمل ، الباب الأول في الترغیب فیه ، السنن الکبری للنسائي : ۲/ ۴۱ ، رقم : ۲۳۴۰ ، کتاب الزکاة ، الاختیال في الصدقة)

ما في " القرآن الکریم " : ﴿والذین إذا انفقوا لم یُسرِفوا ولم یَقتُروا وکان بین ذلک قَوامًا﴾ . (سورة الفرقان : ۶۷)

ما في " تفسیر المظهري " : وقال قوم : الإسراف مجاوزة الحد في الإنفاق حتی یدخل في حد التبذیر ، والإقتار التقتیر عما لا بد منه ...... ﴿وکان﴾ أي الإنفاق ﴿بین ذلک﴾ أي بین الإسراف والإقتار ﴿قواما﴾ قصدا وسطا حسنة بین السیئتین سمی الوسط قواما لاستقامة الطرفین . (۷/ ۴۷ ، سورة الفرقان ، الآیة/ ۶۷)=

قربانی کے لیے اپنے ملک کے وقت کا اعتبار ہوگا

مسئلہ (۱۰۳): بعض لوگ کہتے ہیں کہ مکہ مکرمہ میں ۹/ ذی الحجہ کو قربانی ہوتی ہے، (ہندوستان میں ۹/ تاریخ ہوتی ہے اور سعودی میں ۱۰/ ذی الحجہ)، تو ہندوستانی باشندوں کو بھی ۹/ ذی الحجہ کو ہی قربانی کرنی چاہیے، اس لیے کہ اسلام مکہ ہی سے آیا ہے، اُن کی یہ بات تو صحیح ہے کہ اسلام مکہ ہی سے آیا ہے، لیکن اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ جو واجب عبادت مکہ مکرمہ میں جس وقت ادا کی جاتی ہے، تمام ملکوں میں اسی وقت ادا کی جائے گی، کیوں کہ جن واجب عبادتوں کی ادائیگی کے لیے شریعت کی طرف سے اوقات متعین کیے گئے ہیں، ان عبادتوں کی ادائیگی ان اوقات کے داخل ہونے سے پہلے درست نہیں ہے، جیسے نماز، روزہ وغیرہ، اور ظاہر ہے کہ روئے زمین پر جتنے ممالک ہیں اُن کے اوقات مختلف ہیں، لہٰذا ہر ملک کے باشندوں کے حق میں اس کے اپنے ملک کے وقت کا اعتبار ہوگا، سعودی باشندوں کے حق میں وہاں کا وقت معتبر ہوگا، اور ہندوستانی باشندوں کے حق میں یہاں کا وقت معتبر ہوگا۔ (۱)

=ما في " تفسير النسفي " : ﴿والذين اذآ انفقوا لم يسرفوا ولم يقتروا﴾ لم يجاوزوا الحد في النفقة ، أو : لم يأكلوا للتنعم ، ولم يلبسوا للتصلّف ، وعن ابن عباس – رضي الله عنهما – : لم ينفقوا في المعاصي . فالإسراف مجاوزة حد الأمر ، لا مجاوزة القدر ، ..... وقال ﷺ : " من منع حقا فقد قتر ، ومن أعطى في غير حق فقد أسرف " ..... ﴿وكان﴾ أي : إنفاقهم ﴿بين ذلک﴾ أي : الإسراف ، والإقتار ﴿قواما﴾ عدلا بينهما . فالقوام : العدل بين الشيئين . .... وصفهم بالقصد ؛ الذي هو بين الغلوّ والتقصير . =

=(۵۴۹/۲ ، سورۃ الفرقان ، الآیة/٦٧ ، كذا في أحكام القرآن للجصاص :۴۴۸/۳)

ما في " الموسوعة الفقهية " : الاعتدال في اللغة : كون الشيء متناسبًا ، أو صيرورته كذلک ، فإذا مال شيء فأقمته تقول : عدلته فاعتدل . (۲۰۳/۵ ، اعتدال)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " بدائع الصنائع " : وأما وقت الوجوب فأيام النحر فلا تجب قبل دخول الوقت؛ لأن الواجبات المؤقتة لا تجب قبل أوقاتها ، كالصلاة والصوم و نحوهما ، وأيام النحر ثلاثة : يوم الأضحى وهو اليوم العاشر من ذي الحجة ، والحادي عشر ، والثاني عشر ، وذلک بعد طلوع الفجر من اليوم الأول إلى غروب الشمس من الثاني عشر . (۱۹۸/۴ ، كتاب الذبائح)

(فتاویٰ اشاعت العلوم اکل کوا: رقم الفتویٰ:۸۰٦)

بڑھے ہوئے کھُر والے جانور کی قربانی

مسئلہ (۱۰۴): اگر کسی جانور کے کھُر بہت بڑھ جائیں، کہ جب وہ چلے تو ٹھہر ٹھہر کر چلے، تو ایسے جانور کی قربانی شرعاً جائز ودرست ہے، محض کھُر کے بڑھ جانے اور اُس کی وجہ سے ٹھہر ٹھہر کر چلنے سے وہ جانور قربانی کی صحت کے لیے مانع نہیں ہے، ہاں! اگر اتنا معذور ہوجائے کہ چل ہی نہ سکے، تو پھر لنگڑے جانور کے حکم میں ہوکر اُس کی قربانی درست نہ ہوگی۔ (۱)

دانت نہ نکلے ہوئے جانور کی قربانی

مسئلہ (۱۰۵): اگر جانور قربانی کی عمر کو پہنچ گیا، مگر اُس کے دانت نہ نکلے ہوں، تو اگر وہ گھاس وچارہ کھا سکتا ہے، تو اس کی قربانی درست ہے، اور اگر نہیں کھا سکتا، تو درست نہیں۔ (۲)

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما في " الفتاوی الهندية " : کل عیب یزل المنفعة علی الکمال أو الجمال علی الکمال یمنع الأضحیة . (۲۹۹/۵)

ما في " فتاوی قاضي خان " : ولا یجوز العرجاء التي لا تقدر علی القیام والمشي إلی المذبح وإن قدرت جاز . (۳۳۳/۴ ، کتاب الأضحیة ، فصل في العیوب ما یمنع الأضحیة وما لا یمنع ، ط : حقانیه) (کتاب النوازل:۱۴/۲۶۵، کھُر بڑھے ہوئے بکرے کی قربانی)

(۲) ما في " بدائع الصنائع " : وأما الهتماء وهي التي لا أسنان لها بأن کانت ترعی وتعتلف جازت وإلا فلا .

(۲۱۵/۴ ، کتاب التضحیة ، باب محل التحضیة ، ط : دار الکتاب دیوبند)=

سینگ کی خول اُترے ہوئے جانور کی قربانی

مسئلہ (۱۰٦): اگر کسی جانور کے سینگ کی خول اُتر جائے، اور سینگ کا گودا نہ ٹوٹے، تو ایسے جانور کی قربانی درست ہے۔[1]

=ما في " الهداية " : وأما الهتماء وهي التي لا أسنان لها ، فعن أبي يوسف أنه يعتبر في الأسنان الكثرة والقلة ، وعنه إن بقي ما يمكن الاعتلاف به أجزأ لحصول المقصود .

(۴۴۸/۴ ، كتاب الأضحية ، ط: ياسر نديم)

ما في " الفتاوى التاتارخانية " : وأما الهتماء وهي التي لا أسنان لها ، فقد روي عن هشام عن أبي يوسف أنه لا يجوز سواء كانت تعتلف أو لاتعتلف ، فإن بقي بعض أسنانها إن كانت تعتلف بما بقي من الأسنان جاز وما لا فلا ، وفي جامع الجوامع عن أبي حنيفة التي لا سن لها، ولا تعتلف جاز وإلا فلا ، وفي اليتيمة : كتبت إلى أبي الحسن علي المرغيناني إن كانت تعتلف . (۱۷/ ۴۲۸ ، كتاب الأضحية ، الفصل : ۵ – ما يجوز من الضحايا ، ط : زكريا)

(کتاب النوازل:۱۴/ ٦۵۲، ایک سال کا بکرا جس کے دانت نہ نکلے ہوں)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " رد المحتار " : (ويضحى بالجماء) هي التي لا قرن لها خلقة ، وكذا العظماء التي ذهبت بعض قرنها بالكسر أو غيره ، فإن بلغ الكسر إلى المخ لم يجز .

(۹/ ۳۹۱ ، كتاب الأضحية ، ط : دار الكتاب ديوبند)

(امداد الفتاویٰ:۳/ ۵۴۲، حکم قربانی گاوے کہ پوست شاخس دور شدہ باشد، کتاب الذبائح والأضحیۃ والصید والعقیقۃ، فتاویٰ بینات:۴/ ۵۷۱)

جڑ سے اُکھاڑے گئے سینگ والے جانور کی قربانی

مسئلہ (۱۰۷): جس جانور کے سینگ پیدائش سے نہ ہوں، یا ٹوٹ گئے ہوں، اس کی قربانی درست ہے، ہاں! اگر سینگ جڑ سے ٹوٹ گئے، یا جڑ سے اُکھاڑ دیئے گئے ہوں، اور اس کا اثر دماغ تک پہنچ گیا ہو، تو ایسے جانور کی قربانی درست نہیں ہے۔(۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " رد المحتار " : (ويضحى بالجماء) هي التي لا قرن لها خلقة ، وكذا العظماء التي ذهب بعض قرنها بالكسر أو غيره ، فإن بلغ الكسر إلى المخ لم يجز . قهستاني .

(۹/۴٦٧ ، كتاب الأضحية)

ما في " بدائع الصنائع " : وتجزى الجماء وهي التي لا قرن خلقة ، وكذا مكسورة القرن تجزي لما روي أن سيدنا علياً رضي الله عنه سئل عن القرن فقال : لا يضرك ...... فإن بلغ الكسر المشاش لا تجزئ ، والمشاش رؤوس العظام مثل الركبتين والمرفقين .

(٦/٣١٦ ، كتاب التضحية ، فصل في شروط جواز إقامة الواجب)

(الفتاوى الهندية: ۵/۲۹۷ ، كتاب الأضحية ، الباب الخامس في بيان محل إقامة الواجب)

(فتاویٰ محمودیہ: ۲٦/ ۲۸۸، فتاویٰ دارالعلوم زکریا افریقہ: ٦/ ۳٦۰، ۳٦۱، محقق ومدلل مسائل قربانی: ص/ ۸۷)

(قربانی کے مسائل کا انسائیکلوپیڈیا: ص/ ۹۱، فتاویٰ اشاعت العلوم اکل کوا: رقم الفتویٰ: ۸٦۷)

دُم بُریدہ (دُم کٹی ہوئی) بھیڑ کی قربانی

مسئلہ (۱۰۸): طبی تجربات سے یہ بات ثابت ہے کہ بھیڑ کو اَمراض سے بچانے کے لیے اُس کی دم کاٹ دینا ضروری ہے، ورنہ بھیڑ اَمراض کا شکار ہوکر نہ صرف یہ کہ انتہائی لاغر ونحیف ہوجائے گا، بلکہ اس کے گوشت کا استعمال انسانی صحت کے لیے بھی مضر ہوسکتا ہے، تو ایسی صورت میں یہ دُم کاٹنا، بھیڑ کو عیب دار بنانا نہیں، بلکہ اس کو عیب سے بچانا ہے، اس لیے دُم بُریدہ (دُم کٹی ہوئی) بھیڑ کی قربانی جائز ودرست ہے۔ [1]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الفتاوى الهندية " : وتجوز الثولاء وهي المجنونة إلا إذا كان ذلک يمنع الرعي . (۲۹۸/۵ ، كتاب الأضحية ، الباب الخامس في بيان محل إقامة الواجب ، ط : زكريا ديوبند ، وط : رشيديه كوئٹه باكستان)

ما في " رد المحتار " : ويضحى بالجماء والخصي والثولاء : أي المجنونة . (در مختار) . وفي الشامية : استرخاء في أعضاء الشاة خاصة أو كالجنون يصيبها .

(۳۹۱/۹ ، كتاب الأضحية ، ط : دارالكتاب ديوبند)

(فتاویٰ قاضی "مجاہد الاسلام قاسمی رحمہ اللہ": ص/۲۰۴، ۲۰۵، دُم کٹی ہوئی بھیڑ کی قربانی ہوسکتی ہے؟ کتاب الأضحیۃ)

کتاب النکاح

نکاح کے احکام ومسائل

خواتین کے دسترخوان پر مرد ویٹر

مسئلہ(۱۰۹): عموماً شادی کے موقع پر، خواتین کے دسترخوان پر کھانا رکھنے کے لیے، مسلم وغیر مسلم مرد ویٹر ہوتے ہیں، جو خواتین کے انتہائی قریب جاکر ٹیبل پر کھانا رکھتے ہیں، یہ صورت قطعًا درست نہیں، عورت کا غیر محرم کے سامنے عام حالات میں بھی بے پردہ ہونا جائز نہیں، اوراس موقع سے تو عورتیں زیبائش وآرائش کا اہتمام بھی زیادہ کرتی ہیں، لہٰذا فتنہ اور بد نگاہی کا اندیشہ اس صورت میں زیادہ ہے، مسلمانوں کو چاہیے کہ ایسے موقع پر خواتین کے حصے کے لیے کھانا سپلائی کرنے پر عورتوں کو مقرر کریں، اور نکاح جیسے مبارک موقع پر ایسی حرکت نہ کی جائے، جو اللہ تعالیٰ کی ناراضگی اور غضب کو دعوت دینے والی ہو۔[1]

أعاذنا اللہ منہ، آمین!

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿يآيها النبي قل لأزواجک وبناتک ونساء المؤمنين يدنين عليهن من جلابيبهن﴾ . (سورة الأحزاب: ۵۹)

ما في " أحكام القرآن للجصاص " : قال أبو بكر : في هذه الآية دلالة على أن المرأة الشابة مأمورة بستر وجهها عن الأجنبيين وإظهار الستر والعفاف عند الخروج ؛ لئلا يطمع أهل الريب فيهن . (۴۸۶/۳)=

نکاح میں نوشہ کے ہاتھ میں چاقو، کٹار

مسئلہ (۱۱۰): نکاح ایک مذہبی عمل ہے، اور رسول اکرم ﷺ نے امورِ دین میں کسی نئی بات ایجاد کرنے کو بہت ہی سختی سے منع فرمایا ہے، چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: " مَنْ أَحْدَثَ فِيْ أَمْرِنَا هٰذَا مَا لَيْسَ مِنْهُ فَهُوَ رَدٌّ "۔ "جو اُمورِ دین میں کسی بات کا اضافہ کرے جو اس میں ثابت نہ ہو، وہ قابلِ ردّ ہے۔"[۱] آپ ﷺ سے احکامِ نکاح اور طریقۂ نکاح تفصیل کے ساتھ حدیث اور سیرت کی کتابوں میں منقول ومذکور ہیں، جن میں نکاح کے موقع پر نوشہ کا اپنے ہاتھ میں چاقو، کٹار وغیرہ لینے کا کوئی ذکر نہیں ہے، یہ محض جاہلانہ اور بے معنی رسم ہے، اس لیے ایسی غیر شرعی باتوں سے پوری طرح اجتناب کرنا چاہیے۔

=ما في " أحكام القرآن للجصاص " : وقد اتفقت الأمة على معنى ما دلت عليه الآية من لزوم فرض ستر العورة . (۳/۴۰)

ما في " التنوير وشرحه مع الشامية " وستر عورته: ووجوبه عام ، ولو في الخلوة على الصحيح ...... للحرة جميع بدنها خلا الوجه والكفين ، وتمنع المرأة الشابة من كشف الوجه بين الرجال ، لا لأنه عورة ، بل لخوف الفتنة .

(۲/ ۶۹ ، ۷۲ ، كتاب الصلاة ، مطلب في ستر العورة)

(کتاب الفتاویٰ: ۴/ ۴۱۷، ۴۱۸، شادی کی دعوت میں خواتین کے دسترخوان پر مرد ویٹر، نکاح سے متعلق سوالات)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " صحيح البخاري " : عن عائشة رضي الله عنها قالت : قال رسول الله ﷺ : " من أحدث في أمرنا هذا ما ليس فيه فهو ردٌّ " . (۱/ ۳۷۱ ، كتاب الصلح ، باب إذا =

ساس اور سسر کی خدمت

مسئلہ (۱۱۱): ساس اور سسر کی خدمت بہو پر شرعاً واجب نہیں ہے، لیکن شریعت کے دائرے میں رہتے ہوئے خدمت کرنا اس کی اخلاقی ذمہ داری ہے۔ [1]

=اصطلحوا – الخ ، رقم : ۲۶۹۷ ، و: ص/۷۷۴ ، احياء التراث العربي بيروت)

(صحيح مسلم : ۲/۷۷ ، كتاب الأقضية ، سنن أبي داود :ص/۶۳۵ ، كتاب السنة ، باب في لزوم السنة ، رقم : ۴۶۲۲ ، سنن ابن ماجة :ص/۱۳)

(مشكوة المصابيح : ص/۲۷ ، كتاب الإيمان ، باب الاعتصام بالكتاب والسنة ، الفصل الأول)

ما في " بذل المجهود " : سواء كان في العمل أو الاعتقاد فهو مردود .

(۱۳/۳۳ ، رقم : ۴۶۲۲)

ما في " رد المحتار " : البدعة ما أحدث على خلاف الحق المتلقى عن رسول الله ﷺ من علم أو عمل أو حال بنوع شبهة واستحسان ، وجعل ديناً قويماً وصراطاً مستقيماً .

(۲/۲۵۶ ، مطلب البدعة خمسة أقسام)

ما في " كتاب التعريفات للجرجاني " : البدعة : هي الأمر المحدث الذي لم يكن عليه الصحابة والتابعون ولم يكن مما اقتضاه الدليل الشرعي . (ص/۴۷)

(کتاب الفتاویٰ:۴/۴۴۶،نوشہ کے ہاتھ میں چاقو،نکاح سے متعلق سوالات)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " سنن أبي داود " : عن عائشة رضي الله تعالى عنها قالت : سمعت رسول الله ﷺ يقول : " إن المؤمن ليدرك بحسن خلقه درجة الصائم القائم " . (ص/۶۶۱ ، باب في حسن الخلق)

وفيه أيضًا : عن أبي الدرداء رضي الله تعالى عنه ، عن النبي ﷺ قال : " ما من شيء أثقل في الميزان من حسن الخلق " . (ص/۶۶۱ ، باب في حسن الخلق)

(کفایت المفتی:۵/۲۲۹، ۲۳۰،کراچی،فتاوی بینات:۳/۳۴۲، ۳۴۳،کتاب الفتاوی:۴/۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱،آپ کے مسائل اوران کا حل:۵/۱۷۵،ط:قدیمی،محقق ومدلل جدید مسائل:۲/۲۱۹،مسئلہ نمبر:۱۷۴،ساس کی خدمت،متفرقاتِ نکاح،اسلام میں بوڑھوں اور کمزوروں کے حقوق،تجویز اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا:نمبر:۶)

کتاب النفقة

نفقه (خرچه) کے احکام ومسائل

انسان کا نفقہ خود اپنی ذات پر

مسئلہ (۱۱۲): اگر انسان کے پاس مال ہو، تو اُصولی طور پر اُس کا نفقہ خود اس کے اپنے مال میں واجب ہے[۱]، البتہ بیوی کا نفقہ ہر حال میں شوہر پر واجب ہے۔[۲]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الهداية " : أما إذا كان فالأصل أن نفقة الإنسان في مال نفسه صغيرًا كان أو كبيرًا . (۲/۳۳۴ ، كتاب الطلاق ، باب النفقة ، فصل ، ط : دار أرقم)

(۲) ما في " القرآن الكريم " : ﴿لينفق ذو سعة من سعته ومن قدر عليه رزقه فلينفق مما آتاه اللّٰه لا يكلف اللّٰه نفسًا إلا وسعها﴾ . (سورة الطلاق : ۷) وقوله تعالى : ﴿وعلى المولود له رزقهن وكسوتهن بالمعروف﴾ . (سورة البقرة :۲۳۳)

ما في " القرآن الكريم " : ﴿الرجال قوامون على النسآء بما فضّل اللّٰه بعضهم على بعض وبمآ انفقوا من اموالهم﴾ . (سورة النساء : ۳۴)

ما في " التفسير المنير " : الرجل قيم على المرأة أي هو رئيسها وكبيرها والحاكم عليها ومؤدبها إذا اعوجت ، وهو القائم عليها بالحماية والوعاية ، فعليه الجهاد دونها ، وله من الميراث ضعف نصيبها ، هو المكلف بالنفقة عليها . (۳/۵۷)

ما في " القرآن الكريم " : ﴿فقلنا يآ ادم ان هذا عدو لک ولزوجک فلا يخرجنكما من الجنة فتشقى﴾ . (سورة طٰه : ۱۱۷)

ما في " الجامع لأحكام القرآن للقرطبي " : إنما خصه بذكر الشقاء ولم يقل فتشقيا=

....

....

....

....

....

....

=يعلمنا أن نفقة الزوجة على الزوج ، فمن يومئذ جرت نفقة النساء على الأزواج ، فما كانت نفقة حواء على آدم ، كذلك نفقة بناتها على بني آدم بحق الزوجية . (۱۱/۲۵۳)

ما في " سنن أبي داود " : قال رسول الله ﷺ : " ولهن عليكم رزقهن وكسوتهن بالمعروف " . (ص/۲٦۳ ، كتاب المناسك ، رقم : ۱۹۰۵)

ما في " الهداية " : قال : النفقة واجبة للزوجة على زوجها مسلمة كانت أو كافرة إذا سلمت نفسها إلى منزله فعليه نفقتها وكسوتها وسكناها ، والأصل في ذلك قوله تعالى : ﴿لينفق ذو سعة من سعته﴾ وقوله تعالى : ﴿وعلى المولود له رزقهنّ وكسوتهن بالمعروف﴾ . وقوله عليه الصلاة والسلام في حديث حجة الوداع : " ولهن عليكم رزقهن وكسوتهن بالمعروف " ؛ لأن النفقة جزاء الاحتباس . (۲/۳۲۷ ، باب النفقة ، دار أرقم)

(رد المحتار : ۵/۲۲۲ ، ۲۲۳ ، شرح الوقاية : ۲/۱۷۱ - ۱۷۸)

(البحر الرائق : ۴/۲۹۳ ، مجمع البحرين : ص/۲۰۰)

ما في " الاختيار لتعليل المختار " : وتجب للزوجة على زوجها إذا سلمت إليه نفسها في منزله ؛ نفقتها وكسوتها وسكناها .

(۴/۲۲۳ ، الموسوعة الفقهية : ۴۱/۳۴ ، حكم نفقة الزوجة ، نفقة)

ما في " الهداية " : بخلاف نفقة الزوجة ...... لأنها تجب مع يسارها . (۲/۴۴۹)

ما في " حاشية الهداية " : لأنها تجب الخ : أي لأنها تجب في مقابلة الاحتباس ، ولهذا تجب مع يسارها . (۲/۴۹۹ ، كتاب الطلاق ، باب النفقة ، ط : قديمي)

(اسلام میں بوڑھوں اور کمزوروں کے حقوق، تجویز اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا: نمبر:۱)

تنگ دست والدین کا نفقہ

مسئلہ (۱۱۳): اگر والدین تنگ دست ہوں، تو اولاد کے ذمے اُن کا نفقہ واجب ہے (۱)، اولاد کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ اپنے والدین کو کسبِ معاش پر مجبور کریں، اگرچہ والدین کسب پر قادر ہوں۔ (۲)

خود کفیل والدین کا نفقہ

مسئلہ (۱۱۴): والدین اگر خود کفیل ہوں، تو اولاد پر اُن کا نفقہ واجب نہیں (۳)، لیکن اولاد کو چاہیے کہ اخلاقی طور پر والدین کی ہر جائز خواہش کو پورا کریں۔ (۴)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الموسوعة الفقهية " : تجب نفقة الأصول على الولد ؛ لأن للأبوين تأويلا في مال الولد بالنص ، ولأنه أقرب الناس إليهما ، فكان أولى باستحقاق نفقتهما عليه . وهي عند الحنفية على الذكور والإناث بالسوية في ظاهر الرواية ؛ لأن المعنى يشملهما .

(۷٦/٤۱ ، نفقة ، من تجب عليه نفقة الأصول)

(فتح القدير : ٤/٤۱۷ ، ط : دار الفكر بيروت)

ما في " الهداية " : وعلى الرجل أن ينفق على أبويه وأجداده وجداته إذا كانوا فقراء وإن خالفوه في دينه . (۲/۳۳٤ ، باب النفقة ، فصل ، ط : دار أرقم)

(۲) ما في " الهداية " : ثم لا بد من الحاجة والصغر والأنوثة والزمانة والعمى امارة الحاجة لتحقق العجز ؛ فإن القادر على الكسب غني بكسبه بخلاف الأبوين ؛ لأنه يلحقهما تعب الكسب ، والولد مأمور بدفع الضرر عنهما ، فتجب نفقتهما مع قدرتهما على الكسب .

(۲/٤٤۷ ، كتاب الطلاق ، باب النفقة ، ط : قديمي)

(اسلام میں بوڑھوں اور کمزوروں کے حقوق، تجویز اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا: نمبر:۲)=

....

الحجة على ما قلنا :

=(٣) ما في " الهداية " : وعلى الرجل أن ينفق على أبويه وأجداده وجداته إذا كانوا فقراء وإن خالفوه في دينه . (٢/٣٣٤ ، باب النفقة ، فصل ، ط : دار أرقم)

(٤) ما في " القرآن الكريم " : ﴿وصاحبهما في الدنيا معروفًا﴾ . (سورة البقرة :٢٣٣)

ما في " القرآن الكريم " : ﴿وقضى ربک ألا تعبدوا إلا إياه وبالوالدين احسانا إما يبلغنّ عندک الكبر أحدهما أو كلاهما فلا تقل لهما افٍّ ولا تنهرهما وقل لهما قولا كريما . واخفض لهما جناح الذلّ من الرحمة وقل رب ارحمهما كما ربياني صغيرا﴾ . (سورة الإسراء:٢٣ ،٢٤) . ﴿وعبدوا اللّٰه ولا تشركوا به شيئًا وبالوالدين احسانا﴾ . (النساء :٣٦) . ﴿ووصّينا الانسان بوالديه حُسنًا﴾ . (عنكبوت :٨) ﴿ووصّينا الانسان بوالديه احسانًا﴾ . (سورة أحقاف :١٥)

ما في " القرآن الكريم " : ﴿ووصّينا الانسان بوالديه حملته امه وهنًا على وهن وفصٰله في عامين ان اشكر لي ولوالديک اليّ المصير﴾ . (سورة لقمان :١٤)

ما في " أحكام القرآن للتهانوى " : قرن اللّٰه تعالى إلزام برّ الوالدين بعبادته وتوحيده ، وأمر به كما أمر بهما ، كما قرن بشكره في قوله : ﴿أن اشكر لي ولوالديک وإليّ المصير﴾ . وكفى بذلک دلالة على تعظيم حقهما ووجوب برهما ، والإحسان إليهما ، وقال تعالى : ﴿ولا تقل لهما افٍّ ولا تنهرهما وقل لهما قولا كريمًا﴾ إلى آخر القصة .

(٢/٢٦٠ ، سورة النساء :٣٦)

ما في " مرقاة المفاتيح " : فإنه دل على الاجتناب عن جميع الأقوال المحرمة والإتيان بجميع كرائم الأقوال والأفعال في التواضع والخدمة والإنفاق عليهما ثم الدعاء لهما في العاقبة . (٩/١٣٣ ، كتاب الآداب ، باب البر والصلة ، الفصل الأول ، رقم :٤٩١٢)

ما في " الموسوعة الفقهية " : يكون برّ الوالدين بالإحسان إليهما بالقول اللين الدال على الرفق بهما والمحبة لهما ، وتجنب غليظ القول الموجب لنفرتهما ، وبمناداتهما بأحب الألفاظ إليهما كـ " يا أمي " و " يا أبي " وليقل لهما ما ينفعهما في أمر دينهما ودنياهما ويعلمهما ما يحتاجان إليه من أمور دينهما وليعاشرهما بالمعروف ، أي بكل ما عرف =

والدین کو چھوڑ کر بیرون جانا

مسئلہ (۱۱۵): والدین کی خدمت اولاد کا فریضہ بھی ہے اور اُن کے لیے دنیا وآخرت کی سعادت کا باعث بھی، ضرورت سے زائد معاش اور بلند معیارِ زندگی حاصل کرنے کے لیے خدمت کے محتاج والدین کو چھوڑ کر دوسرے شہر، دوسری ریاست یا دوسرے ممالک میں جانا اس وقت جائز ہوگا، جب کہ والدین کے خدمت گار موجود ہوں، اور والدین اس پر راضی بھی ہوں (۱)، نیز ماں باپ کی خدمت بیٹا اور بیٹی دونوں پر واجب ہے۔ (۲)

=من الشرع جوازه ، فيطيعهما في فعل جميع ما يأمرانه به من واجب أو مندوب ، وفي ترک ما لا ضرر عليه في ترکه . (۸/ ۶۹، برّ الوالدين ، بم يکون البرّ)

(اسلام میں بوڑھوں اور کمزوروں کے حقوق، تجویز اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا: نمبر:۴)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿وقضى ربک ألا تعبدوا إلا إياه وبالوالدين احسانا إما يبلغنّ عندک الکبر أحدهما أو كلاهما فلا تقل لهما افٍّ ولا تنهرهما وقل لهما قولا كريما . واخفض لهما جناح الذلّ من الرحمة وقل رب ارحمهما كما ربياني صغيرا﴾ . (سورة الإسراء :۲۳ ،۲۴) . ﴿وعبدوا الله ولا تشركوا به شيئًا وبالوالدين احسانا﴾ . (سورة النساء :۳۶) . ﴿ووصّينا الانسان بوالديه حُسنًا﴾ . (سورة العنكبوت :۸) ﴿ووصّينا الانسان بوالديه احسانًا﴾ . (سورة أحقاف :۱۵)

ما في " القرآن الكريم " : ﴿ووصّينا الانسان بوالديه حملته امه وهنًا على وهن وفصٰله في عامين ان اشكر لي ولوالديک اليّ المصير﴾ . (سورة لقمان :۱۴)

ما في " أحكام القرآن للتهانوي " : قرن الله تعالى إلزام برّ الوالدين بعبادته وتوحيده ، وأمر به كما أمر بهما ، كما قرن بشكره في قوله : ﴿أن اشكر لي ولوالديک وإليّ=

....

....

....

....

....

....

....

....

= المصير﴾ . وكفى بذلك دلالة على تعظيم حقهما ووجوب برهما ، والإحسان إليهما، وقال تعالى : ﴿ولا تقل لهما افٍّ ولا تنهرهما وقل لهما قولا كريمًا﴾ إلى آخر القصة .
(۲/۲۶۰ ، سورة النساء : ۳۶)

ما في " مرقاة المفاتيح " : فإنه دل على الاجتناب عن جميع الأقوال المحرمة والإتيان بجميع كرائم الأقوال والأفعال في التواضع والخدمة والإنفاق عليهما ثم الدعاء لهما في العاقبة . (۹/۱۳۳ ، كتاب الآداب ، باب البر والصلة ، الفصل الأول ، رقم : ۴۹۱۲)

ما في " الموسوعة الفقهية " : يكون برّ الوالدين بالإحسان إليهما بالقول اللين الدال على الرفق بهما والمحبة لهما ، وتجنب غليظ القول الموجب لنفرتهما ، وبمناداتهما بأحب الألفاظ إليهما كـ " يا أمي " و " يا أبي " وليقل لهما ما ينفعهما في أمر دينهما ودنياهما ويعلمهما ما يحتاجان إليه من أمور دينهما وليعاشرهما بالمعروف ، أي بكل ما عرف من الشرع جوازه ، فيطيعهما في فعل جميع ما يأمرانه به من واجب أو مندوب ، وفي ترك ما لا ضرر عليه في تركه . (۸/۶۹ ، برّ الوالدين ، بم يكون البرّ)

(۲) ما في " الموسوعة الفقهية " : تجب نفقة الأصول على الولد ؛ لأن للأبوين تأويلا في مال الولد بالنص ، ولأنه أقرب الناس إليهما ، فكان أولى باستحقاق نفقتهما عليه . وهي عند الحنفية على الذكور والإناث بالسوية في ظاهر الرواية ؛ لأن المعنى يشملهما . (۴۱/۷۶ ، نفقة ، من تجب عليه نفقة الأصول ، فتح القدير : ۴/۴۱۷ ، ط : دار الفكر بيروت)

(اسلام میں بوڑھوں اور کمزوروں کے حقوق، تجویز اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا: نمبر: ۵و۷)

والدین کی خدمت بیٹی پر

مسئلہ (۱۱۶): اگر والدین بالکل مجبور ہوں، یا ایسی بیماریوں میں مبتلا ہوں کہ بیٹی کی خدمت کے محتاج ہوں اور بیٹی کے علاوہ کوئی خدمت گار نہ ہو، تو ایسی صورت میں بیٹی کو والدین کی خدمت کرنی چاہیے(۱)، اُس کے شوہر کو چاہیے کہ اس کی اجازت دے۔(۲)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿وقضى ربک ألا تعبدوا إلا إياه وبالوالدين احسانا إما يبلغنّ عندک الكبر أحدهما أو كلاهما فلا تقل لهما افٍّ ولا تنهرهما وقل لهما قولا كريما . واخفض لهما جناح الذلّ من الرحمة وقل رب ارحمهما كما ربياني صغيرا﴾ . (سورة الإسراء :۲۳ ، ۲۴) . ﴿وعبدوا الله ولا تشركوا به شيئًا وبالوالدين احسانا﴾ . (سورة النساء :۳٦) . ﴿ووصّينا الانسان بوالديه حُسنًا﴾ . (سورة العنكبوت:۸) ﴿ووصّينا الانسان بوالديه احسانًا﴾ . (سورة أحقاف :۱۵) . ﴿ووصّينا الانسان بوالديه حملته امه وهنًا على وهن وفصٰله في عامين ان اشكر لي ولوالديک اليّ المصير﴾ . (سورة لقمان :۱۴)

ما في " أحكام القرآن للتهانوي " : قرن الله تعالى إلزام برّ الوالدين بعبادته وتوحيده ، وأمر به كما أمر بهما ، كما قرن بشكره في قوله : ﴿أن اشكر لي ولوالديک وإليّ المصير﴾ . وكفى بذلک دلالة على تعظيم حقهما ووجوب برهما، والإحسان إليهما ، وقال تعالى : ﴿ولا تقل لهما افٍّ ولا تنهرهما وقل لهما قولا كريمًا﴾ إلى آخر القصة .

(۲۶۰/۲ ، سورة النساء :۳٦)

ما في " مرقاة المفاتيح " : فإنه دل على الاجتناب عن جميع الأقوال المحرمة والإتيان بجميع كرائم الأقوال والأفعال في التواضع والخدمة والإنفاق عليهما ثم الدعاء لهما في العاقبة . (۱۳۳/۹ ، كتاب الآداب ، باب البر والصلة ، الفصل الأول ، رقم :۴۹۱۲)

ما في " الموسوعة الفقهية " : يكون برّ الوالدين بالإحسان إليهما بالقول اللين الدال =

....

....

....

....

....

....

....

....

....

....

....

....

=على الرفق بهما والمحبة لهما ، وتجنب غليظ القول الموجب لنفرتهما ، وبمناداتهما بأحب الألفاظ إليهما كـ " يا أمي " و " يا أبي " وليقل لهما ما ينفعهما في أمر دينهما ودنياهما ويعلمهما ما يحتاجان إليه من أمور دينهما وليعاشرهما بالمعروف ، أي بكل ما عرف من الشرع جوازه ، فيطيعهما في فعل جميع ما يأمرانه به من واجب أو مندوب ، وفي ترك ما لا ضرر عليه في تركه . (۸/۶۹، برّ الوالدين ، بم يكون البرّ)

(۲) ما في " الدر المختار مع الشامية " : فلا تخرج إلا لحق لها أو عليها أو لزيارة أبويها كل جمعة مرة أو المحارم كل سنة . (در مختار) . وفي الشامية : قوله : (فلا تخرج الخ) وكذا فيما لو أرادت حجّ الفرض بمحرم ، أو كان أبوها زمنًا مثلا يحتاج إلى خدمتها ولو كان كافرًا . .... قوله : (أو لزيارة أبويها) سيأتي في باب النفقات عن الاختيار تقييده بما إذا لم يقدرا على إتيانها ، وفي الفتح : أنه الحق . قال : وإن لم يكونا كذلك ينبغي أن يأذن لها في زيارتهما في الحين بعد الحين على قدر متعارف . (۲۹۳/۴ ، كتاب النكاح ، باب المهر ، مطلب في منع الزوجة نفسها لقبض المهر ، ط : بيروت)

(اسلام میں بوڑھوں اور کمزوروں کے حقوق، تجویز اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا: نمبر:۸)

قریبی رشتہ داروں کا نفقہ

مسئلہ (۱۱۷): آدمی پر اپنے دوسرے قریبی رشتہ داروں کا نفقہ وعلاج اس وقت واجب ہوگا، جب کہ وہ تنگ دست ہونے کے ساتھ، کسب (کمانے) سے بھی عاجز ہوں۔(۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿لينفق ذو سعة من سعته ومن قدر عليه رزقه فلينفق مما آتاه الله لا يكلف الله نفسًا إلا وسعها﴾ . (سورة الطلاق : ۷)

ما في " الموسوعة الفقهية " : تجب النفقة في الجملة بالقرابة وذلک على التفصيل التالي : اختلف الفقهاء فيمن يستحق النفقة بسبب القرابة ، فذهب الحنفية إلى أن مستحقيها هم الآباء وإن علوا ، والأولاد وإن سفلوا ، والحواشي ذووا الأرحام المحرمة كالعم والأخ وابن الأخ والعمة والخال والخالة . (۴۱/۷۲، نفقة ، ثانيا القرابة)

وفيه أيضًا : لا خلاف بين الفقهاء في أن نفقة العاجز الذي لا عائل له ولا قدرة له على الكسب ولا يملک مالا تجب في بيت المال ، لأنه للصرف على ذوي الحاجات والمعدمين ومن هم في مثل حاله ممن لا قدرة لهم على كسب كفايتهم ولا عائل لهم تجب عليه نفقتهم . ولأنه بحاله هذا يعد فقيرا ، والفقير تجب كفايته من بيت المال ، وهذه الكفاية تشمل سائر ما يحتاجه من مطعم وملبس ومسكن وأجرة خادم ونفقته إن كان في حاجة إلى خادم بأن كان مسنا أو زمنا لا يستطيع القيام بخدمة نفسه ، وليس له من يقوم على رعايته وخدمته .

(۴۱/۹۹ ، ۱۰۰ ، نفقة ، نفقة العاجز الذي لا عائل له)

ما في " الموسوعة الفقهية " : الحواشي هم الأقارب الذين ليسوا من عمودَي النسب ؛ كالإخوة وأبناء الإخوة والأخوال والخالات والأعمام والعمات ، .... فمذهب الحنفية والحنابلة : أن النفقة تجب لهم في الجملة ، لقوله تعالى : ﴿وآت ذا القربى حقه﴾ وقوله : ﴿واعبدوا الله ولا تشركوا به شيئًا وبالوالدين إحسانًا وبذي القربى﴾ . فالله تعالى قد جعل حق ذي القربى بعد حق الوالدين في الدرجة ، وأمر بالإحسان إليهم كما أمر به إلى=

....
....
....
....
....
....
....
....
....
....
....
....

= الوالدين ، ومن الإحسان إليهم الإنفاق عليهم . ولقوله عليه الصلاة والسلام فيما رواه طارق المحاربي رضي اللّٰه عنه قال : قدمنا المدينة فإذا رسول اللّٰه ﷺ قائم على المنبر يخطب الناس وهو يقول : " يد المعطي العليا ، وابدأ بمن تعول ، أمک وأباک ، وأختک وأخاک ، ثم أدناک أدناک " . وبما رواه كليب بن منفعة الحنفي عن جده أنه أتى النبي ﷺ فقال : يا رسول اللّٰه ! من أبرُّ ؟ قال : " أمک وأباک ، وأختک وأخاک ، ومولاک الذي يلي ، ذاک حق واجب ورحِمٌ موصولة " . فالرسول ﷺ قد أخبر بأن النفقة على هؤلاء المذكورين حق واجب . (۸۳/۴۱ ، ۸۴ ، نفقة ، نفقة الحواشي)

ما في " الهداية " : والنفقة لكل ذي رحم محرم إذا كان صغيرًا فقيرًا أو كانت امرأة بالغة فقيرة أو كان ذكرا بالغا فقيرا زمنا أو أعمى ؛ لأن الصلة في القرابة القريبة واجبة دون البعيدة والفاصل أن يكون ذا رحم محرم وقد قال اللّٰه تعالى : وعلى الوارث مثل ذلک .

(۴۴۶/۲ ، ۴۴۷ ، كتاب الطلاق ، باب النفقة ، ط : قديمي)

(اسلام میں بوڑھوں اور کمزوروں کے حقوق، تجویز اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا: نمبر:۳)

اولاد کا والد کو نکاحِ ثانی سے روکنا

مسئلہ (۱۱۸): اولاد کا اپنے والد کو نکاحِ ثانی سے روکنا جائز نہیں ہے[۱]، اور اگر باپ اپنی اس بیوی کے اخراجات کی ادائیگی پر قادر نہ ہو، تو اس کی زوجہ ثانیہ (سوتیلی ماں) کا نفقہ بھی اس کی غنی اولاد پر واجب ہے۔[۲]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿وإن خفتم ألا تقسطوا في اليتٰمى فانكحوا ما طاب لكم من النسآء مثنىٰ وثُلٰث ورُبٰع فإن خفتم ألا تعدلوا فواحدة أو ما ملكت أيمانكم ذلک أدنىٰٓ ألا تعولواO﴾ . (سورة النساء :۳)

ما في " تفسير المظهري " : (مسألة) لا يجوز أن يتزوج ما فوق الأربعة من النساء عند الأئمة الأربعة وجمهور المسلمين .... ان الآية نزلت في قيس بن الحارث ، قال البغوي : روي أن قيس بن الحارث كانت تحته ثماني نسوة فلما نزلت هذه الآية قال له رسول الله ﷺ : " طلق أربعًا وأمسک أربعًا " قال : فجعلت أقول للمرأة التي لم تلد مني يا فلانة أدبري ، والتي قد ولدت أقبلي ، فكان من النبي ﷺ بيانًا للآية وهو أعلم بمراد اللّٰه تعالى ، فظهر أن الأصل في النكاح الحرمة والتضييق .... وأيضًا عدم جواز ما فوق الأربع من النساء ثبت بحديث ابن عمر أن غيلان بن سلمة الثقفي أسلم ، وله عشر نسوة في الجاهلية فأسلمن معه فقال النبي ﷺ : " أمسک أربعًا وفارق سائرهن " رواه الشافعي وأحمد والترمذي وابن ماجه ، وحديث نوفل بن معاوية قال : أسلمت وتحتي خمس نسوة فسألت النبي ﷺ فقال : " فارق واحدة وأمسک أربعًا " فعمدت إلى أقدمهن صحبة عندي عاقر منذ ستين سنة ففارقتها " . رواه الشافعي والبغوي في شرح السنة . وعلى حصر الحل في أربع انعقد الإجماع . (۲/۲۱۷ ، ۲۱۸، سورة النساء ، الآية/۳)

ما في " تفسير المظهري " : ﴿فإن خفتم﴾ .... (مسألة) تعليق الاختصار على الواحدة أو التسري بخوف الجور يدل على أنه عند القدرة على أداء حقوق الزوجات =

....

....

....

....

....

....

....

....

....

....

....

....

....

....

=والعدل بينهم الأفضل الإكثار في النكاح . (۲/۲۱۹)

ما في " الموسوعة الفقهية " : تعدد الزوجات إلى أربع مشروع ورد به القرآن الكريم في قوله تعالى : ﴿فانكحوا ما طاب لكم من النسآء مثنىٰ وثُلٰث ورُبٰع فإن خفتم ألا تعدلوا فواحدة أو ما ملكت أيمانكم﴾ . اهـ . (۱۲/۲۳۲ ، تعدد ، تعدد الزوجات)

ما في " الموسوعة الفقهية " : ويرى الحنفية إباحة تعدد الزوجات إلى أربع إذا أمن عدم الجور بينهنّ فإن لم يأمن اقتصر على ما يمكنه العدل بينهن ، فإن لم يأمن اقتصر على واحدة لقوله تعالى : ﴿فإن خفتم ألا تعدلوا فواحدة﴾ . (۴۱/۲۲۰ ، نكاح)

(۲) ما في " الدر المختار مع الشامية " : وعليه نفقة زوجة أبيه .

(۵/۳۴۴ ، كتاب الطلاق ، باب النفقة ، مطلب في نفقة زوجة الأب ، ط : بيروت)

(اسلام میں بوڑھوں اور کمزوروں کے حقوق: تجویز نمبر:۹)

(فتاویٰ قاسمیہ:۲۴/۳۴۳، نکاحِ ثانی کرنے پر اولاد کو رکاوٹ بننے کا حق نہیں)

کتاب البیوع

خرید وفروخت کے احکام ومسائل

ڈسکاؤنٹ پر سامان خریدنا

مسئلہ(۱۱۹): تاجر کا گاہک سے اس طرح کا معاملہ طے کرنا کہ اگر نقد ادائیگی کرے گا، تو اتنی رقم دینی ہوگی، اور قسطوں میں ادائیگی کرے گا، تو اتنی رقم دینی ہوگی، یہ درست نہیں ہے[۱]، نقد خرید کا دام اور قسطوں پر خرید کا دام الگ ہوسکتا ہے، مگر شرعاً اس کے جائز ہونے کے لیے ضروری ہے کہ معاملہ کرتے وقت یہ متعین اور معلوم ہوجائے کہ قسطوں پر خرید رہا ہے یا نقد خریداری کر رہا ہے، ایک صورت متعین ہوکر اس کا دام مقرر ہوجائے، تو صحیح ہے، اگر فکس ریٹ پر سودا ہوا، اور اسی وقت ہاتھ کے ہاتھ دکاندار نے رقم لیتے وقت کیش ڈسکاؤنٹ کے طور پر کچھ کم کر کے لیا، تو یہ درست ہے۔[۲]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " جامع الترمذي " : عن أبي هريرة قال : " نهى رسول الله ﷺ عن بيعتين في بيعة "........ .. وقد فسّر بعض أهل العلم قالوا : بيعتين في بيعة أن يقول : أبيعک هذا الثوب بنقدٍ بعشرة ، وبنسيئة بعشرين ، ولا يفارقه على أحد البيعتين ، فإذا فارقه على أحدهما فلا بأس به إذا كانت العقدة على أحد منهما . (۱/۲۳۳ ، أبواب البيوع ، باب ما جاء في النهي عن بيعتين في بيعة ، إعلاء السنن : ۱۴/۲۰۵)

ما في " اعلاء السنن " : وعن سماک ، عن عبد الرحمن بن عبد الله بن مسعود ، عن =

....

....

....

....

....

....

....

....

=أبيه رضي الله تعالى عنه ، قال : " نهى النبي ﷺ عن صفقتين في صفقةٍ " .

(۲۰۶/۱۴ ، كتاب البيوع ، باب النهي عن بيعتين في بيعة)

ما في " المبسوط للسرخسي " : وإذا عقد العقد على أنه إلى أجل كذا بكذا ، وبالنقد بكذا أو (قال) : إلى شهر بكذا ، أو إلى شهرين بكذا ، فهو فاسد ؛ لأنه لم يعاطه على ثمنٍ معلوم ، ولنهي النبي ﷺ عن شرطين في البيع ، وهذا هو تفسير الشرطين في بيع .... وهذا إذا افترقا على هذا ، فإن كان يتراضيان بينهما ولم يتفرقا حتى قاطعه على ثمن معلوم وأتما العقد عليه فهوجائز ؛ لأنهما ما افترقا إلا بعد تمام شرط صحة العقد .

(۹/۱۳ ، كتاب البيوع ، باب البيوع الفاسدة ، ط : بيروت)

ما في " الهداية " : لأن للأجل شبهاً بالبيع ، ألا ترى أنه يزاد في الثمن لأجل الأجل .

(۷۴/۳ ، كتاب البيوع ، باب المرابحة والتولية)

(البحر الرائق :۱۹۰/۶ ، كتاب البيوع ، باب البيوع المرابحة والتولية)

(المسائل المهمة فيما ابتلت به العامة :۲۱۶/۵ ،مسئلہ نمبر:۱۵۴،نقد وادھار قیمت میں فرق،طبع دوم)

(۲) ما في " المختصر القدوري " : ويجوز للمشتري أن يزيد للبائع في الثمن ويجوز للبائع أن يزيد للمشتري في المبيع ، ويجوز أن يحط من الثمن . (ص/۸۱ ، كتاب البيوع ، الهداية :۵۹/۳، التنوير وشرحه مع الشامية :۲۸۵/۷، البحر الرائق :۱۹۸/۶)

(جدید فقہی مسائل:۲۱۷/۱،قدیمی،المسائل المهمة فيما ابتلت به العامة :۲۲۷/۸،مسئلہ نمبر:۱۴۸،خرید وفروخت میں ڈسکاؤنٹ/Discount،فتاویٰ دارالعلوم دیوبند،رقم الفتویٰ:۶۶۹)

کیش بیک (Cash Back) رقم کا استعمال

مسئلہ (۱۲۰): آج کل تقریباً تمام آن لائن اسٹور، جیسے: پے ٹی ایم (PayTm) فری چارج (Free Charge) میں کچھ سامان، جیسے: کپڑا، کھانے پینے کا سامان، موبائل ری چارج (Mobile ReCharge) وغیرہ کرنے پر دو سے دس فی صد "کیش بیک" (Cash Back) رقم ملتی ہے، جسے اگلی خریداری میں استعمال کیا جا سکتا ہے، تو یہ اسٹور کی طرف سے ایک طرح کی رعایت اور انعام ہے، اس لیے "کیش بیک" رقم کو استعمال کر سکتے ہیں۔ (۱)

سگریٹ فروشی کا حکم

مسئلہ (۱۲۱): عصر حاضر میں اطباء کا اتفاق ہے کہ سگریٹ نوشی و بیڑی نوشی جسم کے لیے ضرر رَساں؛ یعنی سانس کی نالیوں، معدہ اور پھیپھڑوں کے کینسر کا سبب ہے (۲)، اور عالمی ادارۂ صحت (W.H.O) کے سروے کے مطابق دنیا میں ہر سال کم از کم ۴۰/لاکھ افراد محض سگریٹ نوشی اور بیڑی نوشی سے موت کے گھاٹ اُتر جاتے ہیں، نیز اس میں مال کو فضول ضائع و برباد کرنا ہے (۳)،

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " مختصر القدوري " : ويجوز للمشتري أن يزيد للبائع في الثمن ويجوز للبائع أن يزيد للمشتري في المبيع ، ويجوز أن يحط من الثمن . (ص/ ۸۱ ، كتاب البيوع)

(الهداية :۵۹/۳ ، التنوير وشرحه مع الشامية : ۲۸۵/۷ ، البحر الرائق : ۱۹۸/۶)

(فتاویٰ دار العلوم دیوبند، رقم الفتویٰ: ۶۸۳۱۵)=

اوراس کی بدبُو بھی مضر اور قابلِ نفرت ہے[۱]، اس لیے قدیم زمانے میں بھی علمائے کرام نے سگریٹ نوشی کو مکروہ قرار دیا تھا، لہٰذا اس کی تجارت بھی مکروہ ہے، مسلمان تاجروں اور دکان داروں کو اس کی تجارت اور خرید وفروخت سے اجتناب کرنا چاہیے[۲]، ہاں! البتہ اس کی آمدنی کو حرام نہیں کہا جا سکتا۔[۳]

=الحجة على ما قلنا :

(۲) ما في " القرآن الكريم " : ﴿ولا تلقوا بأيديكم إلى التهلكة﴾ . (سورة البقرة : ۱۹۵)

ما في " روح المعاني " : استدل بالآية على تحريم الإقدام على ما يخاف منه تلف النفس .

(۱۱۸/۲)

ما في " البحر المحيط لأبي حيان الغرناطي " : والظاهر أنهم نهوا عن كل ما يؤول بهم إلى الهلاک في غير طاعة الله .... ولا تجعلوا أنفسكم لقى إلى التهلكة فتهلک .

(۱۲۰،۱۱۹/۲)

ما في " الموافقات في أصول الأحكام للإمام الشاطبي " : ومجموع الضروريات خمسة : وهي حفظ الدين ، والنفس ، والنسل ، والمال ، والعقل .

(۴/۲ ، كتاب المقاصد ، المسئلة الأولى)

ما في " روضة الطالبين " : ويحرم ما يضر من البدن والعقل . (۲۸۱/۳)

(۳) ما في " القرآن الكريم " : قوله تعالىٰ : ﴿ولا تبذّر تبذيرًا﴾ . (سورة الإسراء : ۲۷)

ما في " التفسير الكبير للرازي " : والتبذير في اللغة : إفساد المال وإنفاقه في السرف .

(۳۲۸/۷)

ما في "أحكام القرآن للجصاص" : روي عن عبد الله بن مسعود وابن عباس رضي الله عنهم : التبذير إنفاق المال في غير حقه . (۲۵۷/۳)

ما في " القرآن الكريم " : ﴿إن المبذرين كانوٓا إخوان الشيطين وكان الشيطٰن لربه كفورًا﴾ . (سورة بني اسرائيل : ۲۷)

ما في " تفسير المظهري " : قال القاضي ثناء الله العثماني الحنفي : فليس ينبغي أن =

....

=يطاع ، اعلم أن الشكر على ما قاله أهل التحقيق صرف النعمة في رضاء المنعم ، والتبذير صرف المال في المعصية فهو ضد الشكر . (۵/۲۸۲)

ما في " مختصر تفسير ابن كثير" : قال ابن مسعود : التبذير الإنفاق في غير حق . وقال مجاهد : لو أنفق إنسان ماله كله في الحق لم يكن مبذرا ، ولو أنفق مدًا في غير حق كان مبذرًا . وقال قتادة : التبذير النفقة في معصية الله تعالى وفي غير الحق والفساد . (۲/۳۷۴)

ما في " التفسير المنير للزحيلي " : إن المبذرين المنفقين أموالهم في معاصي الله يشبهون في هذا الفعل القبيح الشياطين ، فهم قرناء الشياطين في الدنيا والآخرة وأشباههم في ذلک في الصفة والعمل .(۸/۶۲)

ما في " القرآن الكريم " : ﴿كلوا واشربوا ولا تسرفوا إنه لا يحب المسرفين﴾ .
(سورة الأعراف : ۳۱)

ما في " أحكام القرآن لإبن العربي " : الإسراف تعدي الحد ، فنهاهم عن تعدي الحلال إلى الحرام ، وقيل ألا يزيدوا على قدر الحاجة . (۲/ ۲۸۱)

ما في " صحيح البخاري " : وعن المغيرة بن شعبة قال : قال النبي ﷺ : " إن الله حرّم عليكم عقوق الأمهات ، ووأد البنات ، ومنعاً وهات ، وكره لكم قيل وقال ، وكثرة السؤال ، وإضاعة المال " . (۱/۳۲۴ ، كتاب في الاستقراض وأداء الديون والحجر .... الخ ، باب ما ينهى عن إضاعة المال)

(الآداب للبيهقي :ص/۴۰ ، رقم : ۱۰۵ ، باب في كراهية إضاعة المال ، ط : بيروت)

ما في " فتح الباري " : قوله : (وإضاعة المال) وقد قال الجمهور : إن المراد به السرف في إنفاقه . (۵/۸۶)

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿ويحرم عليهم الخبآئث﴾ . (سورة الأعراف :۱۵۷)

ما في " مشكوة المصابيح " : قوله ﷺ : " من أكل من هذه الشجرة المُنْتِنَةِ فلا يقربنّ مسجدنا ، فإن الملائكة تتأذى كما يتأذى منه الإنس " .

(۱/۶۸، باب المساجد ومواضع السجود)

ما في " رد المحتار " : قال ابن عابدين الشامي رحمه الله تعالى : قوله : (وأكل نحو =

....

....

=ثوم أي كبصل ونحوه ما له رائحة كريهة للحديث الصحيح عن قربان آكل الثوم والبصل ، المسجد) قال الإمام العيني في شرحه على صحيح البخاري : قلت : " علة النهي أذى الملا ئكة وأذى المسلمين ، ولا يختص بمسجد عليه الصلاة والسلام ، بل الكل سواء" .

(۲/۴۳۵ ، الصلاة ، باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها ، مطلب في الغرس في المسجد)

ما في " القرآن الكريم " : ﴿والذين يوذون المؤمنين والمؤمنات بغير ما اكتسبوا فقد احتملوا بهتاناً وإثماً مبيناً﴾ . (سورة الأحزاب :۵۸)

ما في " روح المعاني " : أي ما يفعلو ن بهم ما يتأذون به من قول أو فعل . (۱۲/۱۲۶)

ما في " الجامع لأحكام القرآن للقرطبي " : أذى المؤمنين والمؤمنات هي أيضاً بالأفعال والأقوال القبيحة . (۱۴/۲۴۰)

ما في " صحيح مسلم " :" الإيمان بضع وستون أو بضع وسبعون شعبة فأفضلها قول لا إلٰه إلا اللّٰه ، وأدناها إماطة الأذى عن الطريق " .

(۱/۴۷ ، رقم :۱۵۲[۵۸] ، كتاب الإيمان ، با ب بيان عدد شعب الإيمان)

ما في" تكملة فتح الملهم " : قال الحسن البصري رحمه اللّٰه في تفسير الأبرار : هم الذين لا يؤذون الذر ولا يرضون الشر . (۱/۵٦۷ ، رقم :۱۵۲[۵۸])

ما في" شرح الطيبي على مشكوة المصابيح " : الأذى في الحديث إسم ما يؤذي للناس نحو الشوک والحجر والطين وما أشبهها . (۱/۱۰۷، رقم :۳)

(۲) ما في " مختصر تفسير ابن كثير " :﴿ولا تعاونوا على الإثم والعدوان﴾ قال الحافظ عماد الدين الدمشقي : نهاهم عن التناصرعلى الباطل والتعاون على المأثم والمحارم .

(۱/۴۷۸)

(۳) (فتاویٰ دار العلوم زکریا:۵/۱۳۴،۱۳۵،۱۳٦،فتاویٰ رحیمیہ:۲/۲۴۲،کتاب الحظر والاباحۃ)

(کفایت المفتی:۹/۱۴۸،احسن الفتاویٰ:٦/۴۹۵،کتاب الفتاویٰ:۵/۲۰۲)

ٹائی فروشی کا حکم

مسئلہ (۱۲۲): ٹائی کا استعمال اگرچہ مسلمانوں میں بھی عام ہوگیا ہے، مگر اس کے باوجود وہ انگریزی لباس ہی کا حصہ ہے، اور اگر انگریزی لباس تصوُّر نہ کیا جائے، تب بھی کفار وفساق کے استعمال کی چیز ہے، لہٰذا تشبہ بالکفار والفساق کی وجہ سے ممنوع ہے [۱]، نیز اہلِ صلاح اس لباس کو پسند نہیں کرتے، کیوں کہ یہ علماء وصلحاء کے لباس کے خلاف ہے۔ اس کے علاوہ ٹائی میں ایک اور خرابی یہ بھی ہے کہ عیسائی اس سے اپنے عقیدہ ''صلیبِ عیسیٰ علیہ السلام'' یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مصلوب کیے جانے (سولی دیئے جانے) کی طرف اشارہ کرتے ہیں، جو نصِ قرآنی کے خلاف ہے [۲]، لہٰذا تشبہ بالکفار کے ساتھ ساتھ عیسائیوں کے مذہبی یادگار اور مذہبی شعار ہونے کی وجہ سے عام حالات میں بھی اس کا پہننا جائز نہیں ہے [۳]، البتہ بہ امرِ مجبوری اس کے استعمال کی گنجائش ہوگی۔ [۴]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في '' سنن أبي داود '' : عن ابن عمر قال : قال رسول الله ﷺ : '' من تشبه بقوم فهو منهم '' . (ص/۵۵۹ ، کتا ب اللباس ، باب لباس الشهرة)

ما في '' بذل المجهود '' : قال القاري : من شبه نفسه بالكفار مثلاً في اللباس وغيره أو بالفساق أو الفجار أو بأهل التصوف والصلحاء والأبرار فهو منهم أي في الإثم أو الخير عند الله تعالى . (۵۹/۱۲ ، مرقاة المفاتيح :۲۲۲/۸، كتاب اللباس والزينة)

ما في '' شرح الطيبي '' : قوله : '' من تشبه بقوم '' هذا عام في الخلق والخلق والشعار وإذا كان الشعار أظهر في التشبه . (۲۳۲/۸، رقم :۴۳۴۷)=

....

=ما في " فيض القدير " : (من تشبه بقوم) أي تزيا في ظاهره بزيهم وفي تعرفه بفعلهم وفي تخلقه بخلقهم وسار بسيرتهم وهديهم في ملبسهم وبعض أفعالهم . اهـ . ... وقال بعضهم : قد يقع التشبه في أمور قلبية من الاعتقادات وإرادات وأمور خارجية ، من أقوال وأفعال قد تكون عبادات وقد تكون عادات في نحو طعام ولباس ومسكن ونكاح واجتماع وافتراق وسفر وإقامة وركوب وغيرها ، وبين الظاهر والباطن ارتباط ومناسبة وقد بعث اللّٰه المصطفى ﷺ بالحكمة التي هي سنة وهي الشرعة والمنهاج الذي شرعه له فكان مما شرعه له من الأقوال والأفعال ما يباين سبيل المغضوب عليهم والضآلّين فأمر بمخالفتهم في الهدي الظاهر في هذا الحديث ، وإن لم يظهر فيه مفسدة لأمور – منها أن المشاركة في الهدي في الظاهر تؤثر تناسبا وتشاكلا بين المتشابهين تعود إلى موافقة ما في الأخلاق والأعمال ، وهذا أمر محسوس . اهـ . ... وقال ابن تيمية : هذا الحديث أقل أحواله أن يقتضي تحريم التشبه بأهل الكتاب وإن كان ظاهره يقتضي كفر المتشبه بهم فكما في قوله تعالى : ﴿ومن يتولّهم منكم فإنه منهم﴾ وهو نظير قول ابن عمرو : من بنى بأرض المشركين وصنع نيروزهم ومهرجانهم وتشبه بهم حتى يموت حشر يوم القيامة معهم ، فقد حمل هذا على التشبه المطلق فإنه يوجب الكفر ويقتضي تحريم أبعاض ذلک ، وقد يحمل منهم في القدر المشترک الذي شابههم فيه فإن كان كفرا أو معصية أو شعارا لها كان حكمه كذلک . (۱۰۴/۶ ، رقم :۸۵۹۳ ، ط : دار المعرفة بيروت لبنان)

ما في " اقتضاء الصراط المستقيم لمخالفة أصحاب الجحيم " : وإذا كانت المشابهة في القليل ذريعة ووسيلة إلى بعض هذه القبائح كانت محرمة ، فكيف إذا أفضت إلى ما هو كفر باللّٰه ؟ .... ان المشابهة تفضي إلى كفر أو معصية غالبا ، أو تفضي إليهما في الجملة ، وليس في هذا المفضى مصلحة ، وما أفضى إلى ذلک كان محرما ، فالمشابهة محرّمة . اهـ . (ص/۲۱۵ ، ۲۱۶ ، المشابهة تفضي إلى كفر أو معصية غالبا ، مطابع المجد التجارية ، و: ۲۷۱/۱ ، باب التشبه مفهومه ومقتضاه ، دار عالم الكتب بيروت)

(۲) ما في " القرآن الكريم " : ﴿وما قتلوه وما صلبوه ولكن شبه لهم﴾ .

(سورة النساء :۱۵۷)=

....

....

....

....

=(۳) ما في " صحيح البخاري " : عن عمران بن حطان ، عن عائشة ؛ حدثته : " أن النبي ﷺ لم يكن يترک في بيته شيئًا فيه تصاليب إلا نقضه " .

(۸۸۰۲ ، كتاب اللباس ، باب نقض الصور ، ۱/۸۷۳ ، رقم :۵۹۵۳)

ما في " الموسوعة الفقهية " : لا يجوز لمسلم أن يصنع صليبا ، ولا يجوز له أن يأمر بصناعته ، والمراد صناعة ما يرمز به إلى التصليب ، وليس له اتخاذه ، وسواء علقه أو نصبه أو لم يعلقه ولم ينصبه ، ولا يجوز له إظهار هذا الشعار في طرق المسلمين وأماكنهم العامة أو الخاصة ، ولا جعله في ثيابه ، لما روى عدي بن حاتم رضي الله تعالى عنه قال : " أتيت النبي ﷺ وفي عنقي صليب من ذهب ، فقال : يا عدي ! إطرح عنک هذا الوثن " .

(۱۲/ ۸۸ ، التصليب)

ما في " القرآن الكريم " : ﴿ولا تركنوٓا إلى الذين ظلموا فتمسّكم النار﴾ .

(سورة هود :۱۱۳)

ما في " حاشية القونوي على تفسير البيضاوي " : قال ابن عباس : أي لا تميلوا ، والركون المحبة والميل بالقلب ، وقال أبو العالية : لا ترضوا بأعمالهم ، وقال عكرمة : لا تطيعوهم ؛ قال البيضاوي : لا تميلوا إليهم أدنى ميل ، فإن الركون هو الميل اليسيركالتزيى بزيهم وتعظيم ذكرهم . (۱۰/ ۲۲٦ ، التفسير المظهري :۴/۴۳۰)

ما في " الجامع لأحكام القرآن للقرطبي " : قال قتادة : معناه لا تودوهم ولا تطيعوهم ، وقال ابن جريج : لا تميلوا إليهم ، وقال أبو العالية : لا ترضوا أعمالهم . (۹/ ۱۰۸)

(۴) (فتاویٰ قاضی:ص/۲۱۰، بوقت ضرورت ٹائی لگانے کی گنجائش ہے)

(فتاویٰ قاسمیہ:۲۳/ ۴۷۵، ٹائی باندھنا) (فتاویٰ دار العلوم زکریا:۵/ ۱۳۹، ۱۴۰، ٹائی فروخت کرنے کا حکم)

(مستفاد از حاشیہ فتاویٰ محمودیہ:۱۹/ ۲۸۹، فتاویٰ قاسمیہ:۲۳/ ۴۷۴، ٹائی باندھنا)

فور وہیلر وغیرہ کی خرید وفروخت میں بیع سلم

مسئلہ (۱۲۳): آج کل شوروم والوں کے پاس سے ٹریکٹر وغیرہ فور وہیلر وٹو وہیلر کی خرید وفروخت اس طرح ہوتی ہے کہ شوروم والوں کے پاس فی الحال مطلوبہ گاڑی موجود نہیں ہوتی، لوگ سودا طے کر کے مکمل یا کچھ پیسے دے کر مطلوبہ گاڑی بک کروا لیتے ہیں، جیسے ہی مال شوروم میں آتا ہے، تو بقیہ پیسے دے کر گاڑی لے لیتے ہیں، تو اگر شوُروم والوں کے پاس عقد کے وقت گاڑی موجود نہ ہو، لیکن اگر سودا طے کرتے وقت گاڑی کے تمام اوصاف متعین ہو جائیں، اور ایسی کوئی جہالت باقی نہ رہے، جو جھگڑے فساد کا سبب ہو، یعنی گاڑی کی کوالٹی، سائز، رنگ وغیرہ؛ تمام چیزیں متعین ہو جائیں، اور ثمن یعنی قیمت کا مکمل یا کچھ حصہ ادا کر دیا جائے (۱)، تو اس طرح خرید وفروخت کرنا شرعاً جائز ہے، یہ بیع سلم ہے؛ جس میں مبیع اُدھار ہوتی ہے، اور ثمن نقد ہوتا ہے۔ (۲)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " : قوله تعالى : ﴿يا أيها الذين آمنوا إذا تداينتم بدين إلى أجل مسمًّى فاكتبوه وليكتب بينكم كاتب بالعدل﴾ . (سورة البقرة : ۲۸۲)

ما في " مجمع الأنهر " : وفي الدرر : وهو مشروع بالكتاب ، وهو قوله تعالى : ﴿إذا تداينتم بدين﴾ . [البقرة : ۲۸۲] الآية ، فإنها تشمل السلم والبيع بثمن مؤجل وتأجيله بعد الحلول ، والسنة وهي قوله عليه الصلاة والسلام : " من أسلم منكم فليسلم في كيل معلوم ووزن معلوم إلى أجل معلوم " وبالإجماع . (۱۳۸/۳ ، باب السلم)

ما في " تبيين الحقائق " : وهو مشروع بالكتاب والسنة وإجماع الأمة ، قال ابن =

....

....

....

=عباس رضي اللّٰہ تعالی عنهما : " أشهد أن اللّٰہ أحلّ السلم المؤجل وأنزل فيه أطول آية ، وتلا قوله تعالى : ﴿يآيها الذين اٰمنوا إذا تداينتم بدين إلىٓ أجل مسمًّى فاكتبوه﴾ . [البقرة :۲۸۲] . وقد روينا أنه عليه السلام نهى عن بيع ما ليس عند الإنسان ورخص في السلم .
(۴۹۹/۴ ، كتاب البيوع ، باب السلم)

ما في " التنوير وشرحه مع الشامية " : هو بيع آجل وهو المسلم فيه بعاجل وهو رأس المال . (۳۴۷/۷ ، كتاب البيوع ، باب السلم)

ما في " تبيين الحقائق " : وهو بمعنى السلف لغة فإنه أخذ عاجل بآجل وسمى هذا العقد به لكونه معجلاً على وقته . (۴۹۸/۴ ، باب السلم)

ما في " الدر المنتقى مع مجمع الأنهر " : هو لغة كالسلف وزناً ومعنى وشرعاً (بيع آجل) وهو المسلم فيه (بعاجل) وهو رأس المال . (۱۳۷/۳ ، باب السلم ، ط : بيروت)

(۲) ما في " مشكوة المصابيح " : عن ابن عباس قال : قدم رسول اللّٰہ ﷺ المدينة وهم يسلفون في الثمار السنة والسنتين والثلث ، فقال : " من أسلف في شيء فليسلف في كيل ووزن معلوم إلى أجل معلوم " . متفق عليه . (ص/۲۵۰)

ما في " الهداية " : قال : ولا يصح السلم عند أبي حنيفة إلا بسبع شرائط : جنس معلوم كقولنا : حنطة أو شعير ، ونوع معلوم كقولنا : سقية أو بخسية ، وصفة معلومة كقولنا : جيد أو ردي ، ومقدار معلوم كقولنا : كذا كيلا بمكيال معروف أوكذا وزنًا ، وأجل معلوم ، والأصل فيه ما روينا ، والفقه فيه ما بينا ، ومعرفة مقدار رأس المال إذا كان يتعلق العقد على مقداره كالمكيل والموزون والمعدود ، وتسمية المكان الذي يوفيه فيه إذا كان له حمل ومؤنة . (۹۵/۳، باب السلم ، شرح مختصر القدوري للشيخ غلام مصطفى السندي القاسمي :ص/۲۱۲ ، ط : دار ابن كثير دمشق – بيروت)

(اسلام اور جدید معاشی مسائل:۱۴۷/۵،فتاویٰ دارالعلوم دیوبند،رقم الفتویٰ:۱۴۸۰۰۱،محقق ومدلل جدید مسائل: ۳۴۱/۱،۳۴۲،مسئلہ نمبر:۲۸۰،بیعِ سلم کی صحت کے شرائط،و:۳۰۶/۲،مسئلہ نمبر:۲۳۹،بیع سلم)

پیکنگ چیزوں کی وزن کیے بغیر خرید وفروخت

مسئلہ (۱۲۴): آج کل مارکیٹ میں خرید وفروخت کی مختلف صورتیں ہیں، مثلاً: خریدار ایک کیلو یا دو کیلو کی پیکٹ خریدتا ہے، یا اندازے سے خریدتا ہے، یا خریدار اپنے وکیل کے ذریعہ سے کوئی سامان منگواتا ہے، یا خود خریدار دکان دار کو ایک مطلوبہ سامان کی لسٹ دے دیتا ہے، جس کے مطابق دکان دار سامان تول کے مشتری کے گھر بھجوا دیتا ہے، یا پہلے سے سامان تول کر رکھا ہوتا ہے، خریدار اُٹھا کر لے جاتا ہے، خریدار سامان کو دوبارہ وزن نہیں کرواتا ہے، نہ دکان میں نہ گھر میں، نیز اس میں عوام وخواص سب مبتلا ہیں، یہ تمام صورتیں شرعاً جائز اور درست ہیں، اس لیے کہ خریدار کے سامنے تول کرنا، یا مشتری کا گھر لا کر تولنا یا وزن کرنا اس صورت میں لازم ہوتا ہے، جب خریدار کو بائع اور دکان دار پر اعتماد نہ ہو، یا معاملہ مفضی إلی المنازعت (جھگڑے فساد تک پہنچانے والا) ہو، جب کہ آج کل کے زمانے میں وزن کی ہوئی اور تلی ہوئی چیزیں جو پیکنگ شدہ خرید وفروخت ہوتی ہیں، اُن کے وزن پر اعتماد ہوتا ہے، اور معاملہ مفضی إلی المنازعت (جھگڑے فساد والا) نہیں ہوتا ہے؛ اس لیے خریدار کے سامنے اِن چیزوں کو تولنا یا ناپنا، یا خریدار کا گھر لا کر ان کو تولنا یا ناپنا لازم نہیں ہے۔[1]

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما في " فیض الباري " : فالذي یتبین أن المشتري إن اعتمد علی کیل البائع جاز له أکله بدون إعادة الکیل ، سواء کان بحضرته أو بغیبته . (۳/ ۲۲۰)=

....

....

....

....

....

....

....

....

=ما في " الدر المختار مع الشامية " : وقيد بقوله : (غير الدراهم والدنانير) لجواز التصرف فيهما بعد القبض قبل الوزن كبيع التعاطي فإنه لا يحتاج في الموزونات إلى وزن المشتري ثانيًا ؛ لأنه صار بيعًا بالقبض بعد الوزن . قنية . وعليه الفتوى . خلاصة . (در مختار) . وفي الشامية : قوله : كبيع التعاطي الخ) عبارة البحر : وهذا كله في غير بيع التعاطي ، أما هو فقال في القنية : ولا يحتاج الخ . وظاهر قوله : وهذا كله ، أنه لا يتقيد بالموزونات بل التعاطي في المكيلات والمعدودات كذلك .

(۷/۳۷۳ ، ۳۷۴ ، كتاب البيوع ، باب المرابحة والتولية ، مطلب في تصرف البائع في المبيع قبل القبض ، ط : زكريا وبيروت ، و: ۵/۱۵۰ ، ط : كراچي)

ما في " الموسوعة الفقهية " : اختلف الفقهاء في انعقاد البيع بالتعاطي ، فذهب الحنفية والمالكية والحنابلة ، وفي قول للشافعية إلى : جواز البيع بالتعاطي . ... ولبيع المعاطاة صورتان : الأولى : أن يتم التعاطي من غير تكلم ولا إشارة من أحد الطرفين ، وهو جائز عند الحنفية والمالكية والحنابلة ، ورجّح النووي الجوازَ بخلاف المذهب .

(۱۲/۱۹۸ ، تعاطي ، البيع بالتعاطي)

ما في " الأشباه والنظائر " : فصل في تعارض العرف مع الشرع ؛ فإذا تعارضا قدم عرف الاستعمال . (ص/۲۷۴ ، ط : زكريا)

(فتاویٰ قاسمیہ:۲۰/۲۷۹،۲۸۰، پیکنگ شدہ ڈبوں کی وزن کیے بغیر خرید وفروخت کرنا)

بالائی نکال کر دودھ بیچنا

مسئلہ (۱۲۵): دودھ کا کاروبار کرنے والے بعض لوگ دودھ گرم کرکے، یا مشین کے ذریعے بالائی نکال کر رکھ لیتے ہیں، اور پھر دودھ فروخت کرتے ہیں، تو چوں کہ دودھ کی بالائی مالِ متقوم اور مالِ مرغوب فیہ (قیمتی اور لوگوں کو مطلوب) ہے، اس کو مشین کے ذریعے الگ کرکے اس کی خرید وفروخت کرنا شرعاً جائز اور درست ہے، اس میں کوئی گناہ نہیں ہے، ہاں! البتہ دودھ والوں پر لازم ہے کہ بالائی نکالے ہوئے دودھ کو فروخت کرتے وقت خریدار کے سامنے صاف طور پر ظاہر کردیں کہ اس دودھ میں سے بالائی نکال لی گئی ہے، اور اگر دودھ والے فروخت کرتے وقت اس کا اظہار نہ کریں، تو عند اللہ سخت گنہگار اور دھوکہ باز ثابت ہوں گے، اور خریدار کو دودھ واپس کرنے اور نقصان کے رجوع کا حق حاصل ہوگا۔ (۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿لا تأكلوٓا أموالكم بينكم بالباطل﴾ . (سورة النساء : ۲۹)

ما في " البحر المحيط " : قال أبوحيان رحمه الله تعالى : والباطل هو كل طريق لم تبحه الشريعة ، فيدخل فيه السرقة والخيانة والغصب والقمار وعقود الربا وأثمان البياعات الفاسدة . (۳/۲۲۲)

ما في " أحكام القرآن للجصاص " : قال أبو بكر الجصاص : قد انتظم هذا العموم النهي عن أكل مال الغير بالباطل وأكل مال نفسه بالباطل ، قد قيل فيه وجهان : أحدهما ما قال السدي : وهو أن يأكل بالربا والقمار والبخس والظلم ؛ وقال ابن عباس والحسن : أن يأكله بغير عوض . (۲/۲۱۶ ، ۲۱۷)=

مرغیوں کی بیٹ کی خرید وفروخت

مسئلہ(۱۲۶): مرغیوں کی بیٹ- مرغی خانہ (پولٹری فارم) میں جمع ہوتی رہتی ہے، جس کو فارمر فروخت کرتے ہیں، اور وہ بطورِ کھاد کے کھیتی میں استعمال ہوتی ہے، تو اس طرح مرغیوں کے بیٹ کی کھاد کی بیع وشرا (خرید وفروخت) درست ہے۔[1]

=ما في " صحيح مسلم " : عن أبي هريرة – رضي الله عنه – قال : " نهى رسول الله ﷺ عن بيع الغرر " . الحديث .

(۲/۲ ، كتاب البيوع ، باب بطلان بيع الحصاة والبيع الذي فيه غرر ، رقم : ۱۵۱۳ ، جامع الترمذي : ۱/۲۳۳ ، أبواب البيوع ، باب ما جاء في كراهية بيع الغرر)

ما في " سنن ابن ماجة " : عن عقبة بن عامر – رضي الله عنه – قال : سمعت رسول الله ﷺ يقول : " المسلم أخو المسلم ، ولا يحل لمسلم باع من أخيه بيعًا فيه عيب إلا بينه له".

(ص/۱۶۲ ، أبواب التجارات ، باب من باع عيبًا فليبينه ، رقم : ۲۲۴۶)

ما في " المبسوط للسرخسي " : الغرر ما يكون مستور العاقبة . (۱۲/۱۹۴)

ما في " بدائع الصنائع " : الغرر هو الخطر الذي يستوي فيه طرف الوجود والعدم بمنزلة الشک . (۵/۱۶۳) (فتاویٰ قاسمیہ:۱۹/۳۱۶،۳۱۷، دودھ کی بالائی مشین کے ذریعے نکال کر فروخت کرنا)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " المحيط البرهاني في الفقه النعماني " : ويجوز بيع السرقين والبعر والانتفاع بها ، وأما العذرة فلا يجوز الانتفاع بها ما لم يخلط بالتراب ويكون التراب غالبًا ، وهذا لأن محلية البيع بالمالية والمالية بالانتفاع والناس اعتادوا الانتفاع بالبعر والسرقين من حيث الإلقاء في الأرض لكثرة الريع ، أما ما اعتادوا الانتفاع بالعذرة ما لم يكن مخلوطاً بالتراب ويكون التراب هو الغالب . (۷/۳۰۲ ، كتاب البيع ، في بيع المحرمات)=

گیس سلینڈر کی خرید وفروخت

مسئلہ (۱۲۷): بعض لوگوں کے پاس رسوئی گیس کا ذاتی صرف ایک کنیکشن (پاس بُک) ہوتا ہے، لیکن وہ اس کے علاوہ دیگر لوگوں سے کچھ کنیکشن (پاس بُک) جمع کرکے رکھ لیتے ہیں، اور ایجنسی سے بہت سے سلینڈر لاکر ذخیرہ کرلیتے ہیں، پھر کسی ہوٹل والے، دکان دار، یا کسی کو گھریلو ضرورت میں درکار ہوتا ہے، تو اسے ایجنسی کی قیمت سے بہت زیادہ نفع لے کر فروخت کردیتے ہیں، شرعاً اس طرح سے خرید وفروخت جائز ہے، اس سے حاصل شدہ کمائی حلال ہے، البتہ حد سے زیادہ نفع لینا انسانیت ومروّت کے خلاف ہے[۱]، لیکن چوں کہ اس طرح فروخت کرنا حکومت کے قانون کے خلاف ہے[۲]، اس سے اپنے آپ کو خطرہ میں ڈالنا لازم آتا ہے، اور شریعت ایسے کام کی اجازت نہیں دیتی ہے، جس سے عزت وآبرو خطرے میں پڑنے کا اندیشہ ہو، لہٰذا اس سے بچنا چاہیے۔[۳]

=ما في " مجمع الأنهر " : ويكره بيع العذرة خالصةً وجاز لو مخلوطاً وجاز بيع السرقين مطلقاً في الصحيح عندنا . (۲۱۱/۴ ، كتاب الكراهية ، فصل في البيع)

ما في " البحر الرائق " : كره بيع العذرة لا السرقين ؛ لأن المسلمين يتمولون السرقين وانتفعوا به في سائر البلاد والأمصار من غير نكير ، فإنهم يلقونه في الأراضي لاستكثار الريع بخلاف العذرة ؛ لأن العادة لم تجر بالانتفاع بها إلا مخلوطاً برماد أو تراب غالب عليها فحينئذٍ يجوز بيعها . (۳۶۵/۸ ، كتاب الكراهية ، فصل في البيع)

(فتاوی محمودیہ: ۶۴/۱۶، ط: کراچی، مستفاد: محمود الفتاویٰ: ۴۶۸/۴، مرغیوں کی کھاد کی بیع)

(محقق ومدلل جدید مسائل: ۳۸۵/۲، مسئلہ نمبر: ۳۱۵، مرغی کی بیٹ کی کھاد)=

....

الحجة علی ما قلنا :

=(۱) ما في " سنن ابن ماجه " : عن أنس بن مالک (رضي اللّٰه عنه) قال : غلا السِّعر علی عهد رسول اللّٰه ﷺ فقالوا : یا رسول اللّٰه ! قد غلا السِّعر ، فسعِّرْ لنا ، فقال : " إن اللّٰه هو المسَعِّر القابض الباسط الرّزّاق ، إني لأرجو أن ألقی ربي ، ولیس أحد یطلبني بمظلمة في دم ولا مال " . (ص/۱۵۹ ، باب من کره أن یسعّر ، قدیمي ، أبو داود : ۳/۱۳۷ ، ط : عزت عبید دعاس ، التلخیص الحبیر : ۳/۳۱ ، رقم : ۱۱۶۰ ، ط : مؤسسة قرطبیة ، ۳/۱۴ ، ط : شرکة الطباعة الفنیة ، الموسوعة الفقهیة : ۱۱/۳۰۳ ، تسعیر)

ما في " درر الحکام شرح مجلة الأحکام " : لا یمنع أحد من التصرف في ملکه ما لم یکن فیه ضررٌ فاحشٌ للغیر . (۳/۲۰۱ ، المادة : ۱۱۹۷ ، دار الجیل بیروت ، شرح المجلة لسلیم رستم باز البناني : ص/۶۵۷ ، المادة : ۱۱۹۷ ، دار احیاء التراث العربي)

ما في " الفتاوی الهندیة " : ومن اشتری شیئًا وأغلی في ثمنه فباعه مرابحة علی ذلک جاز، وقال أبویوسف رحمه اللّٰه : إذا زاد زیادة لا یتغابن الناس فیها فإني لا أحبّ أن یبیعه مرابحة حتی یبین . اهـ . (۳/۱۶۱)

(۲) ما في " تکملة فتح الملهم " : إن المسلم یجب علیه أن یطیع أمیره في أمور مباحة . (۳/۳۲۴ ، ط : أشرفیه)

ما في " الدر المختار مع الشامیة " : لأن طاعة الإمام فیما لیس بمعصیة فرض . (۶/۴۱۶ ، کتاب الجهاد ، باب البغاة ، مطلب في وجوب طاعة الإمام)

ما في " الموسوعة الفقهیة " : أجمع العلماء علی وجوب طاعة أولي الأمر من الأمراء والحکام ، وقد نقل النووي عن القاضي عیاض وغیره هذا الإجماع .

(۲۸/۳۲۳ ، طاعة ، طاعة أولي الأمر)

(۳) ما في " القرآن الکریم " : ﴿ولا تلقوا بایدیکم الی التهلکة﴾ . (سورة البقرة :۱۹۵)

ما في " روح المعاني " : استدل بالآیة علی تحریم الإقدام علی ما یخاف منه تلف النفس . (۲/۱۱۸)=

....

....

....

....

....

=ما في " البحر المحيط " : والظاهر أنهم نهوا عن كل ما يؤول بهم إلى الهلاک في غير طاعة اللّٰه ..... ولا تجعلوا أنفسكم لقى إلى التهلكة فتهلک . (۲/۱۱۹، ۱۲۰)

ما في " فتح القدير للشوكاني " : فكل ما صدق عليه أنه تهلكة في الدين أو الدنيا فهو داخل في هذا . (۱/۱۵۸ ، ط : بيروت)

ما في " روضة الطالبين " : ويحرم ما يضر من البدن والعقل . (۳/۲۸۱)

ما في " الموافقات في أصول الأحكام للشاطبي " : ومجموع الضروريات خمسة : وهي حفظ الدين والنفس والنسل والمال والعقل ، وقد قالوا : إنها مراعاة في كل ملة .

(۲/۳۲۶ ، ط : دار المعرفة بيروت ، المقاصد قسمان ؛ مقاصد الشارع ومقاصد المكلف ، القسم الأول مقاصد الشارع ، النوع الأول ؛ المسألة الأولى)

ما في " جامع الترمذي " : عن حذيفة قال : قال رسول اللّٰه ﷺ : " لا ينبغي للمؤمن أن يُذِلَّ نفسه " . قالوا : وكيف يذلّ نفسه ؟ قال : " يتعرّض من البلاء لما لا يطيق ".

(۲/۵۱ ، أبواب الفتن ، رقم :۲۲۵۴ ، سنن ابن ماجة :ص/۲۹۰ ، كتاب الفتن ، باب قوله تعالى : يآ أيها الذين اٰمنوا عليكم انفسكم ، رقم :۴۰۱۶)

ما في " شروح سنن ابن ماجة " : قال السندي : قوله : (يتعرض من البلاء) إما بالدعاء على نفسه بها ، أو بأن يأتي بأسبابها العادية . (۲/۱۴۶۶ ، تحت رقم :۴۰۶۶)

ما في " فتاوى دار العلوم ديوبند على شبكة نيت " : لكن لما كان هذا العمل خلاف القانون الحكمي وفيه إلقاء النفس إلى التهلكة فينبغي أن يحترز من هذا العمل ، قال تعالى : ﴿ولا تلقوا بأيديكم إلى التهلكة﴾ . وفي القواعد الفقهية : المسلمون مأمورون بأن يدفع سبب الهلاک عن أنفسهم . (رقم الفتوىٰ :۶۳۲۲۴ ، متفرقات ، حلال وحرام)

(فتاویٰ قاسمیہ:۱۹/۳۳۶،دوسروں کے کنکشن سے گیس لے کرزیادہ قیمت میں فروخت کرنا)

کتاب الربوا

سود کے احکام ومسائل

بینک میں سود کی نیت سے پیسے جمع کرنا

مسئلہ (۱۲۸): بعض لوگ اپنے پیسے سودی بینک میں جمع کرتے ہیں، تاکہ اُنہیں اس پر سود اور تحفہ کے نام سے کچھ رقم ملے، شرعاً اُن کا یہ عمل جائز نہیں ہے، کیوں کہ بینک میں سود لینے کی نیت سے رقم جمع کرنا جائز نہیں ہے، البتہ ملکی حالات کے پیش نظر اگر کوئی شخص بینک میں رقم جمع کردے، اور بینک بطورِ سود یا بطورِ تحفہ کے کچھ رقم دے، تو اس رقم کو لے کر بلانیتِ ثواب فقراء ومساکین وغیرہ پر صدقہ کردیں، اپنے کسی کام میں اس کا استعمال جائز نہیں ہوگا۔ (۱)

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الکریم " : ﴿أحل اللّٰه البیع وحرّم الربوا﴾ . [البقرة :۲۷۵] . وقوله تعالی : ﴿یا أیها الذین اٰمنوا لا تأکلوا الربوآ أضعافاً مضاعفة﴾ . (سورة آل عمران : ۱۳۰)

ما في " سنن ابن ماجة " : عن عبد اللّٰه بن مسعود عن أبیه قال : " لعن رسول اللّٰه ﷺ آکل الربوا وموکله وشاهدیه وکاتبه " .

(۱/ ۱۶۵، سنن أبي داود : ۲/ ۳۷۴، باب في اکل الربوا)

ما في " السنن الکبری للبیهقي " : عن علي أمیر المؤمنین مرفوعاً : " کل قرض جر منفعة فهو ربا " . (۵/ ۵۷۱، تکملة فتح الملهم : ۱/ ۵۷۴)

ما في " بدائع الصنائع " : وأما الذي یرجع إلی نفس القرض فهو أن لا یکون فیه جر منفعة ، فإن کان لم یجز نحو ما إذا أقرضه دراهم غلة ، علی أن یرد علیه صحاحاً ، أو أقرضه =

سود کی رقم انکم ٹیکس میں دینا

مسئلہ (۱۲۹): اگر کوئی شخص سودی بینک میں رقم جمع کرے، اور اُس پر سود کی رقم اُس کے کھاتے میں آئے، تو اُس سودی رقم کو بینک سے نکال کر غرباء ومساکین پر، بلانیت ثواب صدقہ کرنا واجب ہے، اپنے استعمال میں لانا درست نہیں، بعض علماء انکم ٹیکس میں دینے کی اجازت دیتے ہیں، لیکن صدقہ کر دینا زیادہ بہتر ہے۔[1]

=وشرط شرطاً له فيه منفعة ، لما روي عن رسول الله ﷺ أنه نهى عن قرض جر نفعاً ، ولأن الزيادة المشروطة تشبه الربا ، لأنها فضل لا يقابله عوض، والتحرز عن حقيقة الربا وعن شبهة الربا واجب . (۱۰/۵۹۷ ، ۵۹۸ ، كتاب القرض)

(فتاویٰ دار العلوم دیوبند، رقم الفتویٰ: ۲۹۳۸۷)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿أحل الله البيع وحرم الربوا﴾ . (سورة البقرة : ۲۷۵)

ما في " سنن ابن ماجة " : عن عبد الله بن مسعود : " أن رسول الله ﷺ لعن آكل الربوا وموكله وشاهديه وكاتبه " . (ص/۱۶۵ ، باب التغليظ في الربوا ، ط : قديمي)

وفيه أيضًا : عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه قال : قال رسول الله ﷺ : " الربوا سبعون حوباً ، أيسرها أن ينكح الرجل أمه " . (ص/۱۶۴ ، باب التغليظ في الربوا)

ما في " الدر المختار مع الشامية " : غصب دراهم إنسان من كيسه ، ثم ردها فيه بلا علمه برئ ، وكذا لو سلمه إليه بجهة أخرى كهبة ، أو إيداع ، أو شراء ، وكذا لو أطعمه فأكله خلافا للشافعي . زيلعي .

(۹/۲۶۷ ، كتاب الغصب ، مطلب في رد المغصوب وفيما لو أبى المالک قبوله)

ما في " الموسوعة الفقهية " : ما يكسبه المقامر هو كسب خبيث ، وهو من المال =

سودی رقم ہاؤس ٹیکس میں دینا

مسئلہ (۱۳۰): اگر کسی شخص کو بینک سے سودی رقم ملے، تو وہ اس سودی رقم کو انکم ٹیکس اور سیل ٹیکس میں دے سکتا ہے، کیوں کہ یہ دونوں غیر شرعی ٹیکس ہیں[1]، البتہ ہاؤس ٹیکس میں دینا جائز نہیں، اس میں دینا گویا اپنے ذاتی استعمال میں لانا ہے، کیوں کہ ہاؤس ٹیکس والے مچھروں کو بھگاتے ہیں، گھر کی نالیوں کو صاف کرتے ہیں، گھر میں آنے والے پانی میں دوا ڈالتے ہیں، غرض صفائی ستھرائی کراتے ہیں، صحت کے اصول کا خیال کرتے ہیں، اس لیے ہاؤس ٹیکس میں سودی رقم نہ دی جائے۔[2]

=الحرام مثل كسب المخادع والمقامر ، والواجب في الكسب الخبيث تفريغ الذمة منه برده إلى أربابه إن علموا ، وإلا إلى الفقراء . (۳۹/۴۰۷ ، الميسر)

ما في " رد المحتار " : والحاصل أنه إن علم أرباب الأموال وجب رده عليهم ، وإلا فإن علم عين الحرام لا يحل له ، ويتصدق به بنية صاحبه .

(۷/۳۰۱ ، كتاب البيوع ، مطلب فيمن ورث مالا حراما)

ما في " بذل المجهود " : صرح الفقهاء بأن من اكتسب مالاً بغير حق ، فأما إذا كان عند رجل مال خبيث ، فأما إن ملكه بعقد فاسد ، أو حصل له بغير عقد ولا يمكنه أن يرده إلى مالكه ، ويريد أن يدفع مظلمة عن نفسه ، فليس له حيلة إلا أن يدفعه إلى الفقراء .

(۱/۳۵۹ ، كتاب الطهارة)

ما في " رد المحتار " : سبيل الكسب الخبيث التصدق إذا تعذر الرد على صاحبه .

(۹/۵۵۳ ، كتاب الحظر والإباحة ، فصل في البيع)

(چند اہم عصری مسائل:۲/۲۸۰،۲۸۱،سودی رقم انکم ٹیکس میں دینا کیسا ہے؟)

الحجة على ما قلنا :=

....

....

=(۱) ما في " الدر المختار مع الشامية " : غصب دراهم إنسان من كيسه ، ثم ردها فيه بلا علمه برئ ، وكذا لو سلمه إليه بجهة أخرى كهبة ، أو إيداع ، أو شراء ، وكذا لو أطعمه فأكله خلافا للشافعي . زيلعي .

(۹/۲٦۷ ، كتاب الغصب ، مطلب في رد المغصوب وفيما لو أبى المالك قبوله)

(۲) ما في " القرآن الكريم " : ﴿أحل الله البيع وحرم الربوا﴾ . (سورة البقرة : ۲۷۵)

ما في " سنن ابن ماجة " : عن عبد الله بن مسعود : " أن رسول الله ﷺ لعن آكل الربوا وموكله وشاهديه وكاتبه " . (ص/۱٦۵ ، باب التغليظ في الربوا ، ط : قديمي)

وفيه أيضًا : عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه قال : قال رسول الله ﷺ : " الربوا سبعون حوباً ، أيسرها أن ينكح الرجل أمه " . (ص/۱٦۴ ، باب التغليظ في الربوا)

ما في " الموسوعة الفقهية " : ما يكسبه المقامر هو كسب خبيث ، وهو من المال الحرام مثل كسب المخادع والمقامر ، والواجب في الكسب الخبيث تفريغ الذمة منه برده إلى أربابه إن علموا ، وإلا إلى الفقراء . (۳۹/۴۰۷ ، الميسر)

ما في " الدر المختار مع الشامية " : والحاصل أنه إن علم أرباب الأموال وجب رده عليهم، وإلا فإن علم عين الحرام لا يحل له ، ويتصدق به بنية صاحبه .

(۷/۳۰۱ ، كتاب البيوع ، مطلب فيمن ورث مالا حراما)

ما في " بذل المجهود " : صرح الفقهاء بأن من اكتسب مالاً بغير حق ، فأما إذا كان عند رجل مال خبيث ، فأما إن ملكه بعقد فاسد ، أو حصل له بغير عقد ولا يمكنه أن يرده إلى مالكه ، ويريد أن يدفع مظلمة عن نفسه ، فليس له حيلة إلا أن يدفعه إلى الفقراء .

(۱/۳۵۹ ، كتاب الطهارة)

ما في " رد المحتار " : سبيل الكسب الخبيث التصدق إذا تعذر الرد على صاحبه .

(۹/۵۵۳ ، كتاب الحظر والإباحة ، فصل في البيع)

(فتاویٰ دار العلوم دیو بند، رقم الفتویٰ:۵۵۱۱۸، معاملات؛سود وانشورنس)

سودی رقم گاڑی کے انشورنس میں دینا

مسئلہ (۱۳۱): جب کسی شوروم سے گاڑی خریدی جاتی ہے، تو اُس گاڑی کا سرکاری یا غیر سرکاری انشورنس کرانا ضروری ہوتا ہے، تو اگر کوئی شخص گاڑی کے سرکاری انشورنس میں ادا کرنے کے لیے، سرکاری محکمے سے حاصل شدہ سودی رقم کا استعمال کرے، تو اس کی گنجائش ہے [1]، البتہ غیر سرکاری انشورنس میں سرکاری محکمے سے حاصل شدہ سودی رقم کا استعمال درست نہ ہوگا۔ [2]

الحجة على ما قلنا :

(١) ما في " الدر المختار مع الشامية " : غصب دراهم إنسان من كيسه ، ثم ردها فيه بلا علمه برئ ، وكذا لو سلمه إليه بجهة أخرى كهبة ، أو إيداع ، أو شراء ، وكذا لو أطعمه فأكله خلافا للشافعي . زيلعي .

(٢٦٧/٩ ، كتاب الغصب ، مطلب في رد المغصوب وفيما لو أبى المالك قبوله)

(٢) ما في " القرآن الكريم " : ﴿أحل الله البيع وحرم الربوا﴾ . (سورة البقرة : ٢٧٥)

ما في " سنن ابن ماجة " : عن عبد الله بن مسعود : " أن رسول الله ﷺ لعن آكل الربوا وموكله وشاهديه وكاتبه " . (ص/١٦٥ ، باب التغليظ في الربوا ، ط : قديمي)

وفيه أيضًا : عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه قال : قال رسول الله ﷺ : " الربوا سبعون حوباً ، أيسرها أن ينكح الرجل أمه " . (ص/١٦٤ ، باب التغليظ في الربوا)

ما في " الموسوعة الفقهية " : ما يكسبه المقامر هو كسب خبيث ، وهو من المال الحرام مثل كسب المخادع والمقامر ، والواجب في الكسب الخبيث تفريغ الذمة منه برده إلى أربابه إن علموا ، وإلا إلى الفقراء . (٤٠٧/٣٩ ، الميسر)

ما في " الدر المختار مع الشامية " : والحاصل أنه إن علم أرباب الأموال وجب رده عليهم، وإلا فإن علم عين الحرام لا يحل له ، ويتصدق به بنية صاحبه . =

سیل ٹیکس، سروس ٹیکس میں سودی رقم دینا

مسئلہ (۱۳۲): انکم ٹیکس کی طرح سیل ٹیکس، ویٹ ٹیکس اور سروس ٹیکس غیر شرعی ٹیکسیس ہیں، کیوں کہ ان سب ٹیکسیس میں ٹیکس ادا کرنے والے کو حکومت کی طرف سے کوئی ایسی منفعت حاصل نہیں ہوتی، جسے ان ٹیکسیس کا عوض قرار دیا جاسکے؛ اس لیے انکم ٹیکس کی طرح درج بالا غیر شرعی ٹیکسیس میں بھی سرکاری بینک کا سود بھر سکتے ہیں، گنجائش ہے، کیوں کہ ان سب صورتوں میں ردّ اِلٰی رب المال (مالک تک اس کا مال لوٹانا) پایا جاتا ہے۔[1]

=(۳۰۱/۷، کتاب البیوع، مطلب فیمن ورث مالا حراما)

ما في " بذل المجهود " : صرح الفقهاء بأن من اكتسب مالاً بغير حق ، فأما إذا كان عند رجل مال خبيث ، فأما إن ملكه بعقد فاسد ، أو حصل له بغير عقد ولا يمكنه أن يرده إلى مالكه ، ويريد أن يدفع مظلمة عن نفسه ، فليس له حيلة إلا أن يدفعه إلى الفقراء .

(۳۵۹/۱ ، كتاب الطهارة)

ما في " رد المحتار " : سبيل الكسب الخبيث التصدق إذا تعذر الرد على صاحبه .

(۵۵۳/۹ ، كتاب الحظر والإباحة ، فصل في البيع)

(فتاویٰ دار العلوم دیو بند، رقم الفتویٰ: ۳۰۰۱۴، معاملات؛ سود وانشورنس)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " بذل المجهود " : صرح الفقهاء بأن من اكتسب مالاً بغير حق ، فأما إذا كان عند رجل مال خبيث ، فأما إن ملكه بعقد فاسد ، أو حصل له بغير عقد ولا يمكنه أن يرده إلى مالكه ، ويريد أن يدفع مظلمة عن نفسه ، فليس له حيلة إلا أن يدفعه إلى الفقراء .

(۳۵۹/۱ ، كتاب الطهارة)

ما في " الدر المختار مع الشامية " : والحاصل أنه إن علم أرباب الأموال وجب رده=

سودی رقم سے تحفہ

مسئلہ (۱۳۳): اگر کوئی شخص کسی کو سودی رقم سے خریدا ہوا کوئی تحفہ دے، اور جس کو دیا جارہا ہے وہ غریب وفقیر ہے، تو اس کے لیے وہ تحفہ لینا جائز ہے، اور اگر وہ مال دار ہے، تو پھر اس تحفے کا لینا جائز نہیں ہے۔ (۱)

= عليهم ، وإلا فإن علم عين الحرام لا يحل له ، ويتصدق به بنية صاحبه .

(۳۰۱/۷ ، كتاب البيوع ، مطلب فيمن ورث مالا حراما)

ما في " رد المحتار " : سبيل الكسب الخبيث التصدق إذا تعذر الرد على صاحبه .

(۵۵۳/۹ ، كتاب الحظر والإباحة ، فصل في البيع)

ما في " الموسوعة الفقهية " : ما يكسبه المقامر هو كسب خبيث ، وهو من المال الحرام مثل كسب المخادع والمقامر ، والواجب في الكسب الخبيث تفريغ الذمة منه برده إلى أربابه إن علموا ، وإلا إلى الفقراء . (۴۰۷/۳۹ ، الميسر)

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند، رقم الفتویٰ:۶۵۶۰۲)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " بذل المجهود " : صرح الفقهاء بأن من اكتسب مالاً بغير حق ، فأما إذا كان عند رجل مال خبيث ، فأما إن ملكه بعقد فاسد ، أو حصل له بغير عقد ولا يمكنه أن يرده إلى مالكه ، ويريد أن يدفع مظلمة عن نفسه ، فليس له حيلة إلا أن يدفعه إلى الفقراء .

(۳۵۹/۱ ، كتاب الطهارة)

ما في " الدر المختار مع الشامية " : غصب دراهم إنسان من كيسه ، ثم ردها فيه بلا علمه برئ ، وكذا لو سلمه إليه بجهة أخرى كهبة ، أو إيداع ، أو شراء ، وكذا لو أطعمه فأكله خلافا للشافعي . زيلعي .

(۲٦۷/۹ ، كتاب الغصب ، مطلب في رد المغصوب وفيما لو أبى المالک قبوله)

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند، رقم الفتویٰ:۲۴۷۳۳)

رشوت میں سودی رقم

مسئلہ(۱۳۴): بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ نوکری کے حصول کے لیے جب متعلقہ آفیسران رشوت مانگتے ہیں، تو اپنے حق کو حاصل کرنے کے لیے (نوکری کی خاطر) آفیسران کو رشوت میں سودی رقم دے سکتے ہیں، اُن کا یہ خیال درست نہیں ہے، صحیح بات یہ ہے کہ رشوت میں سودی رقم دینا جائز نہیں ہے، سودی رقم کا حکم یہ ہے کہ بلانیتِ ثواب فقراء ومساکین محتاجوں اور بیواؤں پر صدقہ کردیا جائے۔ (۱)

بینک کا سروِس چارج وصول کرنا

مسئلہ(۱۳۵): اگر کسی شخص کا اے ٹی ایم کارڈ (ATM Card) یا ڈیبٹ کارڈ (Debit card) کسی بینک کا ہو، اور وہ اُسے کسی دوسرے بینک کے نیٹ ورک پر استعمال کرے، تو وہ بینک والے، اپنے نیٹ ورک کے استعمال کے کرایہ (سروس چارج) کے طور پر، پندرہ روپیہ ایک لین دین پر وضع کرتے ہیں، لہٰذا بطورِ سروس چارج بینک کی طرف سے یہ روپیہ وضع کیے جانے میں شرعاً کوئی مانع نہیں ہے۔ (۲)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " رد المحتار " : والحاصل أنه إن علم أرباب الأموال وجب ردّه عليهم ، وإلا فإن علم عين الحرام لا يحل له ، ويتصدق به بنية صاحبه . (۷/۲۲۳ ، كتاب البيوع)

ما في " الموسوعة الفقهية " : الواجب في الكسب الخبيث ، وهو تفريغ الذمة منه برده إلى أربابه إن علموا ، وإلا إلى الفقراء . (۳۹/۴۰۷ ، الكسب الناشي عن الميسر)=

کسٹم ڈیوٹی سے بچنے کے لیے انوایس بنانا

مسئلہ (۱۳۶): بعض تاجر لوگ بیرونی ملکوں سے مال امپورٹ کرتے ہیں، جس پر انہیں کسٹم آفیسران کو رشوت دینا پڑتی ہے، جب وہ مال کا کسٹم کلیرینس (Clearance) کرتے ہیں، تو کسٹم ڈیوٹی کم آئے اس کے لیے تاجر لوگ کم پیسوں کا انوایس بناتے ہیں، تاکہ کسٹم ڈیوٹی کم آئے، تو شرعاً اُن کا اس طرح سے کم پیسوں کا انوایس بنانا درست نہیں ہے، بلکہ اگر کسٹم آفیسران ڈیوٹی دینے کے باوجود رشوت لیے بغیر کلیرینس نہیں دیتے ہیں، تو کلیرینس لینے کے لیے انہیں رشوت دینے کی گنجائش ہے، لیکن انوایس بنانے میں غلط بیانی سے کام لینا یا خلافِ واقعہ بِل بنانا، جائز نہیں، بلکہ جھوٹ اور دھوکہ دہی میں شامل ہے۔[1]

=(كذا في الفتاوى الهندية : ۵/ ۳۴۹ ، كتاب الكراهية ، الباب الخامس عشر في الكسب)
(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند، رقم الفتویٰ: ۱۴۸۲۶)

الحجة على ما قلنا :

(۲) ما في " اللباب في شرح الكتاب " : الإجارة عقد على المنافع بعوض ، ولا تصح حتى تكون المنافع معلومة والأجرة معلومة . (۲/۲۸ ، كتاب الإجارة ، ط: قديمي كتب خانه كراچي) (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند، رقم الفتویٰ: ۱۷۴۳۵)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " صحيح البخاري " : عن أبي هريرة عن النبي ﷺ قال : " آية المنافق ثلاث ؛ إذا حدث كذب ، وإذا وعد أخلف ، وإذا اؤتمن خان " . (۱/۱۰)

ما في " جامع الترمذي " : عن أنس عن النبي ﷺ في الكبائر قال : " الشرك بالله ، وعقوق الوالدين ، وقتل النفس ، وقول الزور " . (۱/۲۲۹)=

....

=ما في " سنن أبي داود " : عن سفيان بن أسيد الحضرمي قال : سمعت رسول الله ﷺ يقول : " كبرت خيانة أن تحدث أخاك حديثا هو لك به مصدق وأنت له به كاذب " .

(ص/۶۷۹ ، كتاب الأدب ، باب في المعاريض)

ما في " سنن أبي داود " : عن أبي وائل بن عبد الله قال : قال رسول الله ﷺ : " إياكم والكذب ، فإن الكذب يهدي إلى الفجور ، وإن الفجور يهدي إلى النار ، وإن الرجل ليكذب ويتحرى الكذب حتى يكتب عند الله كذاباً ، وعليكم بالصدق ، فإن الصدق يهدي إلى البر ، وإن البر يهدي إلى الجنة ، وإن الرجل ليصدق ويتحرى الصدق حتى يكتب عند الله صديقًا". (ص/۶۸۱، كتاب الأدب ، باب التشديد في الكذب)

ما في " الموسوعة الفقهية " : الكذب لغة : الإخبار عن الشيء بخلاف ما هو ، سواء فيه العمد والخطأ ، ولا يخرج اصطلاح الفقهاء عن المعنى اللغوي .... الأصل في الكذب – أنه حرام بالكتاب والسنة وإجماع الأمة ، وهو من أقبح الذنوب وفواحش العيوب . اهـ . (۲۰۴/۳۴ ، ۲۰۵ ، كذب ، الحكم التكليفي)

ما في " جامع الترمذي " : قوله عليه الصلاة والسلام : " من غشّ فليس منا " . وكذا في صحيح مسلم : " من غشّنا فليس منا " . (۲۴۵/۱ ، أبواب البيوع ، باب ماجاء في كراهية الغش في البيوع ، صحيح مسلم : ۷۰/۱ ، باب قول النبي ﷺ : من غشنا فليس منا ، جمع الجوامع : ۲۱۳/۷ ، رقم : ۲۲۴۹۷)

ما في " الموسوعة الفقهية " : اتفق الفقهاء على أن الغشّ حرام ، سواء أكان بالقول أم بالفعل ، وسواء أكان بكتمان العيب فيالمعقود عليه أو الثمن أم بالكذب والخديعة ، وسواء أكان في المعاملات أم في غيرها من المشورة والنصيحة . (۲۱۹/۳۱)

ما في " الموسوعة الفقهية " : وقد عد الذهبي وابن حجر الهيثمي الخيانة من الكبائر ثم قال : الخيانة قبيحة في كل شيء لكن بعضها أشد وأقبح من بعض .

(۱۸۶/۲ ، الزواجر عن اقتراف الكبائر : ۵۱۳/۲)

ما في " رد المحتار " : ما كان سبباً لمحظور فهو محظور . (۲۲۳/۵ ، ط : نعمانيه)

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند، رقم الفتویٰ: ۵۱۶۴۸، معاملات؛ سود وانشورنس)

جیون بیمہ کمپنی کا ایجنٹ بننا

مسئلہ(۱۳۷): جیون بیمہ (لائف انشورنس) سود اور قمار (جوا) پر مشتمل ہوتا ہے، اور سود[۱] وقمار[۲] دونوں کو قرآن وحدیث میں حرام وگناہِ کبیرہ کہا گیا ہے، لہٰذا جیون بیمہ کرانا، یا اس میں بطورِ ایجنٹ کام کرنا تعاون علی الاثم (گناہ کے کام میں تعاون) کی بنا پر جائز نہیں ہے۔[۳]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿يا أيها الذين اٰمنوا اتقوا الله وذروا ما بقي من الربوآ إن كنتم مؤمنين ، فإن لم تفعلوا فأذنوا بحرب من الله ورسوله﴾ .(سورة البقرة :۲۷۸ – ۲۷۹)

ما في " سنن ابن ماجة " :عن عبد الله بن مسعود أن رسول الله ﷺ : " لعن آكل الربوا ومؤكله وشاهديه وكاتبه " . (۱/۱۶۵ ، باب التغليظ في الربا)

(سنن أبي داود :۲/۴۷۳ ، كتاب البيوع ، باب آكل الربا وموكله)

(۲) ما في " القرآن الكريم " : ﴿يا أيها الذين اٰمنوا إنما الخمر والميسر والأنصاب والأزلام رجسٌ من عمل الشيطٰن فاجتنبوه لعلكم تفلحون﴾ . (سورة المائدة : ۹۰)

ما في " أحكام القرآن للجصاص " : ولا خلاف بين أهل العلم في تحريم القمار ، وأن المخاطرة من القمار ، قال ابن عباس : إن المخاطرة قمار ، وأن أهل الجاهلية كانوا يخاطرون على المال والزوجة ، وقد كان ذلک مباحًا إلى أن ورد تحريمه . (۱/۳۹۸)

ما في " رد المحتار " : القمارمن القمر الذي يزداد تارة وينقص أخرى ؛ وسمي القمار قمارًا لأن كل واحد من المقامرين ممن يجوز أن يذهب ماله إلى صاحبه ، ويجوز أن يستفيد مال صاحبه ، وهو حرام بالنص . (۹/۵۷۷ ، ۵۷۸ ،الحظر والإباحة ، باب الاستبراء وغيره)

(۳) ما في " القرآن الكريم " : ﴿وتعاونوا على البر والتقوى ولا تعاونوا على الإثم والعدوان ، واتقوا الله إن الله شديد العقاب﴾ . (سورة المائدة :۲)

ما في " روح المعاني " : وأورد صاحب روح المعاني تحت قوله تعالى : ﴿ فلن أكون=

کمپنی کی طرف سے میڈیکل انشورنس کی سہولت

مسئلہ (۱۳۸): اگر کوئی کمپنی خود اپنی طرف سے ملازمین کو میڈیکل انشورنس کی سہولت دیتی ہے، اس کے لیے ملازمین سے اُن کی تنخواہوں میں سے کوئی پیسہ نہیں لیتی ہے، تو اس سہولت سے فائدہ اُٹھانے کی گنجائش ہے۔ (۱)

=ظهيرًا للمجرمين﴾ . حديثاً ، ينادي مناد يوم القيامة : أين الظلمة وأشباه الظلمة ، وأعوان الظلمة ، حتى من لاق لهم دواة أو برى لهم قلماً ، فيجمعون في تابوت من حديد ، فيرمى بهم في جهنم . (۸۵/۱۱ ، مكتبة زكريا)

ما في " التنوير وشرحه مع الشامية " : (لا تصح الإجارة لعسب التيس) وهو نزوه على الإناث (و) لا (لأجل المعاصي مثل الغناء والنوح والملاهي) . (تنوير مع الدر) .

(۷۵/۹ ، كتاب الإجارة ، باب الإجارة الفاسدة ، مطلب في الاستئجار على المعاصي)

(البحر الرائق : ۳۵/۸ ، كتاب الإجارة ، باب الإجارة الفاسدة)

(محقق ومدلل جدید مسائل: ۴۹۴/۱، انشورنس کمپنی کا ایجنٹ بننا، مسئلہ نمبر: ۳۶۷، طبع دوم)

(فتاویٰ دار العلوم دیوبند، رقم الفتویٰ: ۲۴۸۲۶)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " التنوير مع الدر والرد " : الهبة : هي شرعًا تمليك العين مجانًا أي بلا عوض، وسببها إرادة الخير للواهب ، وينوى كعوض ومحبة وحسن ثناء . (۴۲۳/۸ ، كتاب الهبة)

(الدر المنتقى شرح الملتقى : ۴۸۹/۳ ، كتاب الهبة ، البحر الرائق : ۴۸۳/۷)

ما في " الاختيار لتعليل المختار " : الهبة : وهي العطية الخالية عن تقدم الاستحقاق ، وهي أمر مندوب وضيع محمود محبوب وقبولها سنة فإنه قبل هدية العبد .

(۵۳۳/۲ ، كتاب الهبة)

ما في " فتح باب العناية " : هي تمليك عين بلا عوض ومعناها إيصال ما ينفع مالا كان أو غيره . (۴۰۹/۲ ، كتاب الهبة) (فتاویٰ دار العلوم دیوبند، رقم الفتویٰ: ۱۴۵۵۴)

بچوں کے نام سے ایل آئی سی (LIC)

مسئلہ (۱۳۹): بعض لوگ اپنے بچوں کے نام سے ایل آئی سی (LIC) اکاؤنٹ کھولتے ہیں، اوراس میں قسط وار رقم جمع کرتے رہتے ہیں، تاکہ بڑے ہونے کے بعد ہر ایک بچے کی شادی وغیرہ اُسی رقم سے کی جاسکے، شرعاً یہ ناجائز وحرام ہے، اس لیے کہ لائف انشورنس میں سود اور قمار دونوں پائے جاتے ہیں، اور دونوں قرآن وحدیث میں قطعی طور پر حرام قرار دیئے گئے ہیں۔ (۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿أحل الله البيع وحرّم الربوا﴾ . [البقرة:۲۷۵] . وقوله تعالى : ﴿يا أيها الذين اٰمنوا لا تأكلوا الربوآ أضعافاً مضاعفة﴾ . (سورة آل عمران : ۱۳)

ما في " سنن ابن ماجة " : عن عبد الله بن مسعود عن أبيه قال : " لعن رسول الله ﷺ آكل الربوا وموكله وشاهديه وكاتبه " .

(۱/۱۶۵ ، سنن أبي داود : ۲/۳۷۴ ، با ب في اكل الربوا)

ما في " السنن الكبرى للبيهقي " : عن علي أمير المؤمنين مرفوعاً : " كل قرض جر منفعة فهو ربا " . (۵/۵۷۱ ، تكملة فتح الملهم : ۱/۵۷۴)

ما في " بدائع الصنائع " : وأما الذي يرجع إلى نفس القرض فهو أن لا يكون فيه جر منفعة ، فإن كان لم يجز نحو ما إذا أقرضه دراهم غلة ، على أن يرد عليه صحاحاً ، أو أقرضه وشرط شرطاً له فيه منفعة ، لما روي عن رسول الله ﷺ أنه نهى عن قرض جر نفعاً ، ولأن الزيادة المشروطة تشبه الربا ، لأنها فضل لا يقابله عوض، والتحرز عن حقيقة الربا وعن شبهة الربا واجب . (۱۰/۵۹۷، ۵۹۸ ، كتاب القرض)

ما في " القرآن الكريم " : ﴿يا أيها الذين اٰمنوا إنما الخمر والميسر والأنصاب والأزلام رجس من عمل الشيطٰن فاجتنبوه لعلكم تفلحون﴾ . (سورة المائدة : ۹۰)

ما في " أحكام القرآن للجصاص " : ولا خلاف بين أهل العلم في تحريم القمار ، وأن=

ہیلتھ انشورنس (Health Insurance)

مسئلہ(۱۴۰): میڈی کلیم (Medi Claim) یا ہیلتھ انشورنس (Health Insurance) شرعاً جائز نہیں ہے، اس لیے کہ اس میں سود اور قمار یعنی جوے کی صورت پائی جاتی ہے، اور سود وقمار دونوں کو قرآن وحدیث میں قطعاً حرام کہا گیا ہے، مسلمانوں کو اس سے پرہیز کرنا ضروری ہے۔ (۱)

= المخاطرة من القمار ، قال ابن عباس : إن المخاطرة قمار ، وإن أهل الجاهلية كانوا يخاطرون على المال والزوجة ، وقد كان ذلک مباحًا إلى أن ورد تحريمه . (۱/۳۹۸)

(فتاویٰ دار العلوم دیوبند، رقم الفتویٰ: ۱۷۰۱۸)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " : قوله تعالى : ﴿أحل الله البيع وحرّم الربوا﴾ . [سورة البقرة : ۲۷۵] . وقوله تعالى : ﴿يا أيها الذين اٰمنوا لا تأكلوا الربوٓا أضعافاً مضاعفة﴾ .

(سورة آل عمران : ۱۳)

ما في " سنن ابن ماجة " : عن عبد الله بن مسعود عن أبيه قال : " لعن رسول الله ﷺ آكل الربوا وموكله وشاهديه وكاتبه " .

(۱/۱۶۵ ، سنن أبي داود : ۲/۳۷۴ ، با ب في اكل الربوا)

ما في " السنن الكبرى للبيهقي " : عن علي أمير المؤمنين مرفوعًا : " كل قرض جر منفعة فهو ربا " . (۵/۵۷۱ ، تكملة فتح الملهم : ۱/۵۷۴)

ما في " بدائع الصنائع " : وأما الذي يرجع إلى نفس القرض فهو أن لا يكون فيه جر منفعة ، فإن كان لم يجز نحو ما إذا أقرضه دراهم غلة ، على أن يرد عليه صحاحًا ، أو أقرضه وشرط شرطاً له فيه منفعة ، لما روي عن رسول الله ﷺ أنه نهى عن قرض جر نفعًا ، ولأن الزيادة المشروطة تشبه الربا ، لأنها فضل لا يقابله عوض ، والتحرز عن حقيقة الربا وعن شبهة الربا واجب . (۱۰/۵۹۷، ۵۹۸ ، كتاب القرض)=

بکروں کا انشورنس کرانا

مسئلہ (۱۴۱): بعض لوگ کثیر تعداد میں بکروں کو پالتے ہیں، اُن کی خرید وفروخت کا کاروبار کرتے ہیں، گاہے بگاہے بکرے بیماری یا کسی اور وجہ سے مرجاتے ہیں، تو وہ لوگ نقصان سے بچنے کے لیے ان بکروں کا انشورنس (بیمہ) کرواتے ہیں، مثلاً: ایک بکرے کا ۵۵/روپئے انشورنس کمپنی کو جمع کرانا ہوتا ہے، اگر بکرا مرجائے، تو ۱۵۰۰/روپئے کمپنی کی طرف سے ملتے ہیں، شرعاً انشورنس (بیمہ) کا یہ معاملہ بہت سے مفاسد وخرابیوں پر مشتمل ہونے کی وجہ سے ناجائز ہے[1]، اس لیے اولاً تو اس طرح کا معاملہ کیا ہی نہ جائے، اور اگر نادانی میں کرلیا گیا، تو جتنی رقم انشورنس کمپنی میں جمع کروائی گئی، اُتنی رقم کا استعمال جائز ودرست ہے، اور زائد رقم بلانیتِ ثواب غرباء وفقراء میں صدقہ کردی جائے۔[2]

=ما في " القرآن الكريم " : ﴿يا أيها الذين اٰمنوا إنما الخمر والميسر والأنصاب والأزلام رجس من عمل الشيطٰن فاجتنبوه لعلكم تفلحون﴾ . (سورة المائدة : ۹۰)

ما في " أحكام القرآن للجصاص " : ولا خلاف بين أهل العلم في تحريم القمار ، وأن المخاطرة من القمار ، قال ابن عباس : إن المخاطرة قمار ، وإن أهل الجاهلية كانوا يخاطرون على المال والزوجة ، وقد كان ذلک مباحًا إلى أن ورد تحريمه . (۱/۳۹۸)

(فتاویٰ دار العلوم دیو بند، رقم الفتویٰ:۲۰٦٧٦)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " : قوله تعالى : ﴿أحل الله البيع وحرّم الربوا﴾ . [سورة البقرة :۲۷۵] . وقوله تعالى : ﴿يا أيها الذين اٰمنوا لا تأكلوا الربوآ أضعافاً مضاعفة﴾ .

(سورة آل عمران : ۱۳)=

....

....

....

....

....

=ما في " سنن ابن ماجة " : عن عبد اللّٰہ بن مسعود عن أبيه قال : " لعن رسول اللّٰہ ﷺ آكل الربوا وموكله وشاهديه وكاتبه " .

(١/١٦٥ ، سنن أبي داود : ٢/٣٧٤ ، با ب في اكل الربوا)

ما في " السنن الكبرى للبيهقي " : عن علي أمير المؤمنين مرفوعاً : " كل قرض جر منفعة فهو ربا " . (٥/٥٧١ ، تكملة فتح الملهم : ١/٥٧٤)

ما في " بدائع الصنائع " : وأما الذي يرجع إلى نفس القرض فهو أن لا يكون فيه جر منفعة ، فإن كان لم يجز نحو ما إذا أقرضه دراهم غلة ، على أن يرد عليه صحاحاً ، أو أقرضه وشرط شرطاً له فيه منفعة ، لما روي عن رسول اللّٰہ ﷺ أنه نهى عن قرض جر نفعاً ، ولأن الزيادة المشروطة تشبه الربا ، لأنها فضل لا يقابله عوض، والتحرز عن حقيقة الربا وعن شبهة الربا واجب . (١٠/٥٩٧، ٥٩٨ ، كتاب القرض)

ما في " القرآن الكريم " : ﴿يا أيها الذين اٰمنوا إنما الخمر والميسر والأنصاب والأزلام رجس من عمل الشيطٰن فاجتنبوه لعلكم تفلحون﴾ . (سورة المائدة : ٩٠)

ما في " أحكام القرآن للجصاص " : ولا خلاف بين أهل العلم في تحريم القمار ، وأن المخاطرة من القمار ، قال ابن عباس : إن المخاطرة قمار ، وإن أهل الجاهلية كانوا يخاطرون على المال والزوجة ، وقد كان ذلک مباحًا إلى أن ورد تحريمه . (١/٣٩٨)

(٢) ما في " رد المحتار " : والحاصل أنه إن علم أرباب الأموال وجب ردّه عليهم ، وإلا فإن علم عين الحرام لا يحل له ، ويتصدق به بنية صاحبه . (٧/٢٢٣ ، كتاب البيوع)

ما في " الموسوعة الفقهية " : الواجب في الكسب الخبيث ، وهو تفريغ الذمة منه برده إلى أربابه إن علموا ، وإلا إلى الفقراء . (٣٩/٤٠٧ ، الكسب الناشي عن الميسر)

(فتاویٰ دار العلوم دیوبند، رقم الفتویٰ:٣٢٦١٢)

کمی بیشی کے ساتھ نوٹوں کی خرید وفروخت

مسئلہ (۱۴۲): ۸-۹/ نومبر کی شب کو جب حکومتِ وقت کی طرف سے یہ اعلان کیا گیا کہ- پانچ سو (۵۰۰) اور ہزار (۱۰۰۰) کے نوٹ لیگل ٹینڈر (Legal Tender) نہیں ہوں گے، یعنی اُن کا چلن مارکیٹ میں بند ہوجائے گا، لہٰذا جس کسی کے پاس پانچ سو اور ہزار کے نوٹ ہوں، وہ ۳۰/ دسمبر تک بینک (Bank) یا ڈاک گھر (Post Office) میں جمع کروا سکتے ہیں، نیز جمع کرائی گئی رقم آپ ہی کی رہے گی، کوئی فکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ حکومتِ وقت کے اِس اعلان سے معلوم ہوتا ہے کہ پانچ سو اور ہزار کے نوٹوں کا چلن کسی مصلحت سے بند کردیا گیا ہے، لیکن اس میں موجود ثمنیت و مالیت (یعنی قوتِ خرید) ابھی بھی وہی باقی ہے، جو اِس اعلان سے پہلے تھی، اسی لیے بینک یا ڈاک گھر میں اُن کو جمع کرانے پر اُتنی ہی مالیت کے نئے نوٹ دیئے جارہے ہیں، لیکن بعض لوگ نقصان کے خوف سے یا مجبوری میں پانچ سو یا ہزار کے نوٹ دے کر، ساڑھے چار سو، یا ساڑھے نو سو لے رہے ہیں، اور بعض لوگ موقع کا فائدہ اُٹھا کر غریبوں اور مجبوروں سے زیادہ رقم وصول کر کے، اُنہیں اِس کا عوض کم دے رہے ہیں، اس طرح کا لین دین شرعاً سود ہے، جو حرام ہے [1]،

کیوں کہ موجودہ دور میں زرِ قانونی یعنی نوٹوں نے ذریعۂ تبادلہ ہونے میں مکمل طور پر زرِ خلقی یعنی سونا چاندی کی جگہ لے لی ہے، اور باہمی تمام لین دین نوٹوں کے ذریعہ انجام پاتے ہیں، اس لیے کرنسی نوٹ پر بھی زرِ خلقی یعنی سونا چاندی

کے احکام جاری ہوں گے، اور جس طرح زرِ خلقی یعنی سونے چاندی کا لین دین کمی بیشی کے ساتھ ناجائز وحرام ہے، اسی طرح ایک ہی ملک کی کرنسی کا تبادلہ کمی بیشی کے ساتھ ناجائز وحرام ہوگا، لہٰذا پانچ سو کے نوٹ کے بدلے ساڑھے چار سو، یا ہزار کے نوٹ کے بدلے ساڑھے نو سو کا لین دین شرعاً ناجائز وحرام ہے، ہم مسلمانوں کو چاہیے کہ اس طرح کے سودی معاملات میں ملوث نہ ہوں۔ (۲)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الجوهرة النيرة " : الربا في اللغة هو الزيادة . وفي الشرع : عبارة عن عقد فاسد بصفة سواء كان هناک زيادة ، أو لا . ألا ترى أن بيع الدراهم بالدراهم نسيئة ربا ، وليس فيه زيادة . والربا حرام بالكتاب والسنة . أما الكتاب فقوله تعالى : ﴿وحرّم الربوا﴾ . وأما السنة فقوله ﷺ : " أكل درهم واحد من الربا أشد من ثلاث وثلاثين زنية يزنيها الرجل، ومن نبت لحمه من حرام فالنار أولى به " . وقال ابن مسعود : " آكل الربا وموكله وكاتبه وشاهده إذا علموا به معلونون على لسان محمد ﷺ إلى يوم القيامة " . كذا في النهاية . ... قوله : (فالعلة فيه الكيل مع الجنس ، أو الوزن مع الجنس) ويقال : القدر مع الجنس .... قوله : (وإذا وجدا حرم التفاضل والنساء) .

(۱/۴۹۰ ، كتاب البيوع ، باب الربا ، ط : بيروت)

ما في " الهداية " : وإذا وجدا حرم التفاضل والنسأ لوجود العلة .

(۳/۱۰۴ ، كتاب البيوع ، باب الربا)

(فتاویٰ عثمانی:۳/۱۴۸، کتاب البیوع)

(۲) ما في " فقه وفتاوى البيوع " : وإذا اتحد جنس العملات ، كالذهب بالذهب ، والفضة بالفضة ، والريال السعودي مثلاً بالريال السعودي ، والمصري بالمصري ، وجب شيئان : التساوي في المقدار ، والتقابض في مجلس العقد ، فإن اختل الشرطان أو أحدهما كان ربًا . (ص/٢٨٦ ، حكم تجارة العملة)

ما في " تكملة فتح الملهم " : وأما الأوراق النقدية وهي التي تسمى " نوت " فقد=

....

....

....

....

....

....

....

....

....

....

= أشبعنا الكلام على حقيقتها في باب تحريم مطل الغني ، وصحة الحوالة ، فالذين يعتبرونها سندات دين ، ينبغي أن لا يجوز عندهم مبادلة بعضها ببعض أصلا ، لاستلزامه بيع الدين بالدين ، ولكن قدمنا هناک أن المختار عندنا قول من يجعلها أثمانا اصطلاحية ، وحينئذٍ تجري عليها أحكام الفلوس سواء بسواء ، وقدمنا آنفًا أن مبادلة الفلوس بجنسها لا يجوز بالتفاضل عند محمد رحمه اللّٰه ، وينبغي أن يفتى بهذا القول في هذا الزمان ، سدًّا لباب الربا ، وعليه فلا يجوز مبادلة الأوراق النقدية بجنسها متفاضلة ، ويجوز إذا كانت متماثلة ، والمماثلة ههنا أيضًا تكون بالقيمة لا بالعدد كما في الفلوس ، فيجوز أن يباع ورق نقدي قيمته عشر ربيات ، بعشرة أوراق قيمة كل واحد منها ربية واحدة ، ولا يجوز أن يباع الأول بأحد عشر ورقًا من الثانية .

(۷/ ۵۵۰ ، كتاب المساقاة والمزارعة ، حكم الأوراق النقدية ، ط: احياء التراث)

(محقق ومدلل جدید مسائل:۲/ ۲۶۸، ۲۶۹، مسئلہ نمبر:۲۱۳، کرنسی نوٹوں کی حیثیت، اہم فقہی فیصلے:ص/۱۴)

انڈین کرنسی کا تبادلہ فورین کرنسی سے

مسئلہ (۱۴۳): پانچ سو اور ہزار کی نوٹ کے چلن پر پابندی کے اِعلان کے بعد سے پورے ملک میں جو انتشار و بے چینی اور کرب واضطِراب پیدا ہوا، اور عوام الناس، بالخصوص! غریب ومتوسط آمدنی والا طبقہ جن مشکلات وپریشانیوں سے دو چار رہا، وہ ہر شخص کے مشاہدے میں ہے۔ پریشانی کی اِس گھڑی میں انسانیت اور اخلاق کا تقاضا یہ تھا کہ جن لوگوں کے پاس پانچ سو اور ہزار کے علاوہ دیگر نوٹیں تھیں، وہ اِن غریبوں اور مجبوروں کو دے دیتے، اور اُس کے بدلے اُن سے اُتنی ہی رقم لیتے، جتنی اُن کو دی گئی، مگر برا ہو مال کی محبت اور ناجائز نفع خوری کے جذبات کا- کہ وہ غالب آ گئے، اور نتیجۃً اِن غریبوں اور مجبوروں سے پانچ سو اور ہزار کے نوٹ لے کر، اُنہیں اِس کے عوض ساڑھے نو سو اور ساڑھے چار سو کی رقم دی جانے لگی، بلکہ بہت سے مقامات پر تو یہ تفاوُت بہت زیادہ دیکھنے میں آیا، حالانکہ ایک ہی ملک کی کرنسی کا لین دین، کسی بھی طرح کی کمی بیشی کے ساتھ، شرعاً ناجائز وحرام ہے۔[1]

دوسری جانب وہ لوگ جن کے پاس فورین کرنسی موجود ہے، وہ بڑے سرمایہ داروں کو ملکی کرنسی کے عوض، اِس قدر زائد قیمت میں فروخت کر رہے ہیں، کہ وہ قیمت، بازاری قیمت سے کئی گنا زائد ہے۔ شرعِ اسلامی میں دو ملکوں کی کرنسی کا تبادلہ کمی بیشی کے ساتھ گرچہ جائز ومباح ہے[2]، اور اُس نے اِس لین دین میں

نفع کی کوئی حد مقرر نہیں کی ہے (۳)، لیکن کسی چیز کو بازاری قیمت سے کئی گنا زائد قیمت کے ساتھ فروخت کرنا- انسانیت، اخلاق ومروّت، اور مزاج ومذاقِ شریعت کے سراسر مُنافی ہے۔لہٰذا مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ موجودہ حالات میں اسلامی تعلیمات واخلاق کا خوب مُظاہَرہ کریں، اور غیر شرعی، وغیر اخلاقی اُمور کا ارتِکاب نہ کریں، کہ یہی اُن کے دین وایمان کا تقاضا ہے، اور اِسی میں اُن کی بھلائی وکامیابی ہے۔

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الجوهرة النيرة " : الربا في اللغة هو الزيادة . وفي الشرع : عبارة عن عقد فاسد بصفة سواء كان هناك زيادة ، أو لا . ألا ترى أن بيع الدراهم بالدراهم نسيئة ربا ، وليس فيه زيادة . والربا حرام بالكتاب والسنة . أما الكتاب فقوله تعالى : ﴿وحرّم الربوا﴾ . وأما السنة فقوله ﷺ : " أكل درهم واحد من الربا أشد من ثلاث وثلاثين زنية يزنيها الرجل، ومن نبت لحمه من حرام فالنار أولى به " . وقال ابن مسعود : " آكل الربا وموكله وكاتبه وشاهده إذا علموا به معلونون على لسان محمد ﷺ إلى يوم القيامة " . كذا في النهاية .... قوله : (فالعلة فيه الكيل مع الجنس ، أو الوزن مع الجنس) ويقال : القدر مع الجنس .... قوله : (وإذا وجدا حرم التفاضل والنساء) .

(۱/ ۴۹۰ ، كتاب البيوع ، باب الربا ، ط : بيروت)

ما في " الهداية " : وإذا وجدا حرم التفاضل والنسأ لوجود العلة .

(۳/ ۱۰۴ ، كتاب البيوع ، باب الربا)

(۲) ما في " فقه وفتاوى البيوع " : وإن اختلف جنس العملات ، كأن باع ذهبًا بالفضة ، أو ريالاً سعوديًا بجنيه مصري مثلاً ، وجب شيء واحد ، وهو التقابض في مجلس العقد ، وجاز التفاضل ، لقوله ﷺ : " الذهب بالذهب ، والفضة بالفضة ، مثلاً بمثلٍ ، سواء بسواء ، يدًا بيدٍ ، فإن اختلف هذه الأجناس فبيعوا كيف شئتم ، إذا كان يدًا بيدٍ " . الحديث .=

....

....

....

....

....

....

=(ص/۲۸٦ ، حکم تجارة العملة)

ما في " تكملة فتح الملهم " : وأما العملة الأجنبية من الأوراق فهي جنس آخر ، فيجوز مبادلتها ، فيجوز بيع ثلاث روبيات باكستانية بريال واحد سعودي .

(۷/۵۵۰ ، كتاب المساقاة والمزارعة ، حكم الأوراق النقدية ، احياء التراث العربي)

ما في " الهداية " : وإذا عدم الوصفان ، الجنس والمعنى المضموم إليه ، حلّ التفاضل والنسأ لعدم العلة المحرمة ، والأصل فيه الإباحة ، وإذا وجدا حرم التفاضل والنسأ لوجود العلة ، وإذا وجد أحدهما وعدم الآخر ، حلّ التفاضل وحرم النسأ .

(۳/۱۰۴ ، كتاب البيوع ، باب الربا)

(محقق ومدلل جدید مسائل:۲/ ۲۶۸،۲۶۹،مسئلہ نمبر:۲۱۳،کرنسی نوٹوں کی حیثیت،اہم فقہی فیصلے:ص/۱۴)

(۳) ما في " سنن ابن ماجة " : عن أنس بن مالك (رضي الله عنه) قال : غلا السِّعر على عهد رسول الله ﷺ فقالوا : يا رسول الله ! قد غلا السِّعر ، فسعِّرْ لنا ، فقال : "إن الله هو المسَعِّر القابض الباسط الرّزّاق ، إني لأرجو أن ألقى ربي ، وليس أحد يطلبني بمظلمة في دم ولا مال " . (ص/۱۵۹ ، باب من كره أن يسعّر ، ط : قديمي ، سنن أبي داود : ۳/ ۷۳۱ ، ط : عزت عبيد دعاس ، التلخيص الحبير : ۳/ ۳۱ ، رقم : ۱۱۶۰ ، ط : مؤسسة قرطبية ، ۳/ ۱۴ ، ط : شركة الطباعة الفنية ، الموسوعة الفقهية : ۱۱/ ۳۰۳ ، تسعير)

ما في " درر الحكام شرح مجلة الأحكام " : لا يمنع أحد من التصرف في ملكه ما لم يكن فيه ضررٌ فاحشٌ للغير . (۳/ ۲۰۱ ، المادة : ۱۱۹۷ ، ط : دار الجيل بيروت ، شرح المجلة لسليم رستم باز البناني : ص/ ٦۵۷ ، المادة : ۱۱۹۷ ، ط : دار احياء التراث العربي)

(المسائل المهمة فيما ابتلت به العامة:۵/۲۱۲،مسئلہ نمبر:۱۵۱)

''786'' عدد والا دو ہزار کا نوٹ پچاس ہزار میں

مسئلہ (۱۴۴): وزیرِ اعظم ہند کے پانچ سو اور ہزار روپئے کے نوٹ منسوخ کرنے کے اعلان سے ان لوگوں کو بڑی تکلیف پہنچی، جنہوں نے ''786'' کے ہندسے والے نوٹ جمع کر رکھے تھے، اور انہیں مذکورہ عدد کے نوٹ بینک کے سپرد کرنے کے لیے مجبور ہونا پڑا، لیکن ایسے شوقین لوگوں نے ہمت نہیں ہاری، اور اب دو ہزار اور پانچ سو روپئے کے نئے نوٹوں میں ''786'' کا عدد تلاش کر رہے ہیں، ''786'' نمبر کے نوٹ جمع کرنے والوں کے لیے ''ای کامرس سائٹ ای بی'' پر ایک نوجوان نے دو ہزار کے پانچ نئے نوٹ اَپ لوڈ کیے ہیں، جن میں ''786'' کا عدد موجود ہے، اس نوجوان نے ایک نوٹ کی قیمت پچاس ہزار رپئے مقرر کی ہے، یعنی پانچ نوٹوں کی قیمت ڈھائی لاکھ روپئے رکھی گئی ہے، جس کے ساتھ ''786'' عدد والا پانچ سو روپئے کا ایک نوٹ بالکل مفت میں دیا جائے گا۔ شرعاً اس طرح کا معاملہ صریح ربا (سود) میں شامل ہونے کی وجہ سے ناجائز وحرام ہے، مسلمانوں کو چاہیے کہ اس طرح کے معاملات سے اشد اجتناب کریں!

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الجوهرة النيرة " : الربا في اللغة هو الزيادة . وفي الشرع : عبارة عن عقد فاسد بصفة سواء كان هناك زيادة ، أو لا . ألا ترى أن بيع الدراهم بالدراهم نسيئة ربا ، وليس فيه زيادة . والربا حرام بالكتاب والسنة . أما الكتاب فقوله تعالى : ﴿وحرّم الربوا﴾ . وأما السنة فقوله ﷺ : " أكل درهم واحد من الربا أشد من ثلاث وثلاثين زنية يزنيها=

....

....

....

....

= الرجل ، ومن نبت لحمه من حرام فالنار أولى به " . وقال ابن مسعود : " آكل الربا وموكله وكاتبه وشاهده إذا علموا به ملعونون على لسان محمد ﷺ إلى يوم القيامة " . كذا في النهاية . ... قوله : (فالعلة فيه الكيل مع الجنس ، أو الوزن مع الجنس) ويقال : القدر مع الجنس .... قوله : (وإذا وجدا حرم التفاضل والنساء) .

(۱/ ۴۹۰ ، كتاب البيوع ، باب الربا ، ط : بيروت)

ما في " الهداية " : وإذا وجدا حرم التفاضل والنسأ لوجود العلة .

(۳/۱۰۴ ، كتاب البيوع ، باب الربا)

ما في " فقه وفتاوى البيوع " : وإذا اتحد جنس العملات ، كالذهب بالذهب ، والفضة بالفضة ، والريال السعودي مثلاً بالريال السعودي ، والمصري بالمصري ، وجب شيئان : التساوي في المقدار ، والتقابض في مجلس العقد ، فإن اختل الشرطان أو أحدهما كان ربًا.

(ص/۲۸٦ ، حكم تجارة العملة)

ما في " تكملة فتح الملهم " : وأما الأوراق النقدية وهي التي تسمى " نوت " فقد أشبعنا الكلام على حقيقتها في باب تحريم مطل الغني ، وصحة الحوالة ، فالذين يعتبرونها سندات دين ، ينبغي أن لا يجوز عندهم مبادلة بعضها ببعض أصلا ، لاستلزامه بيع الدين بالدين ، ولكن قدمنا هناك أن المختار عندنا قول من يجعلها أثمانا اصطلاحية ، وحينئذٍ تجري عليها أحكام الفلوس سواء بسواء ، وقدمنا آنفًا أن مبادلة الفلوس بجنسها لا يجوز بالتفاضل عند محمد رحمه الله ، وينبغي أن يفتى بهذا القول في هذا الزمان ، سدًّا لباب الربا ، وعليه فلا يجوز مبادلة الأوراق النقدية بجنسها متفاضلة ، ويجوز إذا كانت متماثلة ، والمماثلة ههنا أيضًا تكون بالقيمة لا بالعدد كما في الفلوس ، فيجوز أن يباع ورق نقدي قيمته عشر ربيات، بعشرة أوراق قيمة كل واحد منها ربية واحدة ، ولا يجوز أن يباع الأول بأحد عشر ورقًا من الثانية . (۷/ ۵۵۰ ، كتاب المساقاة والمزارعة ، حكم الأوراق النقدية ، ط : احياء التراث)

نئے نوٹ خریدنے پر اضافی رقم لینا

مسئلہ (۱۴۵): آج کل اگر ہم نئے نوٹ خریدتے یا چینج کرتے ہیں، تو چینج آفس والے اس پر کمیشن لیتے ہیں، مثلاً: ۱۰ر کی گڈی لیں، تو وہ تقریباً ۵۰ر روپئے اضافی لیتے ہیں، اسی طرح جب پھٹے ہوئے نوٹ ان کو دیئے جائیں، تو اس پر کچھ فی صد کمیشن لیتے ہیں، مثلاً: ۱۰۰ر کا نوٹ پھٹ گیا، تو وہ بدل کر ۱۰ر روپئے کاٹ کر، ۹۰ر روپئے واپس دیتے ہیں، شرعاً یہ سود ہے، کیوں کہ ایک ہی ملک کی کرنسی کا آپس میں کمی بیشی کے ساتھ تبادلہ کرنا بیع صرف ہے، اس میں برابری ضروری ہے[۱]، ہاں! اگر ایک ملک کی کرنسی کا تبادلہ دوسرے ملک کی کرنسی سے ہو، تو اس میں نوٹوں کی برابری ضروری نہیں، بلکہ کمی بیشی بھی جائز ہے۔[۲]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الجوهرة النيرة " : الربا في اللغة هو الزيادة . وفي الشرع : عبارة عن عقد فاسد بصفة سواء كان هناک زيادة ، أو لا . ألا ترى أن بيع الدراهم بالدراهم نسيئة ربا ، وليس فيه زيادة . والربا حرام بالكتاب والسنة . أما الكتاب فقوله تعالى : ﴿وحرّم الربوا﴾ . وأما السنة فقوله ﷺ : " أكل درهم واحد من الربا أشد من ثلاث وثلاثين زنية يزنيها الرجل، ومن نبت لحمه من حرام فالنار أولى به " . وقال ابن مسعود : " آكل الربا وموكله وكاتبه وشاهده إذا علموا به معلونون على لسان محمد ﷺ إلى يوم القيامة " . كذا في النهاية .... قوله : (فالعلة فيه الكيل مع الجنس ، أو الوزن مع الجنس) ويقال : القدر مع الجنس .... قوله : (وإذا وجدا حرم التفاضل والنساء) .

(۱/ ۴۹۰ ، كتاب البيوع ، باب الربا ، ط : بيروت)

ما في " الهداية " : وإذا وجدا حرم التفاضل والنسأ لوجود العلة . (۳/۱۰۴ ، =

....

....

....

....

....

....

....

....

....

....

....

....

....

....

=كتاب البيوع ، باب الربا)

ما في " فقه وفتاوى البيوع " : وإذا اتحد جنس العملات ، كالذهب بالذهب ، والفضة بالفضة ، والريال السعودي مثلاً بالريال السعودي ، والمصري بالمصري ، وجب شيئان : التساوي في المقدار ، والتقابض في مجلس العقد ، فإن اختل الشرطان أو أحدهما كان ربًا.

(ص/ ٢٨٦ ، حكم تجارة العملة)

(٢) ما في " فقه وفتاوى البيوع " : وإن اختلف جنس العملات ، كأن باع ذهبًا بالفضة ، أو ريالاً سعوديًا بجنيه مصري مثلاً ، وجب شيء واحد ، وهو التقابض في مجلس العقد ، وجاز التفاضل ، لقوله ﷺ : " الذهب بالذهب ، والفضة بالفضة ، مثلاً بمثلٍ ، سواء بسواء ، يدًا بيدٍ ، فإن اختلف هذه الأجناس فبيعوا كيف شئتم ، إذا كان يدًا بيدٍ " . الحديث .

(ص/ ٢٨٦ ، حكم تجارة العملة)

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند، رقم الفتویٰ: ۳۷۶۳۱)

مورٹگیج (Mortgage) پر مکان وغیرہ خریدنا

مسئلہ (۱۴۶): غیر اسلامی ممالک خصوصاً کناڈا، انگلینڈ وغیرہ میں روزانہ کے معاملات میں اسلامی قوانین پر عمل درآمد نہیں ہوسکتا، وہاں مورٹگیج (Mortgage) کی ضرورت پیش آتی ہے، یعنی بدرجۂ مجبوری بینک سے لون (قرض) لینے پر، اُس لون کے بدلے بطورِ سیکوریٹی (وثیقہ واعتماد کے طور پر) کچھ جائداد یا کوئی اور چیز رہن (گروی) رکھنا پڑتی ہے، لوگ مورٹگیج پر مکان وغیرہ خریدتے ہیں، اور بینک سے لیے گئے قرض کو مع سود کے ادا کرتے ہیں، اور اپنی رہن (گروی) پر رکھی ہوئی جائداد یا چیز واپس حاصل کرتے ہیں، تو اس طرح کے غیر اسلامی ممالک میں بطورِ سیکوریٹی جائداد وغیرہ رہن رکھ کر، اپنی ضرورت کے لیے قرض (لون) لینے کی گنجائش ہوگی [۱]، مگر قرض پر سود دینا حرام ہے [۲]، حرام کو حرام سمجھتے ہوئے اس سے بچنے اور احتیاط کرنے کی پوری کوشش کی جائے، پھر بھی روزانہ کے معاملات میں اگر کچھ شمولیت تھوڑی ہوجائے، تو اس سے توبہ واستغفار کرتے رہے [۳]، کیوں کہ حدیث شریف میں یہ پیش گوئی بھی آئی ہے کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''لوگوں پر ایک ایسا وقت ضرور آئے گا کہ کوئی شخص سود کھانے سے بچ نہیں سکے گا، اور نہیں کھایا تو کم از کم اس کا دھواں یا غبار تو اس کو پہنچے گا۔'' [۴]

الحجة على ما قلنا :=

....

=(۱) ما في " القرآن الكريم " :﴿فمن اضطرّ في مخمصة غير متجانف لإثم ، فإن اللّٰه غفور رحيم﴾ . (سورة المائدة :۳)

ما في " الأشباه والنظائر لإبن نجيم " : " الضرورات تبيح المحظورات " .

(۱/۳۰۷ ، قواعد الفقه :ص/۸۹ ، قاعدة :۱۷۰)

ما في " الأشباه والنظائر لإبن نجيم " : الحاجة تنزل منزلة الضرورة ، عامة كانت أو خاصة. (۱/۳۲۶ ، القاعدة الخامسة)

ما في " الأشباه والنظائر " : الضرورات تبيح المحظورات ، ومن ثم جاز أكل الميتة عند المخمصة وإساغة اللقمة بالخمر ، والتلفظ بكلمة الكفر للإكراه .

(۱/۳۰۷ ، ۳۰۸ ، الفن الأول ، القاعدة الخامسة)

(۲) ما في " القرآن الكريم " : ﴿أحل اللّٰه البيع وحرّم الربوا﴾ . (سورة البقرة :۲۷۵)

ما في " سنن ابن ماجة " : عن عبد اللّٰه بن مسعود عن أبيه قال : " لعن رسول اللّٰه ﷺ آكل الربوا وموكله وشاهديه وكاتبه " . (۱/۱۶۵ ، سنن أبي داود :۲/۳۷۴)

ما في " السنن الكبرى للبيهقي " : عن علي أمير المؤمنين مرفوعاً : " كل قرض جر منفعة فهو ربا " . (۵/۵۷۱ ، تكملة فتح الملهم : ۱/۵۷۴)

ما في " بدائع الصنائع " : وأما الذي يرجع إلى نفس القرض فهو أن لا يكون فيه جر منفعة ، فإن كان لم يجز نحو ما إذا أقرضه دراهم غلة ، على أن يرد عليه صحاحاً ، أو أقرضه وشرط شرطاً له فيه منفعة ، لما روي عن رسول اللّٰه ﷺ أنه نهى عن قرض جر نفعاً ، ولأن الزيادة المشروطة تشبه الربا ، لأنها فضل لا يقابله عوض، والتحرز عن حقيقة الربا وعن شبهة الربا واجب . (۱۰/۵۹۷، ۵۹۸ ، كتاب القرض)

(۳) ما في " القرآن الكريم " : ﴿واستغفروا ربكم ثم توبوا إليه إن ربي رحيمٌ ودود﴾ .

(سورة هود : ۹۰)

ما في " صحيح البخاري " : عن عائشة رضي اللّٰه عنها ، عن النبي ﷺ قال : " فإن العبد إذا اعترف ثم تاب ، تاب اللّٰه عليه " . (ص/۷۳۵ ، كتاب المغازي ، باب حديث الإفک ، رقم : ۴۱۴۱ ، صحيح مسلم : ۹/۵۴ ، كتاب التوبة ، حديث الإفک ، ط : بيروت)=

....

....

....

....

....

....

....

....

....

....

....

....

....

....

=ما في " الموسوعة الفقهية " : التوبة هي : النّدَم والإقلاعُ عن المعصية من حيث هي معصية ، لا – لأن فيها ضررًا لبدنه وماله ، والعزم على عدم العود إليها ، إذا قدر .... وعرّفها الغزالي بأنها : العلم بعظَمة الذنوب ، والنَّدَم والعزم على الترک في الحال والاستقبال ، والتلافي للماضي .... وقد تُطلق التوبة على الندم وحدهُ .... ولهذا قال النبي ﷺ : " النَّدَم توبةٌ " . والندَم توجُّعُ القلب وتحزّنه لِما فعل وتمنّي كونه لم يفعل . (۱۱۹/۱۴ ، توبة ، حاشية الصاوي على الشرح الصغير ، بلغة السالک :۷۳۸/۴ ، ط:دار المعارف ، روح المعاني :۱۵۸/۲۸ ، ط: احياء التراث)

(احياء علوم الدين للغزالي : ۳/۴ ، ط : مصطفى الحلبي)

(۴) ما في " السنن الكبرى للنسائي " : عن أبي هريرة قال : قال رسول الله ﷺ : " يأتي على الناس زمان يأكلون الربا ، فمن لم يأكله أصابه من غباره " . (۲۴۳/۷ ، رقم : ۴۴۵۵ ، كتاب البيوع ، باب اجتناب الشبهات في الكسب ، ط : المطبوعات الإسلامية حلب)

انٹرنیٹ پر سونے کی خرید وفروخت

مسئلہ (۱۴۷): اشیائے منقولہ (جو چیزیں ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہوسکتی ہیں) کی خرید وفروخت اسی وقت درست ہوتی ہے، جب کہ یہ چیزیں بائع (بیچنے والے) کی ملکیت وضمان میں ہوں، معلوم ومتعین ہوں، یا اسے متعین کرکے الگ کردیا گیا ہو۔آج کل نیٹ کے ذریعے کاغذی سونے کی جو خرید وفروخت ہوتی ہے، اس میں سونا؛ بائع (بینک) کی ملکیت میں نہیں ہوتا، یا اگر ہوتا بھی ہے، تو اس پر اس کا قبضہ وضمان نہیں ہوتا، یا وہ معلوم ومتعین نہیں ہوتا، بلکہ بینک لاعلی التعیین دس گرام یا اس سے زائد اپنے گاہک کوفروخت کردیتا ہے، اور پھر قیمت کے کم وبیش ہونے پر گاہک کی طرف سے اسے فروخت بھی کردیتا ہے، تو سونے کی اس خرید وفروخت میں شرعی اصول کی رعایت نہیں کی جاتی، اس لیے بذریعہ نیٹ کاغذی سونے کی یہ خرید وفروخت شرعاً جائز نہیں ہے۔[1]

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما في " صحیح مسلم " : عن ابن عباس ، أن رسول اللّٰہ ﷺ قال : " من ابتاع طعاماً فلا یبعه حتی یستوفیه " . قال ابن عباس : وأحسب کل شيء مثله .

(۵/۷ ، کتاب البیوع ، باب بطلان بیع المبیع قبل القبض ، رقم :۳۹۱۳، ط : دار الجیل بیروت ، و دار الآفاق الجدیدة بیروت ، جامع الترمذي :۵۷۶/۳ ، کراهیة بیع الطعام حتی یستوفیه ، رقم : ۱۲۹۱ ، ط : احیاء التراث)

ما في " السنن الکبری للبیهقي " : عن حکیم بن حزام قال : قلت : یا رسول اللّٰہ ! الرجل یطلب مني البیع ، ولیس عندي أفأبیعه له ؟ فقال رسول اللّٰہ ﷺ : " لا تبع ما لیس عندک " .

(۴۳۸/۵ ، کتاب البیوع ، ۱۰۷۲۵، ۱۰۱۹۱، ط: بیروت)=

....

....

....

....

....

=ما في " جامع الترمذي " : عن حكيم بن حزام قال : أتيت رسول اللّٰه ﷺ فقلت : يأتيني الرجل يسألني من البيع ما ليس عندي أبتا ع له من السوق ثم أبيعه ؟ قال : " لا تبع ما ليس عندک " . (۳/۵۳۴ ، کراهية بيع ما ليس عندک ، رقم : ۱۲۳۲ ، ط : دار احياء التراث)

ما في " مسند أحمد بن حنبل " : عن حكيم بن حزام قال : قلت : يا رسول اللّٰه ! إنى اتباع هذه البيوع فما يحل لى منها وما يحرم علي ؟ قال : " إذا اشتريت بيعا فلا تبعه حتى تقبضه" . (۳/۴۰۲)

ما في " بدائع الصنائع " : شرط انعقاد البيع أن يكون المبيع مملوكاً للبائع عند البيع ، فإن لم يكن لا ينعقد ..... وهذا بيع ما ليس عنده ، ونهى رسول اللّٰه ﷺ عن بيع ما ليس عند الإنسان . (۵/۱۴۷ ، کتاب البيوع)

ما في " الموسوعة الفقهية " : للمبيع شروط هي : أن يكون المبيع موجودًا حين العقد ؛ فلا يصح بيع المعدوم ، وذلک باتفاق الفقهاء ، وهذا شرط انعقاد عند الحنفية . ... أن يكون مالا .... أن يكون مملوكًا لمن يلي العقد . .. واعتبر الحنفية هذا الشرط من شروط الانعقاد ...... والثاني : أن يكون المبيع ملک البائع فيما يبيعه لنفسه ، فلا ينعقد بيع ما ليس مملوكًا ..... وقد استدل لعدم مشروعية بيع ما لا يملكه الإنسان بحديث حكيم بن حزام رضي اللّٰه عنه " لا تبع ما ليس عندک " . ..... أن يكون مقدور التسليم ؛ وهو شرط انعقاد عند الحنفية ؛ فلا يصح بيع الجمل الشارد ، ولا بيع الطائر في الهواء ، ولا السمک في المساء ، " لنهي النبي ﷺ عن بيع الغرر " . أن يكون معلوما لکل من العاقدين . وهذا الشرط عند الحنفية شرط صحة ، لا شرط انعقاد . اهـ .

(۹/ ۱۴ – ۱۵ ، البيع ، شروط المبيع)

(مستفاد: فتاویٰ دار العلوم دیوبند، رقم الفتویٰ: ۵۷۹۵۵)

بینک یا فائنانس ادارہ کی ضبط کردہ گاڑی یا مکان خریدنا

مسئلہ (۱۴۸): اگر کوئی شخص بینک یا فائنانس ادارہ کے ذریعے قسطوں پر گاڑی یا مکان وغیرہ خریدے، پھر وہ کچھ قسطیں ادا کرنے کے بعد مفلس ہوجائے، اور بقیہ قسطیں ادا نہ کرپائے، جس کی وجہ سے بینک یا فائنانس ادارہ گاڑی یا مکان وغیرہ اُس شخص سے ضبط کرلے، اور جو رقم ادا نہیں ہوئی اتنے پر فروخت کرے، تو اگر بینک یا فائنانس ادارہ کا یہ تصرُّف حکومت کی تائید وتوثیق سے ہے، تو بینک یا فائنانس ادارہ سے اس طرح کی ضبط کردہ گاڑی یا مکان کو خریدنے سے مشتری (خریدار) کی ملکیت ثابت ہوگی[1]، لیکن اِس طرح کی خریداری سے احتیاط برتنا چاہیے۔[2]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " أصول الشاشي " : قوله تعالى : ﴿للفقرآء المهاجرين الذين اخرجوا من ديارهم﴾ الآية ؛ فإنه سيق لبيان استحقاق الغنيمة ، فصار نصًّا في ذلك ، وقد ثبت فقرهم بنظم النص ، فكان إشارة إلى أن استيلاء الكافر على مال المسلم سببٌ لثبوت الملك للكافر ؛ إذ لو كانت الأموال باقية على ملكهم لا يثبت فقرهم ، ويُخرّج منه الحكم في مسألة الاستيلاء ، وحكم ثبوت الملك للتاجر بالشراء منهم وتصرفاته من البيع والهبة والإعتاق ، وحكم ثبوت الاستغنام ، وثبوت الملك للغازي ، وعجز المالك عن انتزاعه من يده .
(ص/۶۹ ، ۷۰ ، البحث الأول في كتاب الله ، فصل في متعلقات النصوص ، ط : مكتبة البشرى كراتشي)

ما في " الموسوعة الفقهية " : فالأصل بالنسبة للمال المعصوم المملوك للغير أن الاستيلاء عليه محرّم ، إلا إذا كان مستندًا إلى طريق مشروع . (۱۵۸/۴ ، استيلاء)=

=ما في " شرح المجلة " : كل يتصرف في ملكه كيف ما شاء .

(ص/٦۵۴، رقم المادة : ۱۱۹۲ ، درر الحكام :۳/۲۰۱ ، المادة : ۱۱۹۲)

ما في " بدائع الصنائع " : للمالك أن يتصرف في ملكه – أي تصرف شاء ، سواء كان تصرفا يتعدّى ضرره إلى غيره أو لا يتعدّى . اهـ .

(۲٦۴/٦ ، ط : دار الكتاب العربي بيروت)

(۲) ما في " الموسوعة الفقهية " : ومن معاني الاحتياط لغة : الأخذ في الأمور بالأحزم والأوثق وبمعنى المحاذرة ، ومنه القول السائر : أوسط الرأي الإحتياط ، وبمعنى الاحتراز من الخطأ واتقائه . (۱۰۰/۲) (مستفاد: محمود الفتاویٰ:۴/۴۱۱، بینک کی ضبط کردہ گاڑی خریدنا)

سرکاری قرضوں میں معافی

مسئلہ(۱۴۹): وہ سرکاری قرضے جن کا کچھ حصہ معاف کردیا جاتا ہے، اورقرض میں لی ہوئی رقم سے کم واپس کرنا پڑتا ہے، شرعاً اس طرح کے سرکاری قرضوں کا لینا جائز ہے۔قرض کا حکم یہ ہے کہ جتنا قرض لیا جائے، اتنا ہی ادا بھی کیا جائے[1]، لیکن اگر صاحبِ قرض اس میں سے کچھ حصہ مقروض سے ساقط ومعاف کردے، تو یہ جائز ہے[2]، چنانچہ اگر حکومت کی طرف سے دیئے گئے قرضوں میں سے بطورِ امداد واعانت کے کچھ حصہ معاف کردیا جائے، تو اس طرح کے قرضوں کا لینا جائز ودرست ہے۔[3]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " رد المحتار " : إن الديون تقضى بأمثالها على معنى أن المقبوض مضمون على القابض؛ لأن قبضه بنفسه على وجه التملک ، ولرب الدين على المديون مثله . (۶۷۵/۵)

ما في " بحوث في قضايا فقهية معاصرة " : القرض يجب في الشريعة الإسلامية أن تقضى بأمثالها .... والذي يتحقق من النظر في دلائل القرآن والسنة ، ومشاهدة معاملات الناس أن المثلية المطلوبة في القرض هي المثلية في المقدار والكمية ، دون المثلية في القيمة والمالية . (ص/۱۷۴)

ما في " الفتاوى الهندية " : والقرض هو أن يقرض الدراهم والدنانير أو شيئًا مثليًا يأخذ مثله في ثاني الحال . (۳۶۶/۵)

(۲) ما في " درر الحكام شرح مجلة الأحكام " : يسقط حق المبرأ منه [۱] إذا كان قابلا للإسقاط . [۲] إذا وقع الإبراء مشروعًا . [۳] إذا لم يكن لفظ الإبراء مقيدًا بقيد يفيد الشک . [۴] إذا كان الإبراء غير معلق بشرط . (۸۰/۴ ، أحكام الإبراء)=

مقررہ مدت میں قرض کی واپسی پر معافی

مسئلہ (۱۵۰): سرکار کی طرف سے لیے گئے وہ قرضے جن میں ایک مقررہ مدت کے اندر، قرض واپس کرنے پر معافی ہوتی ہے، ورنہ پوری رقم ادا کرنی پڑتی ہے، اِس طرح کے قرضوں کا لینا درست ہے[۱]، البتہ وہ قرضے جن میں مقررہ مدت کے بعد قرض واپس کرنے پر کل رقم کی واپسی کے ساتھ زائد رقم بھی ادا کرنی پڑے، ایسے قرضے بلاضرورتِ شدیدہ لینا[۲] اور سودی معاملہ کرنا شرعاً جائز نہیں ہے۔[۳]

=(۳) ما في " تنوير الأبصار وشرحه " : الهبة : هي شرعًا تمليک العين مجانًا أي بلا عوض، وسببها إرادة الخير للواهب ، وينوی كعوض ومحبة وحسن ثناء .

(رد المحتار : ۴۲۳/۸ ، كتاب الهبة)

(الدر المنتقى شرح الملتقى : ۴۸۹/۳ ، كتاب الهبة ، البحر الرائق : ۴۸۳/۷)

ما في " الاختيار لتعليل المختار " : الهبة : وهي العطية الخالية عن تقدم الاستحقاق ، وهي أمر مندوب وضيع محمود محبوب وقبولها سنة فإنه قبل هدية العبد . (۵۳۳/۲ ، الهبة)

ما في " فتح باب العناية " : هي تمليک عين بلا عوض ومعناها إيصال ما ينفع مالا كان أو غيره . (۴۰۹/۲ ، كتاب الهبة) (فقہی فکری واصلاحی مقالات ومضامین:ص/۳۶۴،سرکاری اسکیموں سے استفادہ،تجاویز بابت سرکاری اسکیموں سے استفادہ،تجویز نمبر:۱،اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " درر الحكام شرح مجلة الأحكام " : لو قال الدائن لمدينه : أعطني غدًا نصف الألف درهم المطلوبة منک على أن تكون بريئًا من النصف الآخر فأعطى المدين في الغد النصف للدائن يبرأ من النصف الآخر . (۶۹/۴ ، ۷۰ ، المسائل المتعلقة بأحكام الإبراء)

وفيه أيضًا : إذا قال أحد : .... أبرأت فلانا من حقي ، أو جعلت حقي من فلان حلالا=

....

....

= له ، أو وهبت حقي من فلان له ، أو تركت دعواي مع فلان ..... أو تركت مطلوبي من فلان فيكون قد أبرأه .... ويدخل في هذا الإبراء الأمانات والمضمونات التي هي من الحقوق المالية . (۴/۲۷، الفصل الثاني – في المسائل المتعلقة بأحكام الإبراء)

وفيه أيضًا : أما إذا لم يؤد المدين النصف غدًا فلا يبرأ المدين من النصف وللدائن مطالبته بالكل . (۴/۲۰)

(۲) ما في " البحر الرائق " : وفي القنية من الكراهية : يجوز للمحتاج الاستقراض بالربح. (۶/۲۱۱ ، كتاب البيع ، باب الربا)

(۳) ما في " القرآن الكريم " : ﴿أحل الله البيع وحرم الربوا﴾ . (سورة البقرة :۲۷۵)

ما في " صحيح مسلم " : عن جابر قال : " لعن رسول الله ﷺ اكل الربا وموكله وكاتبه وشاهديه ، وقال : هم سواء " . (۲/۲۷ ، كتاب المساقات والمزارعة ، باب لعن آكل الربا)

ما في " صحيح البخاري " : عن عون بن أبي جحيفة قال : رأيتُ أبي اشترى عبدًا حجامًا فأمر بمحاجمه فكُسرتْ فسألته ، فقال : " نهي النبي ﷺ عن ثمن الكلب وثمن الدم ونهى عن الواشمة والموشومة ، وآكل الربا وموكله ، ولعن المصور " .

(۱/۲۸۰ ، كتاب البيوع ، باب موكل الربا ، رقم :۲۰۸۶)

(سنن ابن ماجه :ص/۱۶۵ ، باب التغليظ في الربوا ، ط : قديمي)

ما في " سنن ابن ماجة " : عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه قال : قال رسول الله ﷺ : "الربوا سبعون حوباً ، أيسرها أن ينكح الرجل أمه". (ص/۱۶۴ ، باب التغليظ في الربوا)

ما في " التنوير وشرحه مع الشامية " : قال صاحب التنوير التمرتاشي : الربا شرعًا فضل خال عن عوض بمعيار شرعي مشروط لأحد المتعاقدين في المعاوضة . (تنوير الأبصار) . (۷/۳۹۸ – ۴۰۱)

(فتاویٰ محمودیہ:۱۶/۳۰۲،۳۰۴، ۳۰۷، بینک سے سودی قرض لینا، ط: کراچی)

(فقہی فکری واصلاحی مقالات ومضامین :ص/۳۶۴، سرکاری اسکیموں سے استفادہ)

(تجاویز بابت سرکاری اسکیموں سے استفادہ، تجویز نمبر:۲، ۳، اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا)

قرض پر زائد رقم کو سروس چارج شمار کرنا

مسئلہ (۱۵۱): اگر سرکار کی طرف سے دیئے گئے غیر معافی والے قرضے، یا معافی والے قرضوں میں اصل سے زائد رقم کا مطالبہ ہو، لیکن اس کی شرح بہت کم ہو، جس کو سروس چارج کہا جاسکتا ہو، یا اپنی مقدار کے اعتبار سے وہ سروس چارج کہلایا جاسکتا ہو، تو ایسے قرضے اوران پر ادا کی جانے والی زائد رقم کو انتظامی خرچ (سروس چارج) شمار کرتے ہوئے، اس طرح کے قرضوں کو لینے کی گنجائش ہوگی، یہ سود کے دائرے میں نہیں آئے گا[۱]، اور اگر زائد رقم کا اوسط معمولی نہ ہو، کہ جس کو انتظامی خرچ پر محمول کیا جاسکے، بلکہ بہت زیادہ ہو، تو یہ سود کے دائرے میں آئے گا، لہٰذا اس طرح کے قرضوں کا لینا جائز نہیں ہوگا۔[۲]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " المبسوط للسرخسي " : اعلم أن الإجارة عقد على المنفعة بعوض هو مال . اهـ . (۱۵/۸٦ ، كتاب الإجارات ، ط : بيروت)

(۲) ما في " التنوير وشرحه مع الشامية " : قال صاحب التنوير التمرتاشي : الربا شرعًا فضل خال عن عوض بمعيار شرعي مشروط لأحد المتعاقدين في المعاوضة . (تنوير الأبصار) . (۳۹۸/۷ - ۴۰۱)

(فتاویٰ محمودیہ:۳۰۲/۱٦،۳۰۴، ۳۰۷، ۳۰۸، بینک سے سودی قرض لینا، ط: کراچی)

(فقہی فکری واصلاحی مقالات ومضامین: ص/ ۳٦۵، سرکاری اسکیموں سے استفادہ)

(تجاویز بابت سرکاری اسکیموں سے استفادہ، تجویز نمبر:۴، ۵[الف]، اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا)

سرکاری اِمدادی رقم کا استعمال

مسئلہ(۱۵۲): مکان یا بیت الخلاء کی تعمیر یا تعلیمی ضروریات وغیرہ کے لیے گورنمنٹ کی طرف سے اِمداد کے طور پر جو رقم ملتی ہے، اس کو حاصل کرنا، اوراس کا استعمال کرنا درست ہے، جب کہ یہ پوری رقم اِمدادی ہو، اور واپس نہ کرنی پڑتی ہو، یا کچھ سود کے ساتھ واپس کرنی پڑتی ہو، لیکن یہ سود اتنا معمولی ہو کہ معتبر اصحابِ افتاء کی رائے میں قرض کے لین دین کے عمل کے لیے اسے واقعی سروس چارج قرار دیا جاسکتا ہو، اور کسی طرح بھی سود لینے کا حیلہ نہ ہو، تو اس طرح کے قرضے لینے کی بھی گنجائش ہے۔(۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الاختيار لتعليل المختار " : الهبة : وهي العطية الخالية عن تقدم الاستحقاق ، وهي أمر مندوب وصنيع محمود محبوب وقبولها سنة فإنه قبل هدية العبد .

(۲/۵۳۳ ، كتاب الهبة)

ما في " فتح باب العناية " : هي تمليك عين بلا عوض ومعناها إيصال ما ينفع مالاً كان أو غيره .(۲/۴۰۹ ، كتاب الهبة)

(فقہی فکری واصلاحی مقالات ومضامین:ص/ ۳۶۵،۳۶۶،سرکاری اسکیموں سے استفادہ)

(تجاویز بابت سرکاری اسکیموں سے استفادہ، تجویز نمبر:۶،اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا)

سرکاری امداد کے حصول میں واسطہ بننے والے کی اُجرت

مسئلہ (۱۵۳): رشوت لینا اور دینا جائز نہیں ہے، البتہ گورنمنٹ کی طرف سے ملنے والی رقوم حاصل کرنے کے طریقۂ کار سے کوئی شخص واقف نہ ہو، یا کسی وجہ سے اس کو انجام دینے پر قادر نہ ہو، اور وہ کسی ایسے شخص کی مدد حاصل کرے، جو اس کے حصول کے لیے تگ ودو اور جد وجہد کرتا ہو، اور یہ کوشش اس کی ذمہ داری میں داخل نہ ہو، تو بطورِ محنتانہ مناسب مقررہ اُجرت کا لین دین درست ہے، کیوں کہ شرعاً یہ دلالی اور بروکری ہے، اور حاجاتِ ناس کی بنا پر دلالی وبروکری کی اُجرت جائز ہے (۱)، بعض مرتبہ واسطہ بننے والے لوگ حاصل شدہ رقم کا ایک حصہ لے لیا کرتے ہیں، یا دینے اور لینے کا معاملہ کرتے ہیں، یہ درست نہیں ہے۔ (۲)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " صحيح البخاري " : باب أجرة السمسرة – ولم ير ابن سيرين وعطاء وابراهيم والحسن بأجر السمسار بأساً ، وقال ابن عباس : لا بأس أن يقول : بع هذا الثوب فما زاد على كذا وكذا فهو لک ، وقال ابن سيرين : إذا قال : بعه بكذا وكذا فما كان من ربح فهو لک أو بيني وبينک فلا بأس به . (۱/۳۰۳ ، كتاب الإجارة ، باب أجر السمسار)

ما في" عمدة القارى شرح صحيح البخارى" : قال ابن عباس : لا بأس أن يقول : بع هذا الثوب فما زاد على كذا وكذا فهو لک ، علقه البخاري ، ووصله ابن أبي شيبة عن هشيم عن عمرو بن دينار عن ابن عباس نحوه وهذا سند صحيح . (۱۱/۴۰۳)

ما في " اعلاء السنن" : وشرط جوازها عند الجمهور أن تكون الأجرة معلومة ، قلت: والحاصل أن أجرة السمسار ضربان: إجارة وجعالة، فالأول يكون مدة معلومة يجتهد فيها للبيع ، وهذا جائز بلا خلاف، فإن باع قبل ذلک أخذ بحسابه، وإن انقضى الأجل أخذ=

....

= كامل الأجرة . (۱٦/ ۲٤٤، ۲٤٥)

ما في " خلاصة الفتاوى " : وفي الأصل :أجرة السمسار والمغاري والحمامي والصكاك وما لا تقدير فيه للوقت ، ولا مقدار لما يستحق بالعقد ، لكن للناس فيه حاجة جاز ، وإن كان في الأصل فاسدًا . (۳/۱۱٦ ، كتاب الإجارات ، جنس آخر في المتفرقات)

ما في " رد المحتار " : قال في " التاتر خانية " : وفي الدلال والسمسار يجب أجر المثل وما تواضعوا عليه أن في كل عشرة دنانير كذا فذاك حرام عليهم . وفي " الحاوي " : سئل محمد بن سلمة عن أجرة السمسار ، فقال : أرجو أنه لا بأس به وإن كان في الأصل فاسداً لكثرة التعامل ، وكثير من هذا غير جائز فيجوزوه لحاجة الناس إليه كدخول الحمام .

(۹/۷٥ ، كتاب الإجارة ، مطلب في أجرة الدلال)

(المبسوط :٥/۱۲۸ ، باب السمسار)

ما في " الفتاوى البزازية على هامش الهندية " : إجارة السمسار والمنادي والحمامي والصكاك وما لا يقدر فيه الوقت ولا مقدار العمل لما كان للناس به حاجة جاز ويطيب الأجر المأخوذ لو قدر أجر المثل . (٥/٤٠ ، نوع فى المتفرقات)

ما في " رد المحتار " : قال في البزازية : إجارة السمسار والمنادي والحمامي والصكاك وما لا يقدر فيه الوقت ولا العمل تجوز لما كان للناس به حاجة ، ويطيب الأجر المأخوذ لو قدر أجر المثل . (۹/٦٤، كتاب الإجارة، باب الإجارة الفاسدة)

(كذا في خلاصة الفتاوى : ۳/۱۱٦)

(كذا في الفتاوى الهندية : ٤/٤٥٠)

(فتاویٰ محمودیہ:۱٦/ ٦۱۷، ٦۱۸، باب أجرة الدلال والسمسار، ط: کراچی)

(۲) ما في " سنن الدار قطني " : عن أبي سعيدٍ الخدري قال : " نهى عن عسب الفحل وعن قفيز الطحان " . (۳/٤۲ ، رقم :۲۹٦۲)

(السنن الكبرى للبيهقي :٥/٥٥٦ ، رقم :۱۰۸٥٤)

(نصب الراية للزيلعي :٤/۳۳٤)

ما في " الدر المختار مع الشامية " : ولو دفع غزلا لآخر لينسجه له بنصفه ، أي بنصف=

=الغزل أو استأجر بغلا ليحمل طعامه ببعضه ، أو ثورًا ليطحن بره ببعض دقيقه فسدت في الكل ، لأنه استأجره بجزء من عمله ، والحاصل في ذلك نهيه ﷺ عن قفيز الطحان . (در مختار) . (۹/۷۸ ، ۷۹ ، كتاب الإجارة ، باب الإجارة الفاسدة)

(مجمع الأنهر شرح ملتقى الأبحر : ۳/۵۳۹ ، كتاب الإجارة)

(تبيين الحقائق : ۶/۱۲۷ ، ۱۲۸ ، كتاب الإجارة ، باب الإجارة الفاسدة)

(الفتاویٰ الهندية : ۴/۴۴۴ ، كتاب الإجارة ، الفصل الثالث في قفيز الطحان)

(فقہی فکری واصلاحی مقالات ومضامین :ص/۳۶۶،سرکاری اسکیموں سے استفادہ)

(تجاویز بابت سرکاری اسکیموں سے استفادہ، تجویز نمبر:۷،اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا)

سرکاری امدادی رقوم کے حصول کے لیے غلط بیانی

مسئلہ (۱۵۴): امدادی رقوم یا قرض حاصل کرنے کے لیے جو شرائط ومعیارات حکومت کی طرف سے متعین ہوں، اس سلسلے میں غلط بیانی سے کام لینا، اور غلط طریقے پر امداد یا قرض حاصل کرنا شرعاً کذب (جھوٹ) وخیانت پر مشتمل ہونے کی وجہ سے جائز نہیں ہے۔ (۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " صحيح مسلم " : عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه ، أن رسول الله ﷺ قال : " من حمل علينا السلاح فليس منا ، ومن غشنا فليس منا " .

(۲/۱۷۷، كتاب الإيمان ، باب قول النبي ﷺ : من غشنا فليس منا)

ما في " جامع الترمذي " : عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه ، أن رسول الله ﷺ ...... قال : " من غشّ فليس منا " . قال أبو عيسى : والعمل على هذا عند أهل العلم كرهوا الغشّ وقالوا : الغش حرام . (۱/۲۴۵)

ما في " الموسوعة الفقهية " : اتفق العلماء على أن الغشّ حرام ، سواء أكان بكتمان العيب فى المعقود عليه أو الثمن ، أم بالكذب والخديعة ، وسواء أكان في المعاملات أم في غيرها من المشورة و النصيحة . (۳۱/۲۱۹)

ما في " رياض الصالحين " : عن ابن مسعود رضي الله عنه ، عن النبي ﷺ قال : " إن الصدق يهدي إلى البرّ ، وإن البرّ يهدي إلى الجنة ، وإن الرجل ليصدُق حتى يُكتب عند الله صدّيقًا ، وإن الكذب يهدي إلى الفجور ، وإن الفجور يهدي إلى النار ، وإن الرجل ليكذِب حتى يُكتب عند الله كذّابًا " . متفق عليه . (ص/۴٦ ، رقم :۵۴ ، باب الصدق ، ط : مكتبة الإحسان ديوبند) (فقہی فکری واصلاحی مقالات ومضامین:ص/۳٦۷،سرکاری اسکیموں سے استفادہ)

(تجاویز بابت سرکاری اسکیموں سے استفادہ، تجویز نمبر:۸، اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا)

عوام کی طرف سے حکومت کا سوداَدا کرنا

مسئله (۱۵۵): بعض اسکیموں میں تعلیم یا کسی اور مقصد کے لیے حکومت بینک سے قرض دلاتی ہے، اوراس پر جو انٹرسٹ عائد ہوتا ہے، وہ خود مقروض کو ادا کرنا نہیں ہوتا ہے، بلکہ اس کی طرف سے حکومت ادا کرتی ہے، یا اس کا بڑا حصہ حکومت ادا کرتی ہے، اور بہت تھوڑا سا حصہ خود مقروض کو ادا کرنا ہوتا ہے، تو اگر پورا سود حکومت ادا کرتی ہے، تو اس طرح کا قرض لینا جائز ہے [۱]، اور اگر سود کا بڑا حصہ حکومت ادا کرتی ہے، اور معمولی حصہ مقروض کو ادا کرنا پڑتا ہے، اور یہ معمولی حصہ اتنا ہے کہ معتبر اصحابِ افتاء کی رائے میں اُسے انتظامی خرچ یا سروس چارج کہا جاسکتا ہو، تو اس طرح کا قرض لینے کی بھی گنجائش ہے۔ [۲]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " درر الحكام شرح مجلة الأحكام " : يسقط حق المبرأ منه [۱] إذا كان قابلا للإسقاط . [۲] إذا وقع الإبراء مشروعًا . [۳] إذا لم يكن لفظ الإبراء مقيدًا بقيد يفيد الشک . [۴] إذا كان الإبراء غير معلق بشرط . (۴/۸۰ ، أحكام الإبراء)

ما في " تنوير الأبصار وشرحه " : الهبة : هي شرعًا تمليک العين مجانًا أي بلا عوض، وسببها إرادة الخير للواهب ، وينوی كعوض ومحبة وحسن ثناء . (رد المحتار :۸/۴۲۳ ، كتاب الهبة ، الدر المنتقى شرح الملتقى : ۳/۴۸۹ ، كتاب الهبة ، البحر الرائق :۷/۴۸۳)

ما في " الاختيار لتعليل المختار " : الهبة : وهي العطية الخالية عن تقدم الاستحقاق ، وهي أمر مندوب وضيع محمود محبوب وقبولها سنة فإنه قبل هدية العبد . (۲/۵۳۳ ، الهبة)

ما في " فتح باب العناية " : هي تمليک عين بلا عوض ومعناها إيصال ما ينفع مالا كان أو غيره . (۲/۴۰۹ ، كتاب الهبة)=

سرکاری اِمداد سودی رقم سے

مسئلہ (۱۵۶): سرکار کی بعض ایسی اسکیمیں بھی ہیں، جن میں حکومت نے ایک محفوظ فنڈ قائم کردیا ہے، جس کو بینک میں ڈپازٹ کردیا گیا ہے، اور اس کے انٹرسٹ سے جو رقم حاصل ہوتی ہے، اس سے تعلیمی ورفاہی اداروں اور افراد واشخاص کا تعاون کیا جاتا ہے، گویا حکومت یا حکومت کا ادارہ انٹرسٹ وصول کرتا ہے، اس کا مالک بن جاتا ہے، اور اسکیم سے استفادہ کرنے والے حضرات کی مدد کرتا ہے، تو اگر استفادہ کرنے والے حضرات واقعی مستحق ومحتاج ہیں، تو ان کے لیے اس طرح کی رقم لینے کی بھی گنجائش ہے۔ (۱)

=(۲) ما في " التنوير وشرحه مع الشامية " : قال صاحب التنوير التمرتاشي : الربا شرعًا فضل خال عن عوض بمعيار شرعي مشروط لأحد المتعاقدين في المعاوضة . (تنوير الأبصار) . (۷/۳۹۸ – ۴۰۱) (فقہی فکری واصلاحی مقالات ومضامین:ص/۳۶۷،سرکاری اسکیموں سے استفادہ،تجاویز بابت سرکاری اسکیموں سے استفادہ،تجویز نمبر:۹،اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " صحيح البخاري " : عن أنس رضي الله تعالى عنه ، أن النبي ﷺ أتي بلحم تصدق على بريرة ، فقال : " هو عليها صدقة وهو لنا هدية " .

(۱/۲۰۲ ، كتاب الزكاة ، باب إذا تحولت الصدقة)

(صحيح مسلم : ۱/۳۴۵ ، كتاب الزكاة ، باب إباحة الهدية للنبي ﷺ)

ما في " أصول الشاشي " : قوله تعالى : ﴿للفقرآء المهاجرين الذين اخرجوا من ديارهم﴾ الآية ؛ فإنه سيق لبيان استحقاق الغنيمة ، فصار نصًّا في ذلک ، وقد ثبت فقرهم بنظم النص ، فكان إشارة إلى أن استيلاء الكافر على مال المسلم سببٌ لثبوت الملک للكافر ؛ إذ لو كانت الأموال باقية على ملكهم لا يثبت فقرهم ، ويُخرّج منه الحكم في مسألة الاستيلاء،=

....

....

....

....

....

....

....

....

....

....

= وحکم ثبوت الملک للتاجر بالشراء منهم وتصرفاته من البیع والهبة والإعتاق ، وحکم ثبوت الاستغنام ، وثبوت الملک للغازي ، وعجز المالک عن انتزاعه من یده .

(ص/ ۶۹ ، ۷۰ ، البحث الأول في کتاب اللّٰه ، فصل في متعلقات النصوص ، ط : مکتبة البشری کراتشي)

ما في " الموسوعة الفقهیة " : فالأصل بالنسبة للمال المعصوم المملوک للغیر أن الاستیلاء علیه محرّم ، إلا إذا کان مستندًا إلی طریق مشروع . (۴/ ۱۵۸ ، استیلاء)

ما في " رد المحتار " : والحاصل أنه إن علم أرباب الأموال وجب ردّه علیهم ، وإلا فإن علم عین الحرام لا یحلّ له ، ویتصدق به بینة صاحبه . (۷/ ۳۰۱ ، کتاب البیوع ، مطلب فیمن ورث مالا حراما ، الموسوعة الفقهیة : ۳۹/ ۴۰۷ ، الکسب الناشي عن المیسر ، الفتاوی الهندیة : ۵/ ۳۴۹ ، کتاب الکراهیة ، الباب الخامس عشر في الکسب)

ما في " بذل المجهود " : صرح الفقهاء بأن من اکتسب مالاً بغیر حق ، فأما إذا کان عند رجل مال خبیث ، فأما إن ملکه بعقد فاسد أو حصل له بغیر عقد ولا یمکنه أن یرده إلی مالکه، ویرید أن یدفع مظلمة عن نفسه ، فلیس له حیلة إلا أن یدفعه إلی الفقراء . (۱/ ۳۵۹)

(فقہی فکری واصلاحی مقالات ومضامین: ص/ ۳۶۷، سرکاری اسکیموں سے استفادہ)

(تجاویز بابت سرکاری اسکیموں سے استفادہ، تجویز نمبر: ۱۰، اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا)

سرکاری خزانہ میں مسلمانوں کا حق

مسئلہ (۱۵۷): دوسری قومی اِکائیوں کی طرح مسلمانوں کا بھی سرکاری خزانہ میں حق ہے[۱]، اس لیے سرکاری اسکیموں سے مسلمانوں کو استفادہ کرنا چاہیے، بشرطیکہ اس میں کوئی ایسی بات نہ ہو، جو شرعاً ممنوع ہے، یعنی سود، رشوت کا لین دین، اور ناحق طریقے سے دوسروں کا مال کھانا۔[۲]

نیز مسلم دانش وروں، تنظیموں، اِداروں کے نمائندوں اور ذمہ داروں کو چاہیے کہ سرکاری جائز اسکیموں کا، لوگوں میں زیادہ سے زیادہ تعارُف کرائیں، اور بلامعاوضہ[۳] ممکنہ تعاوُن کی صورتیں پیدا کریں۔[۴]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الموسوعة الفقهية " : والمال العام هنا : هو كل مال ثبتت عليه اليد في بلاد المسلمين ، ولم يتعين مالكه ، بل هو لهم جميعًا . (۲۴۲/۸ ، بيت المال)

(۲) ما في " القرآن الكريم " : ﴿ولا تأكلوآ أموالكم بينكم بالباطل وتدلوا بهآ إلى الحكام لتأكلوا فريقًا من أموال الناس بالإثم وأنتم تعلمون﴾ . (سورة البقرة :۱۸۸)

ما في " البحر المحيط " : قال أبو حيان رحمه الله تعالى : الباطل هو كل طريق لم تبحه الشريعة ، فيدخل فيه السرقة والخيانة والغصب والقمار وعقود الربا وأثمان البياعات الفاسدة . (۳۲۲/۳)

ما في " تفسير المظهري " : ﴿ولا تأكلوآ أموالكم بينكم بالباطل﴾ كالدعوى الزور ، والشهادة بالزور ، أو الحلف بعد إنكار الحق ، أو الغصب والنهب والسرقة والخيانة ، أو القمار ، وأجرة المغني ومهر البغي ، وحلوان الكاهن ، وعسب التيس ، والعقود الفاسدة أو الرشوة وغير ذلک من الوجوه التي لا يبيحه الشرع . (۲۳۶/۱)=

....
....
....
....
....
....
....
....
....
....
....
....

=(۳) ما في " الموسوعة الفقهية " : التبرع : بذل المكلف مالا أو منفعة لغيره في الحال أو المآل بلا عوض بقصد البر والمعروف غالبًا . (۱۰/۶۵، تبرُّع)

(۴) ما في " القرآن الكريم " : ﴿وتعاونوا على البرّ والتقوىٰ﴾ . (سورة المائدة : ۲)

ما في " الجامع لأحكام القرآن للقرطبي " : قال الأخفش : وهو أمر لجميع الخلق بالتعاون على البرّ والتقوىٰ أي ليعن بعضكم بعضًا . (۶/۴۶)

ما في " أحكام القرآن للجصاص " : ﴿وتعاونوا على البرّ والتقوى﴾ يقتضي ظاهره إيجاب التعاون على كل ما كان طاعة لله تعالى ؛ لأن البر هو طاعات الله . (۲/۳۸۱)

ما في " التفسير لإبن كثير " : يأمر تعالى عباده المؤمنين بالمعاونة على فعل الخيرات وهو البر ، وترک المنكرات وهو التقوى . (۱/ ۴۷۸)

ما في " عون المعبود " : قال رسول الله ﷺ : " من دلّ على خير فله مثل أجر فاعله " . (ص/۲۱۸۸ ، رقم : ۵۱۲۹ ، كتاب الأدب ، باب في الدال على الخير)

(تجاویز بابت: سرکاری اسکیموں سے استفادہ، تجویز نمبر: ۱۱،۱۲، اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا)

ایزی پیسہ موبائل اکاؤنٹ Easy Paisa Mobile Account

مسئلہ(۱۵۸): ''ایزی پیسہ موبائل اکاؤنٹ''(Easy Paisa Mobile Account) میں کمپنی جو پیسہ موبائل میں بیلینس رکھ کر، گاہک کوفری منٹس (Free Minuts)اورایس ایم ایس(Sms) دیتی ہے،تو واضح ہوکہ ''ایزی پیسہ'' میں اکاؤنٹ کھلوانا فی نفسہٖ جائز ہے،مگراس میں رکھے ہوئے پیسوں کی حیثیت قرض کی ہے،اورکمپنی کی طرف سے اس رقم پر دیئے جانے والے فری منٹس (Free Minuts) ، ایس ایم ایس (Sms)وغیرہ قرض پر نفع ہے، جوسود ہے،اورناجائزوحرام ہے،لہٰذااس کے لینے سے احتراز لازم ہے۔(۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في '' فيض القدير '' : '' كل قرض جرّ منفعة فهو ربا '' . (۵/۲۸ ، رقم :۶۳۳۶، كنز العمال :۶/۱۹۹ ، كتاب الدين والسلم ، فصل في لواحق كتاب الدين ، رقم :۱۵۵۱۲)
(ارواء الغليل في تخريج أحاديث منار السبيل :۵/۲۳۵ ، رقم : ۱۳۹۸)

ما في '' السنن الكبرى للبيهقي '' : عن فضالة بن عبيد صاحب النبي ﷺ أنه قال : '' كل قرض جّر منفعة فهو وجه من وجوه الربا '' . موقوف .
(۵/۵۷۳ ، كتاب البيوع ، باب كل قرض جر منعفة فهو ربا ، رقم :۱۰۹۳۳)

ما في '' الدر المختار مع الشامية '' : وفي الخلاصة : القرض بالشرط حرام ، والشرط لغو ... وفي الأشباه : كل قرض جرّ نفعا حرام . (۷/۳۹۴ ، ۳۹۵ ، باب المرابحة والتولية ، مطلب كل قرض جرّ نفعا حرام) (فتاویٰ بنوریہ،رقم الفتویٰ:۲۳۷۶۵)

کتاب الإجارة

اجارہ کے احکام ومسائل

بینک کا کورس سیکھنا

مسئلہ(۱۵۹): اگر بینک کے کورس میں فرضی سود کے حساب کی مشق کرائی جاتی ہے، تو اس طریقۂ حساب کے سیکھنے سکھانے کی گنجائش ہے، اسے آدمی دوسری جگہ کام میں لاسکتا ہے، لہٰذا اس نیت سے نہ سیکھے کہ ہم بینک میں ہی ملازمت کریں گے (۱)، اور اگر کوئی مخصوص کورس ایسا ہے، جو سودی بینک ہی میں کام آتا ہے، دوسرا کوئی استعمال یا فائدہ اس کورس کا نہیں ہے، تو پھر اس کا حکم مختلف ہوگا، یعنی اس کا سیکھنا جائز نہ ہوگا۔ (۲)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الأشباه والنظائر لإبن نجيم " : الأمور بمقاصدها .

(۱/۱۱۳ ، كذا في قواعد الفقه :ص/۶۲ ، قاعدة : ۵۱)

ما في " اعلام الموقعين " : وسيلة المقصود تابعة للمقصود وكلاهما مقصود .

(۳/ ۱۷۵ ، فصل في سد الذرائع)

(۲) ما في " سنن ابن ماجة " : عن عبد الله بن مسعود عن أبيه قال : " لعن رسول الله ﷺ آكل الربوا وموكله وشاهديه وكاتبه " . (۱/۱۶۵)

(سنن أبي داود : ۲/۴۷۳ ، با ب في اكل الربوا)

(چند اہم عصری مسائل:۲/۲۹۲، بینک کی ملازمت اور سودی حساب سیکھنے کا حکم)

سودی بینک کی ملازمت

مسئلہ (۱۶۰): بینک میں ایسی ملازمت جس میں سود کی لکھا پڑھی کرنی پڑے، یا سودی دستاویز کی تصدیق یا منظوری دینی پڑے، ناجائز ہے (۱)، اور ایسے کام کی تن خواہ بھی ناجائز ہے (۲)، اگر کسی شخص کو سودی لین دین اور اس کا حساب وکتاب لکھنے کی ملازمت ہے، تو اسے چاہیے کہ دوسرا جائز ذریعۂ معاش تلاش کرنے کی سعیٔ بلیغ کرے، اور اللہ سے توبہ واستغفار بھی کرتا رہے (۳)، جیسے ہی دوسرا ذریعہ فراہم ہوجائے، تو اسے ترک کردے، کیوں کہ حدیث میں جس طرح سود لینے اور دینے والے پر لعنت بھیجی گئی ہے، اسی طرح اس کی لکھا پڑھی کرنے اور گواہ بننے والے پر بھی لعنت بھیجی گئی ہے۔ (۴)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿وأحل الله البيع وحرم الربوا﴾ . (سورة البقرة : ۲۷۵)

(۲) ما في " التنوير وشرحه مع الشامية " : (لا تصح الإجارة لعسب التيس) وهو نزوه على الإناث (و) لا (لأجل المعاصي مثل الغناء والنوح والملاهي) . (تنوير مع الدر) .

(۷۵/۹ ، كتاب الإجارة ، باب الإجارة الفاسدة ، مطلب في الاستئجار على المعاصي ، البحر الرائق : ۳۵/۸ ، كتاب الإجارة ، باب الإجارة الفاسدة)

(۳) ما في " القرآن الكريم " : ﴿واستغفروا ربكم ثم توبوا إليه إن ربي رحيمٌ ودود﴾ . (سورة هود : ۹۰) ﴿فقلت استغفروا ربكم إنه كان غفّارًا ○ يرسل السمآء عليكم مدرارًا ○ ويمددكم بأموال وبنين ويجعل لكم جنّٰت ويجعل لكم أنهارًا ○﴾ . (سورة نوح : ۱۰، ۱۱ ، ۱۲) وقوله تعالى : ﴿واستغفروا الله إن الله غفورٌ رحيمٌ﴾ . (سورة المزمل : ۲۰)

ما في " صحيح البخاري " : عن عائشة رضي الله عنها ، عن النبي ﷺ قال : " فإن العبد=

....

....

=إذا اعترف ثم تاب ، تاب اللّٰه عليه " .

(ص/۵۳۵ ، كتاب المغازي ، باب حديث الإفك ، رقم : ۴۱۴۱)

(صحيح مسلم : ۵۴/۹ ، كتاب التوبة ، حديث الإفك ، ط : بيروت)

ما في " الموسوعة الفقهية " : التوبة هي : النّدَم والإقلاعُ عن المعصية من حيث هي معصية ، لا – لأن فيها ضررًا لبدنه وماله ، والعزم على عدم العود إليها ، إذا قدر .... وعرّفها الغزالي بأنها : العلم بعظَمة الذنوب ، والنَّدَم والعزم على الترک في الحال والاستقبال ، والتلافي للماضي .... وقد تُطلق التوبة على الندم وحدهُ .... ولهذا قال النبي صلى الله عليه وسلم : " النَّدَم توبةٌ " . والندَم توجُّعُ القلب وتحزّنه لِما فعل وتمنّي كونه لم يفعل . (۱۱۹/۱۴ ، توبة ، حاشية الصاوي على الشرح الصغير

(بلغة السالک ، ۷۳۸/۴ ، ط : دار المعارف ، روح المعاني :۱۵۸/۲۸ ، ط : احياء التراث ، احياء علوم الدين للغزالي :۳/۴ ، ط : مصطفى الحلبي)

(۴) ما في " صحيح مسلم " : عن جابر قال : " لعن رسول اللّٰه صلى الله عليه وسلم اكل الربا وموكله وكاتبه وشاهديه ، وقال : هم سواء " .

(۲۷/۲ ، كتاب المساقات والمزارعة ، باب لعن آكل الربا وموكله)

ما في " صحيح البخاري " : عن عون بن أبي جحيفة قال : رأيتُ أبي اشترى عبدًا حجامًا فأمر بمحاجمه فكُسرتْ فسألته ، فقال : " نهي النبي صلى الله عليه وسلم عن ثمن الكلب وثمن الدم ونهى عن الواشمة والموشومة ، وآكل الربا وموكله ، ولعن المصور " .

(۲۸۰/۱ ، كتاب البيوع ، باب موكل الربا ، رقم :۲۰۸۶)

ما في " عمدة القاري " : والموكل المطعم والآكل الآخذ ، وإنما سوى في الإثم بينهما وإن كان أحدهما رابحًا والآخر خاسرًا ، لأنهما في فعل الحرام شريكان متعاونان .

(۱۴/۲۱ ، كتاب العدة ، باب مهر البغي والنكاح الفاسد ، تحت رقم :۵۳۴۷)

(چند اہم عصری مسائل:۲۹۲/۲،۲۹۳، بینک کی ملازمت اور سودی حساب سیکھنے کا حکم)

انٹرنیشنل ٹریڈنگ ایجنٹ

مسئلہ (۱۶۱): آج کے دور میں انٹرنیٹ کے ذریعے تجارت میں کافی آسانی ہورہی ہے، ایک ملک سے دوسرے ملک؛ ایک دوسرے سے رابطہ کرنا، معاملہ کرنا آسان ہے، ایک کمپنی سامان بیچنا چاہتی ہے، اور دوسری طرف سامان خریدنے والے بھی موجود ہیں، تو اگر کوئی شخص انٹرنیشنل ٹریڈنگ ایجنٹ کا کام کرے، یعنی دونوں فریقین (بائع ومشتری) سے رابطہ کرکے، دونوں کے مابین معاملہ طے کرادے، اور جو کچھ اپنی محنت اور جد وجہد ہوتی ہے، اس کی اجرت صاف طے کرلے، تو اس میں کچھ مضائقہ نہیں، بلکہ جائز ہے[۱]، بس! کذب وخداع؛ یعنی جھوٹ ودھوکہ دہی سے پوری طرح اجتناب کیا جائے۔[۲]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " صحيح البخاري " : باب أجرة السمسرة – ولم ير ابن سيرين وعطاء وابراهيم والحسن بأجر السمسار بأساً ، وقال ابن عباس : لا بأس أن يقول : بع هذا الثوب فما زاد على كذا وكذا فهو لک ، وقال ابن سيرين : إذا قال : بعه بكذا وكذا فما كان من ربح فهو لک أو بيني وبينک فلا بأس به . (۱/۳۰۳ ، كتاب الإجارة ، باب أجر السمسار)

ما في " رد المحتار " : قال في " التاتر خانية " : وفي الدلال والسمسار يجب أجر المثل ، وما تواضعوا عليه أن في كل عشرة دنانير كذا فذاک حرام عليهم . وفي " الحاوي " : سئل محمد بن سلمة عن أجرة السمسار ، فقال : أرجو أنه لا بأس به ، وإن كان في الأصل فاسدًا لكثرة التعامل ، وكثير من هذا غير جائز فيجوزوه لحاجة الناس إليه كدخول الحمام .

(۹/۷۵ ، كتاب الإجارة ، مطلب في أجرة الدلال)

ما في " الفتاوى البزازية على هامش الهندية " : إجارة السمسار والمنادي والحمامي=

....
....
....
....
....
....
....
....
....
....
....
....

=والصكاک وما لا يقدر فيه الوقت ولا مقدار العمل لما كان للناس به حاجة جاز ويطيب الأجر المأخوذ لو قدر أجر المثل . (۵/۴۰ ، نوع في المتفرقات)

(فتاویٰ دار العلوم دیوبند، رقم الفتویٰ: ۱۴۷۱۱۷)

(۲) ما في " صحيح البخاري " : عن أبي هريرة عن النبي ﷺ قال : " آية المنافق ثلاث ؛ إذا حدث كذب ، وإذا وعد أخلف ، وإذا اؤتمن خان " . (۱/۱۰)

ما في " سنن أبي داود ": عن سفيان بن أسيد الحضرمي قال : سمعت رسول الله ﷺ يقول : " كبرت خيانة أن تحدث أخاک حديثا هو لک به مصدق وأنت له به كاذب " .

(ص/۶۷۹، كتاب الأدب ، باب في المعاريض)

ما في " جامع الترمذي " : عن أنس عن النبي ﷺ في الكبائر قال : " الشرک بالله ، وعقوق الوالدين ، وقتل النفس ، وقول الزور " . (۱/۲۲۹)

ما في " جمع الجوامع " : عن ابن عباس قال : قال النبي ﷺ : " من غشّنا فليس منّا " .

(۷/۲۱۳ ، رقم : ۲۲۴۹۷)

مورتی کی صفائی اور اُس پر اجرت

مسئلہ (۱۶۲): بعض مسلمان مزدور غیروں کی دکانوں میں ملازمت کرتے ہیں، کبھی انہیں دکان میں صاف صفائی بھی کرنی پڑتی ہے، جس میں غیروں کی دیوی دیوتاؤں کی مورتیوں کو بھی صاف کرنا پڑتا ہے، جب کہ مسلمان کے لیے دیوی دیوتاؤں کی مورتی کو صاف کرنا درست نہیں ہے، کیوں کہ یہ اس کے اِکرام کے مرادِف، اور اِعانت علی الاِثم (گناہ پر مدد کرنا) ہے[1]، جس پر اُجرت لینا بھی درست نہیں ہے[2]، لہٰذا مسلمان مزدوروں کو حکمت ودانائی کے ساتھ اس عمل سے اِعراض کرنا (بچنا) چاہیے۔

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿ولا تعاونوا على الإثم والعُدوان﴾ . (سورة المائدة : ۲)

ما في " روح المعاني " : فيعم النهي ما هو من مقولة الظلم والمعاصي ويندرج فيه النهي عن التعاون على الاعتداء والانتقام .... وعن ابن عباس رضي الله تعالى عنهما وأبي العالية أنهما فسرا الإثم بترك ما أمرهم به وارتكاب ما نهاهم عنه .

(۸۵/۴ ، مختصر تفسير ابن كثير : ۴۷۸/۱ ، التفسير المنير : ۴۱۸/۷ ، الوفاء بالعقود ومنع الاعتداء ، والتعاون على الخير وتعظيم شعائر الله ، تفسير المظهري : ۴۸/۳)

ما في " أحكام القرآن للجصاص " : قوله تعالى : ﴿ولا تعاونوا على الإثم والعدوان﴾ نهي عن معاونة غيرنا على معاصي الله تعالى . (۳۸۱/۲)

ما في " جمهرة القــواعد الفقهية " : " الإعانة على المحظور محظور " . (۶۴۴/۲)

(۲) ما في " التنوير وشرحه مع الشامية " : لا تصح الإجارة لعسب التيس ولا لأجل المعاصي مثل الغناء والنوح والملاهي .

(۷۵/۹ ، كتاب الإجارة ، باب الإجارة الفاسدة ، مطلب في الاستئجار على المعاصي)=

آدھار سینٹر قائم کرنا

مسئلہ (۱۶۳): ملکی قوانین اور حالات کی وجہ سے آدھار کارڈ بنوانا ضروری ہے، اوراس میں فوٹو لازمی جزو ہے، اس لیے اگر کوئی شخص ذریعۂ معاش کے طور پر آدھار سینٹر قائم کرے، اوراس میں بوجہ ضرورت فوٹو لے، تو اس کی گنجائش ہوگی[1]، اوراس سے حاصل شدہ آمدنی پر حرام ہونے کا حکم نہیں لگے گا، بلکہ آمدنی جائز ہوگی۔[2]

= البحر الرائق : ۳۵/۸ ، کتاب الإجارة ، باب الإجارة الفاسدة)

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند، رقم الفتویٰ:۱۴۸۶۷۲)

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما في " قواعد الفقه " : الضرورات تبیح المحظورات . الضرورات تتقدر بقدرها .

(ص/۸۹ ، قاعدة : ۱۷۰، ۱۷۱)

ما في " الأشباه والنظائر لإبن نجیم " : ما أبیح للضرورة یتقدر بقدرها .

(۳۰۸/۱ ، القاعدة الخامسة ؛ الضرر یزال)

(۲) ما في " ترتیب اللآلي في سلک الأمالي " : الشيء إذا ثبت ، ثبت بجمیع لوازمه .

(۸۷۷/۲، المادة : ۱۵۱)

(مستفاد: جواہر الفقہ جدید: ۲۶۳/۷، ط: مکتبہ دارالعلوم کراچی)

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند، رقم الفتویٰ: ۱۴۹۱۱۷)

کتاب الحظر والإباحة

مباح وممنوع چیزوں کے احکام ومسائل

اپنی ولدیت کی نسبت دوسرے کی طرف کرنا

مسئلہ (۱۶۴): حدیث پاک میں اپنی نسبتِ بُنوّت اِلی غیر أبیہ، یعنی اپنی ولدیت کی نسبت اپنے والد کے علاوہ کسی اور کی طرف کرنے پر سخت وعید وارد ہوئی ہے کہ-''اگر کوئی آدمی جانتے ہوئے بھی اپنے آپ کو اپنے والد کے علاوہ کسی اور کی طرف منسوب کرے، تو اس پر جنت حرام ہے۔'' اس لیے خواہ مخواہ اپنے باپ کا انکار کر کے دوسرے کی طرف اپنے کو منسوب کرنا شرعاً درست نہیں ہے، لیکن اگر تعارف یا کسی مصلحتِ خاص کی بنا پر-جس میں والد کا انکار مقصود نہ ہو-اپنے آپ کو کسی دوسرے کی طرف منسوب کیا جائے، تو یہ جائز ہے۔ (۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " أحكام القرآن للجصاص " : روي عن النبي ﷺ أنه قال : " من ادعى إلى غير أبيه وهو يعلم أنه غير أبيه فالجنة عليه حرام " . (۴۶۴/۳)

ما في " أحكام القرآن للعثماني [للتهانوي] " : قال العبد الضعيف : إن الانتماء إلى غير أبيه قد عده الفقهاء من الكبائر كما ذكره الشيخ ابن حجر الهيثمي في الزواجر ، وقد ورد فيه اللعنة والوعيد الشديد في الأحاديث الصحيحة ، فكيف يقال : إنه نهي تنزيه ، نعم ! النهي مقصور فيما كان على طريق الجاهلية من ادعاء البنوة أو الانتماء إلى أبوة ، وما لم يكن كذلک بل كان لمحض الشفقة والتحنن فليس بداخل فيه ، وهو أيضًا لا يبعد أن يكره تنزيها لدخوله في النهي صورة . والله أعلم . =

....

....

=(۳/۲۹۲، سورة الأحزاب ، يجوز قوله لغير ابنه يا بني شفقة إذا لم يكن الخ)

ما في " صحيح البخاري " : عن عاصم قال : سمعت أبا عثمان قال : سمعت سعدا وهو أول من رمى بسهم في سبيل الله وأبا بكرة وكان لسوّر حصن الطائف في أناس فجاء النبي ﷺ فقالا : سمعنا النبي ﷺ يقول : " من ادعى إلى غير أبيه وهو يعلم فالجنة عليه حرام " .

(۲/۶۱۹، كتاب المغازي ، باب غزوة الطائف في شوال الخ)

ما في " صحيح مسلم " : عن سعد وأبي بكرة كلاهما يقول : سمعتُه أذناي ووعاه قلبي محمدا – ﷺ – يقول : " من ادعى إلى غير أبيه ، وهو يعلم أنه غير أبيه ، فالجنة عليه حرام". (۱/۵۷ ، كتاب الإيمان ، باب بيان حال إيمان من رغب عن أبيه وهو يعلم ، رقم : ۲۲۹ ، سنن أبي داود :ص/۶۹۷، كتاب الأدب ، باب في الرجل ينتمي إلى غير مواليه ، رقم :۵۱۱۵ ، سنن ابن ماجة :ص/۱۸۷، أبواب الحدود ، باب من ادعى إلى غير أبيه أو تولى غير مواليه)

ما في " الزواجر عن اقتراف الكبائر " : أخرج الشيخان من جملة حديث : " ومن ادعى إلى غير أبيه أو انتمى إلى غير مواليه فعليه لعنة الله والملائكة والناس أجمعين لا يقبل الله منه يوم القيامة صرفا ولا عدلا " . (۳/۲۸۰، كتاب النفقات على الزوجات والأقارب والمماليک ، الكبيرة الرابعة بعد الثلاث مائة : تولى الإنسان إلى غير مواليه)

ما في " عون المعبود " : عن سعد بن مالک قال : سمعته أذناى ووعاه قلبى من محمد أنه قال : " من ادّعى إلى غير أبيه وهو يعلم أنه غير أبيه ، فالجنة عليه حرام " .

(ص/۲۱۸۲ ، كتاب الأدب ، باب في الرجل ينتمي إلى غير مواليه ، رقم : ۵۱۱۳)

ما في " الموافقات في أصول الشريعة للشاطبي " : وضع الشرائع إنما هو لمصالح العباد في العاجل والآجل معا .... ومجموع الضروريات خمسة وهي : حفظ الدين والنفس والنسل والمال والعقل .

(۲/۸ – ۱۱ ، كتاب المقاصد ، وفي النوع الأول في بيان قصد الشارع في وضع الشريعة)

(مستفاد: سعادة العلوم فی مبادیات الفنون:ص/۲۷۰،تدوین حدیث، پہلا دور، مدون حدیث ابن شہاب زہری)

بوقتِ سلام ''السلامُ علیکم'' کہنا چاہیے

مسئلہ (۱۶۵): لفظِ سلام ہر جگہ ''السلامُ علیکم'' یا ''سلامٌ علیکم'' ہے، ان کے علاوہ جتنے الفاظ ہیں، وہ سب مسنون سلام نہیں ہیں، اس لیے بوقتِ سلام ''السلامُ علیکم'' کہنا چاہیے۔ بعض لوگ جب سلام کرتے ہیں، تو ''سلامْ علیکم'' کہتے ہیں، یعنی میم پر سکون پڑھتے ہیں، یہ عَرَبی قواعد کے خلاف ہے، بلکہ الفاظِ حدیث کے موافق بھی نہیں، اسی وجہ سے علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: جو شخص ''سلامْ علیکم'' کہے اس کے سلام کا جواب دینا واجب نہیں۔ نیز علامہ کے نزدیک ایسا شخص ناواقف اور جاہل ہے، اس لیے سلام میں ''السلامُ علیکم'' کہنا چاہیے، اور دوسروں کو بھی یہ بتانا چاہیے۔(۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " رد المحتار " : ثم رأيت في الظهيرية : ولفظ السلام في المواضع كلها : السلام عليكم أو سلامٌ عليكم بالتنوين ، وبدون هذين كما يقول الجُهّال لا يكون سلامًا . قال الشرنبلالي في رسالته في المصافحة : ولا يبتدئ بقوله عليك السلام ، ولا بعليكم السلام لما في سنن أبي داود والترمذي وغيرهما بالأسانيد الصحيحة عن جابر بن سليم رضي الله تعالى عنه قال : أتيت رسول الله ﷺ فقلت : عليك السلام يا رسول الله ! قال : " لا تقل عليك السلام ، فإن عليك السلام تحية الموتى " . قال الترمذي : حديث حسن صحيح ، ويؤخذ منه أنه لا يجب الرد على المبتدئ بهذه الصيغة .

(۵۹٦/۹ ، كتاب الحظر والإباحة ، باب الاستبراء وغيره ، ط: بيروت)

ما في " الفقه الإسلامي وأدلته " : ويكره تغيير صيغة السلام المشروعة هكذا بمثل قول بعضهم : " سلام من الله " فذلك بدعة منكرة . (۲٦۸۵/۴) =

غیر مسلم کو نمستے، نمسکار کہنا اور ہاتھ جوڑنا

مسئلہ (۱۶۶): اگر کوئی غیر مسلم کسی مسلمان کو اپنے طریقے پر سلام کرے، اور ایسے الفاظ استعمال کرے، جس میں مشرکانہ معنی نہ ہوں، تو جواب میں اُن ہی الفاظ کو دہرا دینا بہتر ہے، اور اُن کو ملاقات کے موقع پر اُن الفاظ سے مخاطب کیا جاسکتا ہے، جیسا کہ بعض علاقوں میں ہندو بھائی کو ''آداب'' کا جواب ''آداب'' سے دینا، یا ملاقات کے موقع پر اُن کو ''آداب'' کہنا درست ہے، ''نمستے، نمسکار'' جیسے الفاظ غیر اسلامی اور مشرکانہ عقیدے پر مبنی تعبیرات ہیں، اس لیے مسلمانوں کے لیے ایسے الفاظ کا کہنا قطعاً درست نہیں، اور ہاتھ جوڑنا بھی غیر اسلامی طریقہ ہے، نیز حدیث پاک میں غیر مسلموں کو سلام کے جواب میں ''وَعَلَیْکُمْ''، یا ''اَلسَّلامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْھُدیٰ'' کہنے کا ذکر ملتا ہے، اور بوقتِ ضرورت سلام بھی کیا جاسکتا ہے، لیکن سلام میں ''کفر وشرک سے سلامتی'' کا معنی ذہن میں رکھا جائے تو بہتر ہے۔(۱)

=(کفایت المفتی:۹/ ۹۰، مستفاد از: ماہ نامہ دار العلوم دیوبند، ستمبر ۲۰۱۶ء: ص/ ۷-۱۴، الفاظِ سلام کی تعریف وتنکیر، از: مولانا محمد تبریز عالم قاسمی)

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما في '' صحيح البخاري '' : إن عبد الله بن عباس رضي الله تعالى عنهما أخبره ، أن أبا سفيان بن حرب رضي الله تعالى عنه أخبره : أن هرقل أرسل إليه في ركب من قريش : .... بسم الله الرحمن الرحيم ، من محمد عبد الله ورسوله إلى هرقل عظيم الروم : ''سلام علىٰ من اتّبع الهدیٰ'' . (۱/ ۴، ۵، باب بدء الوحي)=

....

....

....

....

....

....

....

....

....

....

....

....

=ما في " مشكوة المصابيح " : عن أنس رضي الله عنه قال : قال رسول الله ﷺ : " إذا سلم عليكم أهل الكتاب فقولوا : " وعليكم " . متفق عليه .

(ص/۳۹۸ ، كتاب الآداب ، باب السلام)

ما في " مرقاة المفاتيح " : قال النووي : " اتفقوا على الرد على أهل الكتاب إذا سلموا " لكن لا يقال لهم : " وعليكم السلام " يعني ولا " عليكم السلام " ، ولا " عليک السلام " بقرينة قوله : بل يقال : " عليكم فقط " أو وعليكم يعني إذا كانوا جماعة ، وأما إذا كان منفردًا فلا يأتي بصيغة الجمع لإبهامه التعظيم ، وإن كان المراد عليكم ما تستحقونه من إرادة التعظيم . (۸/ ۴۶۱ ، كتاب الآداب ، باب السلام ، رقم : ۴۶۳۷)

ما في " رد المحتار " : إذاسلم على أهل الذمة فليقل : " السلام علىٰ من اتبع الهدىٰ " ، وكذلک يكتب في الكتاب إليهم ، وفي التاتارخانية : إذا كتبت إلى يهودي أو نصراني في حاجة فاكتب " السلام على من اتبع الهدى " . (۹/ ۵۹۰ ، كتاب الحظر والإباحة ، فصل في البيع) (کتاب الفتاویٰ:۱/۳۲۴،نمسکار کہنے کا حکم،وایضاً:۱/۳۴۶،غیر مسلم کو نمسکار اور ہاتھ جوڑنا)

(المسائل المہمۃ فیما ابتلت بہ العامۃ:۱/۱۳۷،کتاب الحظر والاباحۃ)

مطالعہ وتکرار میں مشغول کو سلام

مسئلہ (۱۶۷): اگر درس گاہ کے ساتھی طلبہ، یا اساتذہ؛ مطالعہ یا تکرار، یا علمی کام کاج میں مشغول ہوں، تو ان کو سلام نہیں کرنا چاہیے، اور اگر ان کو سلام کیا جائے، تو ان پر جواب دینا بھی واجب نہیں ہے(۱)، جیسا کہ خطیب کے سامع کو سلام نہیں، کیوں کہ وہ سن رہا ہے، اسی طرح کتاب کے پڑھنے والے کو بھی سلام نہیں، کیوں کہ وہ کتاب میں غور وفکر کر رہا ہے۔(۲)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الفتاوى الهندية " : ويكره السلام عند قراءة القرآن جهرًا وكذا عند مذاكرة العلم وعند الأذان والإقامة والصحيح أنه لا يرد في هذه المواضع أيضًا .

(۳۲۵/۵ ، كتاب الكراهية)

ما في " الدر المختار مع الشامية " :

سَلامُکَ مَكرُوهٌ على مَن ستُسمِعُ
ومِن بعدِ ما أبْدَى يُسنُّ ويُشرَعُ
مُصَلٍّ وتالٍ ذاكرٌ ومُحدِّثٌ
خطيبٌ ومَن يُصغِي إليهم ويَسمَعُ
مؤذنٌ أيضاً أو مقيمٌ مدرس
كذا الأجنبياتُ الفتيَّاتُ أمنَعُ

(۲۷۳/۲ ، ۲۷۴ ، كتاب الصلاة ، مطلب المواضع التي يكره فيها السلام ، ط : دار الكتب العلمية بيروت)

ما في " الفتاوى البزازية على هامش الهندية " : مر على من يقرأ القرآن أو يؤذن أو يقيم أو يخطب في الجمعة والعيدين أو على جماعة يشتغلون بالصلاة لا يسلم إلا إذا كان فيهم=

....

= من لا يصلي وكذا في الدرس والاشتغال بفصل القضايا. اهـ . (۳۵۴/٦ ، نوع في السلام)

ما في " البحر الرائق " : ثم اعلم أنه يكره السلام على المصلي والقاري والجالس للقضاء أو البحث في الفقه أو التخلي ، ولو سلم عليهم لا يجب عليهم الرد لأنه في غير محله . كذا ذكر الشارح . (۲/٦ ١ ، كتاب الصلاة، باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها)

(النهر الفائق : ١/٢٧١، تبيين الحقائق : ١/٣٩٥)

(۲) ما في " رد المحتار " : انه يأثم بالسلام على المشغولين بالخطبة أو الصلاة أو قراء ة القرآن أو مذاكرة العلم أو الأذان أو الإقامة ، وأنه لا يجب الرد في الأولين .... ويردون في الباقي لإمكان الجمع بين فضيلتي الرد .... صرح الفقهاء بعدم وجوب الرد في بعض المواضع ... والأستاذ الفقيه إذا سلم عليه تلميذه أو غيره أوان الدرس .

(١/٦١٨ ، ط : سعيد)

ما في " تقريرات الرافعي " : قوله : (ويردون في الباقي) أي على سبيل التخيير لا الوجوب ، ولا يزاد في الرد على وعليكم ، ففي البزازية أول القضاء وهل يسلم ؟ اختلفوا ، ولو سلم عليه أو على المدرس أو المذكر أو القاري خير في الرد فإن رد يقول : وعليكم .

(١/٨٢ ، ط : سعيد)

ما في " حاشية الطحطاوي على الدر المختار " : قوله : ومن بحثوا في العلم ؛ كالذين يطالعون مع بعضهم أو يسألون استفهامًا ... واعلم أنه يكره السلام على المصلي والقاري والجالس للقضاء أو البحث في الفقه أو التخلي ولو سلم عليهم لا يجب عليهم الرد ؛ لأنه في غير محله . (١/٢٦٢)

ما في " الفتاوى الهندية " : ولا يسلم على قوم هم في مذاكرة العلم أو أحدهم وهم يستمعون ، وإن سلم فهو آثم . كذا في التاتارخانية . (٥/٣٢٦)

ما في " الفتاوى البزازية على هامش الهندية " : مر على من يقرأ القرآن ... لا يسلم .... وكذا في الدرس . (٦/٣٥٤ ، نوع في السلام)

(المسائل المہمۃ فیما ابتلت بہ العامۃ :۲/۲۴۱، دورانِ درس سلام کرنا مکروہ ہے، مسئلہ :۲۰۹، فتاویٰ دار العلوم زکریا:۷/ ۴۳۵، ۴۳۶،مطالعہ وتکرار میں مشغول کوسلام کرنے کا حکم، ط:مجلس البحوث والافتاءممبئی)

ریڈیو یا ٹی وی چینل وغیرہ پر سلام کا جواب

مسئلہ (۱۶۸): اگر کوئی شخص ریڈیو سن رہا ہو، یا اسلامی چینل سن رہا ہو، اور اس پر گفتگو کرنے والے کی طرف سے سلام کیا گیا، تو اس کے سلام کا جواب دینا واجب نہیں ہے، البتہ احتیاطاً جواب دے دیا جائے، تو بہتر ہے، کیوں کہ یہ کلمۂ دعائیہ ہے، اور دعا غائبانہ بھی ہوتی ہے۔ (۱)

تقریر ختم ہونے کے بعد مقرر سے مصافحہ

مسئلہ (۱۶۹): جب کوئی واعظ یا مقرر، وعظ وتقریر سے فارغ ہوتا ہے، تو لوگ لائن بنا کر، یا بغیر لائن کے جاتے ہوئے مقرر یا واعظ سے مصافحہ کرتے ہیں، اور اس کو سنت سمجھتے ہیں، جب کہ علمائے کرام کی عبارتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ اولِ ملاقات کے وقت مصافحہ مسنون ہے، تقریر یا وعظ کے بعد مصافحہ

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " شرح رياض الصالحين " : والسلام بمعنى : الدعاء بالسلامة من كل آفة ، فإذا قلت لشخص : السلام عليک ، فهذا يعني إنک تدعو له بأن الله يسلمه من كل آفة : يسلمه من المرض ، من الجنون ، يسلمه من الناس ، يسلمه من المعاصي ، وأمراض القلوب، يسلمه من النار ، فهو لفظ عام ، معناه : الدعاء للمسلَّم عليه بالسلامة من كل آفة . (۲/۱۱۳۷)

ما في " الفتاوى الهندية " : لا يسقط فرض جواب السلام إلا بالإسماع كما لا يجب إلا بالإسماع . كذا في الغياثية . (۵/۳۲۶) (آلاتِ جدیدہ کے شرعی احکام: ص/۱۶۷)

(احسن الفتاویٰ: ۸/ ۱۳۹، و: ۹/ ۱۹، مسائل شتی، امداد الفتاویٰ: ۴/ ۲۷۶)

(فتاویٰ دار العلوم زکریا: ۷/ ۴۳۶، ریڈیو پر سلام کا جواب دینے کا حکم، ط: مجلس البحوث والافتاء ممبئی)

کی کوئی دلیل دستیاب نہیں ، اس لیے یہ عمل قابلِ ترک ہے، ہاں! اگر پہلے مصافحہ نہیں ہوا تھا، یا ہوا تھا اور دوبارہ سنت یا لازم سمجھے بغیر کیا جارہا ہو، تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔(۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " صحيح البخاري " : حدثنا عمرو بن عاصم حدثنا همام عن قتادة قال : قلت لأنس : أكانت المصافحة في أصحاب النبي ﷺ ؟ قال : نعم . (رقم :۶۲۶۳)

ما في " سنن أبي داود " : عن أنس – رضي الله عنه – قال : لما جاء أهل اليمن قال رسول الله ﷺ : " قد جاء كم أهل اليمن " وهم أول من جاء بالمصافحة .

وعن البراء – رضي الله عنه – قال : قال رسول الله ﷺ : " ما من مسلمين يلتقيان فيتصافحان إلا غفر لهما قبل أن يفترقا " .

(۵۲۱/۴ ، رقم :۵۲۱۴ ، ۵۲۱۵ ، باب في المصافحة ، ط : دار الكتاب العربي بيروت)

ما في " مجمع الزوائد " : عن حذيفة بن اليمان – رضي الله عنه – عن النبي ﷺ قال : " إن المؤمن إذا لقي المؤمن فسلم عليه وأخذ بيده فصافحه تناثرت خطاياهما كما تناثرت ورق الشجر " . رواه الطبراني في الأوسط : رقم :۲۴۵. (۷۵/۸ ، باب المصافحة)

ما في " شرح رياض الصالحين " : فهل يسن للرجل إذا لقي أخاه أن يصافحه ؟ نعم يسن له ذلک ؛ لأن هذا من آداب الصحابة رضي الله عنهم كما سأل قتادة أنس بن مالک رضي الله عنه ، وهذا يدل على فضيلة المصافحة إذا لاقاه ، وهذا إذا كان لاقاه لتحدث معه أو ما أشبه ذلک ، أما مجرد الملاقاة في السوق ، فيكفي أن يسلم عليه ، وإذا كنت تقف إليه دائمًا وتتحدث إليه بشيء فصافحه . (۱۱۶۴/۲)

ما في " عمدة القاري " : قال الإمام النووي : المصافحة سنة مجمع عليها عند التلاقي .

(۳۷۷/۱۵ ، باب المصافحة)

ما في " شروح سنن ابن ماجه " : اعلم أن المصافحة سنة عند كل لقاء ومحلها أول الملاقاة.(ص/۲۶۳ ، مرقاة المفاتيح : ۷۴/۹ ، باب المصافحة)=

استقبال میں پھول برسانا

مسئلہ (۱۷۰): مہمانوں کے استقبال میں، یا بارات کی آمد پر پھول برسانا اور ہار پہنانا، غیر اسلامی طریقہ ہے، مسلمانوں کو اس سے پرہیز کرنا چاہیے۔ (۱)

= (فتاویٰ رشیدیہ: ص/ ۶۰۵، مکتبہ رحمانیہ، تسہیل المواعظ: ۱/ ۵۸۵، ط: ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان)
(فتاویٰ دار العلوم زکریا: ۷/ ۴۴۷، ۴۴۸، وعظ کے بعد واعظ سے مصافحہ کا حکم)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " صحيح البخاري " : عن عائشة رضي الله عنها قالت : قال رسول الله ﷺ : " من أحدث في أمرنا هذا ما ليس فيه فهو ردٌّ " . (۱/ ۳۷۱، كتاب الصلح، باب إذا اصطلحوا – الخ، رقم : ۲۶۹۷، و: ص/۴۷۷، احياء التراث العربي بيروت)

(صحيح مسلم : ۲/۷۷، كتاب الأقضية)

(سنن أبي داود : ص/۶۳۵، كتاب السنة، باب في لزوم السنة، رقم : ۴۶۲۲)

(سنن ابن ماجة : ص/۱۳)

(مشكوة المصابيح : ص/۲۷، الإيمان، الاعتصام بالكتاب والسنة، الفصل الأول)

ما في " بذل المجهود " : سواء كان في العمل أو الاعتقاد فهو مردود . (۱۳/۳۳)

ما في " رد المحتار " : البدعة ما أحدث على خلاف الحق المتلقى عن رسول الله ﷺ من علم أو عمل أو حال بنوع شبهة واستحسان، وجعل ديناً قويماً وصراطاً مستقيماً .

(۲/۲۵۶، مطلب البدعة خمسة أقسام)

ما في " كتاب التعريفات للجرجاني " : البدعة : هي الأمر المحدث الذي لم يكن عليه الصحابة والتابعون ولم يكن مما اقتضاه الدليل الشرعي . (ص/۴۷)

(فتاویٰ دار العلوم دیوبند، رقم الفتویٰ: ۵۲۷)

گُٹکھا اور تمبا کو کی سپلائی

مسئلہ (۱۷۱): صوبۂ مہاراشٹر کی سرکار نے صحتِ انسانی کو خراب کردینے والی اشیاء، مثلاً: گُٹکھا، تمبا کو وغیرہ پر پابندی لگائی ہوئی ہے، اُس کے باوجود بعض لوگ اپنی دکانوں پر گُٹکھا، تمبا کو کا مال رکھتے ہیں، یا خفیہ طور پر اُس کی سیلنگ وڈیلیوری کرتے ہیں، اور بسا اوقات علاقے کے پولیس محکمے کو کچھ روپیہ بطورِ رشوت کے بھی دینا پڑتا ہے، شرعاً اس طرح کا کاروبار درست نہیں ہے، اس لیے کہ اس میں قانون کی خلاف ورزی کے ساتھ ساتھ [1]، جان و مال کی عزت وآبرو کی حفاظت کی خلاف ورزی بھی ہے، جو کہ شریعت کے مقاصد میں سے ہے [2]، اور رشوت کے لین دین کا ارتکاب بھی ہوتا ہے، جو کتاب وسنت میں حرام اور گناہِ کبیرہ ہے۔ [3] لہٰذا مسلمانوں کو چاہیے کہ اس طرح کے کاروبار سے خود بھی بچیں، اور اپنی اولاد و متعلقین کو بھی اس سے بچنے کی تاکید وتلقین کریں۔ [4]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الدر المختار مع الشامية " : طاعة الإمام فيما ليس بمعصية فرض . (در مختار) . وفي الشامية : والأصل فيه قوله تعالى : ﴿وأولي الأمر منكم﴾ . [النساء : ۵۹] وقال ﷺ : " اسمعوا وأطيعوا ولو أمر عليكم عبد حبشي أجدع " . وروى " مجدع " . وعن ابن عمر أنه عليه الصلاة والسلام قال : " عليكم بالسمع والطاعة لكل من يؤمر عليكم ما لم يأمركم بمنكر " . ففي المنكر لا سمع ولا طاعة .

(۶/ ۴۱۶ ، كتاب الجهاد ، باب البغاة ، مطلب في وجوب طاعة الإمام)

ما في " الموسوعة الفقهية " : أجمع العلماء على وجوب طاعة أولي الأمر من=

....

....

= الأمراء والحكام ، وقد نقل النووي عن القاضي عياض وغيره هذا الإجماع .

(۳۲۳/۲۸ ، طاعة ، طاعة أولي الأمر)

(۲) ما في " الموافقات في أصول الأحكام للشاطبي " : ومجموع الضروريات خمسة : وهي حفظ الدين ، والنفس ، والنسل، والمال ، والعقل .

(۴/۲ ، كتاب المقاصد ، المسئلة الأولى)

(۳) ما في " القرآن الكريم ": ﴿سمّٰعون للكذب أكّٰلون للسحت﴾ . (المائدة : ۴۲)

ما في " روح المعاني " : عن ابن عمر رضي الله عنهما قال : قال رسول الله ﷺ : " كل لحم نبت من سحت فالنار أولى به " . قيل : يا رسول الله ! ما السحت ؟ قال : " الرشوة في الحكم " . (۲۰۵/۴)

ما في " الجامع الصغير" : " لعن الله الراشي والمرتشي الذي يمشي بينهما " .

(ص/۴۴ ، رقم : ۷۲۵۵)

ما في " جامع الترمذي " : " لعن رسول الله ﷺ الراشي والمرتشي " .

(رقم :۱۳۳۶ ،كتاب الأحكام ، سنن أبي داود : رقم :۳۵۸۰ ، كتاب الأقضية ، باب كراهية الرشوة ، سنن ابن ماجه : رقم : ۲۳۱۳ ، كتاب الأحكام ، باب التغليظ في الرشوة)

ما في " أحكام القرآن للجصاص " : ولا خلاف في تحريم الرشا على الأحكام ؛ لأنه في السحت الذي حرّمه الله في كتابه ، واتفقت الأمة عليه ، وهي محرمة على الراشي والمرتشي . اهـ . (۵۴۱/۲ ، سورة المائدة ، باب الرشوة)

ما في " سبل السلام شرح بلوغ المرام للصنعاني " : الرشوة حرام بالإجماع سواء كانت للقاضي أو للعامل على الصدقة أو لغيرهما .

(۱۴۷۱/۴ ، الرشوة للقاضي والهدية ، المال المأخوذ ظلمًا : ۴۰۸/۱)

(۴) ما في " القرآن الكريم " : ﴿يآ أيها الذين اٰمنوا قوآ أنفسكم وأهليكم نارًا وقودها الناس والحجارة﴾ . (سورة التحريم :۶) وقوله تعالى : ﴿وأنذر عشيرتك الأقربين﴾ .

(سورة الشعراء :۲۱۴)=

....

....

....

....

....

....

....

....

....

....

....

....

....

=ما في " صحيح البخاري " : وقال مجاهد : ﴿قوآ أنفسكم وأهليكم﴾ أوصوا أنفسكم وأهليكم بتقوى الله وأدّبوهم . (ص/۹۰۰ ، كتاب التفسير ، باب قوله : أن تتوبا إلى الله فقد صغت قلوبكما ، ط : بيروت)

ما في " صحيح البخاري " : عن عبد الله بن عمر – رضي الله عنهما – يقول : سمعت رسول الله ﷺ يقول : " كلكم راع ، وكلكم مسؤول عن رعيته ، الإمام راع ومسؤول عن رعيته ، والرجل راع في أهله وهو مسؤول عن رعيته ، والمرأة راعية في بيت زوجها ومسؤولة عن رعيتها ، والخادم راع في مال سيده ومسؤول عن رعيته " .

(ص/۱٦۹ ، رقم :۸۹۳ ، كتاب الجمعة ، باب الجمعة في القرى والمدن ، ط : بيروت)

(صحيح مسلم :۲/۱۲٦ ، رقم : ۱۸۲۹ ، كتاب الإمارة ، باب فضيلة الإمام العادل وعقوبة الجائر والحث على الرفق بالرعية الخ ، ط : بيروت)

(مستفاد از: فتاویٰ دار العلوم دیوبند، رقم الفتویٰ:٦۱۹۵۷)

عورتوں کا الیکشن میں اُمیدوار بننا

مسئلہ (۱۷۲): عورتوں کا الیکشن میں بطورِ اُمیدوار کھڑا ہونا مستحسن (اچھی بات) نہیں، کیوں کہ اس میں ضروریاتِ شرعیہ کی رعایت کے ساتھ کونسل یا اسمبلی کی شرکت عورتوں کے لیے متعذر (دشوار) ہے[۱]، لیکن اگر ضروریاتِ شرعیہ کی رعایت کے ساتھ کونسل یا اسمبلی کی شرکت ممکن ہو، تو اس میں کوئی حرج نہیں ہونا چاہیے۔[۲]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " فقهي فكري واصلاحي مقالات ومضامين" : ''[ب]: بطور امیدوار کھڑا ہونا عورتوں کے لیے مستحسن نہیں ہے، کیوں کہ اس میں ضروریاتِ شرعیہ کی رعایت کے ساتھ کونسل یا اسمبلی کی شرکت عورتوں کے لیے متعذر رہے، لیکن اگر ضروریاتِ شرعیہ کی رعایت کے ساتھ کونسل یا اسمبلی کی شرکت ممکن ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں ہونا چاہیے۔'' (ص/۲۲۴، جوابات بابت ووٹ، اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا، مقالہ: ۲۰۱۳ء)

(کفایت المفتی: ۹/ ۳۴۹، کتاب السیاسیات، ط: دارالاشاعت کراچی)

(۲) ما في " القواعد الفقهية لعلي أحمد الندوي " : " الحكم إذا ثبت بعلة زال بزوالها " . (ص/۱۸۸)

ما في " نور الأنوار مع قمر الأقمار " : فأينما وجدت العلة وجدت الحرمة . (ص/۱۵۳)

ما في " أحسن الحواشي على هامش أصول الشاشي " : يدار الحكم على تلك العلة. [أصول الشاشي] قوله : (على تلك العلة) أي يدار الحكم على تلك العلة وجودًا وعدمًا ، يعني يوجد حكم النص عند وجوده وينعدم عند عدمه .

(ص/۴۷ ، مبحث الثاني بدلالة النص)

پٹاخے پھوڑنا اور آتش بازی کرنا شرعاً ناجائز و منع ہے!

مسئلہ (۱۷۳): بہت سے مسلمان برادرانِ وطن کے مشہور مذہبی تہوار؛ دیوالی کے موقع پر، اُن کی دیکھا دیکھی پٹاخے پھوڑتے ہیں، آتِش بازی کرتے ہیں، شرعاً یہ عمل ناجائز وحرام ہے[۱]، اِس لیے کہ پٹاخے پھوڑنا، آتش بازی کرنا، برادرانِ وطن کی مذہبی پہچان اور اُن کے کفریہ اُمور میں داخل ہیں، اور ہم مسلمانوں کو دیگر قوموں کے مذہبی اُمور میں شرکت سے سختی کے ساتھ منع کیا گیا ہے، یہاں تک کہ اس شرکت کی وجہ سے آدمی اُنہی میں سے ہوجاتا ہے، اور اُن کے عمل کو پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھنے سے شریکِ عمل قرار پاتا ہے، جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: ''جو شخص کسی قوم کے اجتماع کو اپنی شرکت کے ذریعہ بڑھائے، وہ اُنہی میں سے ہے، اور جو شخص کسی قوم کے عمل سے خوش ہو، وہ اس عمل میں اُن کا برابر کا شریک ہے۔''[۲]- نیز پٹاخے پھوڑنے اور آتِش بازی کرنے میں؛ جان، مال[۳] اور وقت کو ضائع کرنا[۴]، غیروں سے مشابہت[۵]، اور دوسروں کو تکلیف دینا بھی پایا جاتا ہے[۶]، جب کہ یہ تمام اُمور شرعِ اسلامی میں منع ہیں، لہٰذا! ہم مسلمانوں کو چاہیے کہ اِن لغویات وفضولیات سے پوری طرح پرہیز کریں، اور زندگی کے ہر شعبے میں شریعتِ اسلامیہ کو نافذ کریں، کہ یہی ہمارے دین وایمان اور موجودہ ملکی حالات کا تقاضا ہے۔

الحجة علی ما قلنا :=

. . . .

=(۱) ما في " أحكام القرآن للتهانوي " : واللعب بالناريات [آتشبازي] وأمثالها فإنها كلها لو لم يتضمن معاصي ومنكرات لا تخلو عنها عادة فهي في نفسها من اللهو المجرد الذي وقع الإجماع على تحريمه أو كراهته . (۲۰۲/۳ ، سورة لقمان :۴)

ما في " كتاب الفتاوى " : ''دیوالی اور کسی تہوار کے موقعہ سے پٹاخے چھوڑنا اِسراف اور دوسروں کے لیے تکلیف کا باعث ہونے کی وجہ سے جائز نہیں۔''

(۲۳۳/۴، مسجد کی مُلکی/ دکان میں پٹاخے اور گانے، و:۲۰۳/۵، پتنگوں اور پٹاخوں کی تجارت)

ما في " فتاوی رحیمیه " : ''آتش بازی میں اپنے مال کو ضائع کرنا ہے، جو یقیناً فضول خرچی ہے، اور قرآن مجید میں فضول خرچی کرنے والوں کو شیطان کا بھائی کہا گیا ہے، ارشادِ خداوندی ہے: ﴿إن المبذرين كانوآ اخوان الشيطين وكان الشيطٰن لربه كفورًا﴾ .''بے موقع اُڑانے والے شیطان کے بھائی ہیں، اور شیطان اپنے پروردگار کا بڑا ناشکرا ہے۔'' (۲۰۴/۹، آتش بازی کی تجارت کرنا کیسا ہے؟)

ما في " حاشية فتاوى محمودیه " : ''آتش بازی میں مال فضول اور بے محل صرف ہوتا ہے، اور قرآن کریم میں مال کے فضول اُڑانے والوں کو شیطان کا بھائی قرار دیا گیا ہے، نیز دین ودنیا کا فائدہ نہ ہونے کی وجہ سے بھی یہ ممنوع اور ناجائز ہے۔'' (۱۳۵/۱۶، باب البیع الباطل والفاسد الخ، آتش بازی بنانا اور اس کی تجارت کرنا)

(۲) ما في " القرآن الكريم " : ﴿ولا تركنوآ إلى الذين ظلموا فتمسكم النار وما لكم من دون الله من أوليآء ثم لا تنصرون﴾ . ''مت جھکو ان کی طرف جو ظالم ہیں پھر تم کو لگے گی آگ اور کوئی نہیں تمہارا اللہ کے سوا مددگار پھر کہیں مدد نہ پاؤ گے۔'' (سورۃ ہود:۱۱۳)

ما في " الجامع لأحكام القرآن للقرطبي " : آیت میں ظالموں سے مشرک، فاسق وفاجر اور خدا کے نافرمان بندے مراد ہیں، اور میلان وجھکاؤ کا مطلب، ان سے محبت ان کی اطاعت اور ان کے اعمال سے رضامندی ہے۔ (۱۰۸/۵)

ما في " كنز العمال " : " من كثر سواد قوم فهو منهم ومن رضي عمل قوم كان شريكًا في عمله " . ''جو شخص کسی قوم کے اجتماع کو اپنی شرکت کے ذریعہ بڑھائے وہ انہی میں سے ہے، اور جو کسی قوم کے عمل سے خوش ہو وہ اس عمل میں ان کا برابر کا شریک ہے۔'' (۱۱/۹، حدیث:۲۴۷۳۰)

(۳) ما في " الموافقات في أصول الأحكام للإمام الشاطبي " : ومجموع الضروريات خمسة ، وهي حفظ الدين والنفس والنسل والمال والعقل . =

....

=(۲/۴ ، کتاب المقاصد ، المسئلة الأولى)

(۴) ما في " صحيح البخاري " : وعن المغيرة بن شعبة قال : قال النبي ﷺ : " إن اللّٰه حرّم عليكم عقوق الأمهات ، ووأد البنات ، ومنعًا وهات ، وكره لكم قيل وقال ، وكثرة السؤال ، وإضاعة المال " . (۱/۳۲۴ ، رقم : ۲۴۰۸ ، كتاب في الاستقراض وأداء الديون والحجر الخ ، باب ما ينهى عن إضاعة المال ، صحيح مسلم : ۷۶/۲ ، كتاب الأقضية)

ما في " صحيح البخاري " : قوله عليه السلام : " نعمتان مغبون فيهما كثير من الناس؛ الصحة والفراغ " .

(۹۴۹/۲ ، كتاب الرقاق ، جامع الترمذي : ۵۶/۲ ، كتاب الزهد ، رقم : ۲۳۰۴)

ما في " فتح الباري لإبن حجر " : فإن من لا يستعملهما فيما ينبغي فقد غبن . (۲۷۶/۱۱)

ما في " جامع الترمذي " : لا تزول قدما عبد حتى يسأل عن عمره فيما أفناه ، وعن عمله فيما فعل ، وعن ماله من أين اكتسبه ، وفيما أنفقه ، وعن جسمه فيما أبلاه " .

(۶۷/۲ ، أبواب صفة القيامة)

ما في " الألعاب الرياضية " : يقول الدكتور يوسف القرضاوي حفظه اللّٰه : والحق أن السفه في إنفاق الأوقات أشد خطراً من السفه في إنفاق الأموال ....؛ لأن المال إذا ضاع قد يعود ، والوقت إذا ضاع لا عوض له . (ص/۳۲۰ ، ط : دارالنفائس الأردن)

(۵) ما في " سنن أبي داود " : عن ابن عمر قال : قال رسول اللّٰه ﷺ : " من تشبه بقوم فهو منهم " . (ص/۵۵۹ ، كتا ب اللباس ، باب لباس الشهرة)

ما في " بذل المجهود " : قال القاري : من شبه نفسه بالكفار مثلاً في اللباس وغيره أو بالفساق أو الفجار أو بأهل التصوف والصلحاء والأبرار فهو منهم أي في الإثم أو الخير عند اللّٰه تعالى . (۵۹/۱۲ ، مرقاة المفاتيح : ۲۲۲/۸، كتاب اللباس والزينة)

ما في " شرح الطيبي " : قوله : (من تشبه بقوم) هذا عام في الخلق والخلق والشعار وإذا كان الشعار أظهر في التشبه . (۲۳۲/۸، حديث : ۴۳۷۴)

(۶) ما في " القرآن الكريم " : ﴿والذين يؤذون المؤمنين والمؤمنٰت بغير ما اكتسبوا فقد احتملوا بهتانا وإثما مبينا﴾ . (سورة الأحزاب : ۵۸)=

زخموں پر ''نمک'' پاشی

مسئلہ (۱۷۴): آج کل وطنِ عزیز کچھ عجیب سی بے چینی وکشمکش کی حالت سے گزر رہا ہے، جہاں ایک طرف، لوگوں کے پاس روپئے پیسے ہوتے ہوئے بھی، وہ اپنی ضرورتوں کو کشادہ دِلی کے ساتھ پورا کرنے سے قاصر ہیں، اور بینکوں اوراے ٹی ایم مشینوں سے نئی نوٹیں حاصل کرنے کے لیے لمبی لمبی قطاریں لگارہے ہیں، وہیں دوسری طرف، بعض وہ افراد جنہیں ملک کے بازاروں پر کنٹرول ودست رَس حاصل ہے، مختلف افواہیں پھیلاکر، بے چینی وکشمکش کی اِس آگ کو ہوا دینے میں لگے ہوئے ہیں، اور سستی اشیائے ضرورت کو مہنگے داموں میں فروخت کرکے، ناجائز نفع خوری کو سنہرا موقع (Golden Chance) سمجھ رہے ہیں، ملک کے حالات بھی چوں کہ کچھ ایسے ہوچکے ہیں کہ ہر خبر اَفواہوں کے دوش پر، مِنٹوں اور سکنڈوں میں، پورے ملک میں گردِش کرنے لگتی ہے، چند روز قبل کی بات ہے، یہ خبر عام ہوگئی کہ ''نمک'' کی شدید قلت پیدا ہوگئی ہے،

=ما في '' تفسير القرطبي '' : قال القرطبي رحمه الله تعالى : '' أذية المؤمنين والمؤمنات هي أيضًا بالأفعال والأقوال القبيحة '' . (۲۴۰/۱۴)

ما في '' روح المعاني '' : أي ما يفعلو ن بهم ما يتأذون به من قول أو فعل . (۱۲٦/۱۲)

ما في '' صحيح البخاري '' : عن عبد الله بن عمرو رضي الله عنهما ، عن النبي ﷺ قال : '' من سلم المسلمون من لسانه ويده '' ... الحديث . (٦/۱ ، كتاب الإيمان)

ما في '' الموسوعة الفقهية '' : الأذى حرام وتركه واجب بالاتفاق . (۳۵٦/۲ ، أذى)

(المسائل المہمۃ فیما ابتلت بہ العامۃ: ۲۸۱/۹، مسئلہ نمبر: ۱۸۲، دیوالی کے موقع پر آتش بازی وپٹاخے)

جس کی وجہ سے اُس کے دام میں کئی گُنا اِضافہ ہونے والا ہے، پھر کیا تھا- لوگوں نے کرانہ دکانوں کا رُخ کیا، اور دس روپیہ فی کلو والا ''نمک'' طلب کے زیادہ ہونے کی وجہ سے کئی گُنا زائد قیمت سے فروخت ہوا، جب کہ اِس طرح کی افواہیں پھیلانا، جس سے ملک بد اَمنی وانتِشار کا شکار ہو، اور مال ودولت کے پُجاریوں کو-غریبوں محتاجوں کے خون چُوسنے کا موقع مُیسَّر ہو، شرعاً ناجائز وحرام ہے، کیوں کہ بلا تحقیق وبلا دلیل کسی بات کو آگے چلتی کردینا ''اَفواہ'' ہے، اور ایسی ''افواہ'' جس سے عام لوگوں کو ضرر پہنچتا ہو، انتہائی سنگین اور بڑا گُناہ ہے (۱)، اِس لیے لوگوں کو چاہیے کہ موجودہ حالات میں- بلا تفریقِ مذہب وملّت- ہر کسی کے ساتھ حُسنِ اخلاق وانسانیت کا معاملہ کریں، افواہوں پر دھیان نہ دیں، اور افواہ پھیلانے والوں کو شرعی وقانونی ''مجرم'' سمجھ کر، سیکوریٹی ایجنسیوں کے حوالے کردیں، یا اُنہیں اِس طرح کے افراد سے باخبر کریں، کہ اِسی میں ملک اور اہلِ ملک کی خیر وبھلائی ہے۔

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿إذ تلقّونه بألسنتكم وتقولون بافواهكم ماليس لكم به علم وتحسبونه هيِّنًا وهو عند الله عظيم﴾ . (سورة النور :۱۵)

ما في " معارف القرآن " : ''تلقی'' کا مفہوم یہ ہے کہ ایک دوسرے سے بات پُوچھے اور نقل کرے، یہاں بات کو سُن کر بے دلیل اور بلا تحقیق آگے چلتی کردینا مُراد ہے۔ ''وتحسبونه هينا وهو عند الله عظيم'' یعنی تم تو اس کو معمولی بات خیال کرتے تھے، کہ ہم نے جیسا سنا ویسا دوسرے سے نقل کردیا، مگر وہ اللہ کے نزدیک بہت بڑا گناہ تھا کہ بے دلیل اور بے تحقیق ایسی بات کو چلتا کردیا، جس سے دوسرے مسلمان کو سخت ایذا ہو، اُس کی رُسوائی ہو، اور اُس کے لیے زندگی دُوبھر ہوجائے۔'' (۳۷۹/۶، سورۂ نور، آیت نمبر:۱۵، تفسیر سمرقندی:۴۳۲/۲، سورۂ نور)=

....

....

....

....

=ما في " القرآن الكريم " : ﴿يآ أيها الذين اٰمنوا إن جآء كم فاسقٌ بنبأٍ فتبيّنوا أن تُصيبوا قومًا بجهالةٍ فتُصبِحُوا على ما فعلتم نٰدمين﴾ . (سورة الحجرات :٦)

ما في " أحكام القرآن للجصاص " : قال أبو بكر : مقتضى الآية إيجاب التثبت في خبر الفاسق ، والنهي عن الإقدام على قبوله ، والعمل به ، إلا بعد التبيُّن ، والعلم بصحة مخبره .

(۵۳۰/۳)

ما في " صحيح مسلم " : عن أبي هريرة قال : قال رسول اللّٰه ﷺ : " كفى بالمرء كَذبًا أن يحدّث بكل ما سمع " .

(۱/۹، مقدمة ، باب [۳] باب النهي عن الحديث بكل ما سمع ، رقم :۵)

ما في " المنهاج شرح صحيح مسلم بن الحجاج " : وأما معنى الحديث والآثار التي في الباب ، ففيها الزجر عن التحديث بكل ما سمع الإنسان ، فإنه يسمع في العادة الصدق والكذب ، فإذا حدث بكل ما سمع فقد كذب لإخباره بما لم يكن .

(۱/۲۳۴ ، تحت رقم : ۹)

ما في " مرقاة المفاتيح " : يعني لو لم يكن للمرء كذب إلا تحديثه بكل ما سمع من غير تيقن أنه صدق أم كذب ، لَكفاه من الكذب أن لا يكون بريئًا منه ، وهذا زجر عن التحديث بشيء لم يعلم صدقه ، بل على الرجل أن يبحث في كل ما سمع خصوصًا في أحاديث النبي ﷺ . (۱/۳۵۸ ، كتاب الإيمان ، باب الاعتصام بالكتاب والسنة ، تحت رقم : ۱۵۶ ، صحيح البخاري : ۱/۲۱ ، كتاب العلم ، باب إثم من كذب على النبي ﷺ ، رقم : ۱۰۷)

ما في " الأصول والقواعد للفقه الإسلامي " : الْعِبْرَةُ لِعُمُوْمِ الَّلفُظِ لا لِخُصُوْصِ السَّبَبِ .

(ص/۲۰۴ ، قاعده :۱۹۵ ، جمهرة القواعد الفقهية :۲/۷۷۸ ، مادة : ۱۱۶۴)

(القواعد الكلية والضوابط الفقهية :ص/۲۹۲)

فیس بُک یا واٹس ایپ وغیرہ پر تصویر اَپ لوڈ کرنا

مسئلہ (۱۷۵): آج کل فیس بُک اور واٹس ایپ وغیرہ عام ہے، اور اس میں لوگ اپنی تصاویر چسپاں کرتے ہیں، پھر ان کے دوست احباب فرینڈ لسٹ والے ''ماشاء اللہ'' وغیرہ کے الفاظ لکھتے ہیں، شرعاً یہ دونوں عمل درست نہیں ہیں، کیوں کہ بغیر سخت ضرورت کے جاندار کی تصاویر بنانا، اور فیس بُک میں ڈالنے کے لیے اپنی تصاویر بنانا شرعی ضرورت میں سے نہیں ہے، لہٰذا فیس بُک میں اپنی تصاویر چسپاں کرنا، ناجائز ومنع ہے، اور پھر ان تصاویر پر تبصرہ کرنا، اور ''ماشاء اللہ'' وغیرہ کے الفاظ کہنا، یہ بھی ناجائز وگناہ ہے۔ (۱)

الحجة على ما قلنا :

(١) ما في '' صحيح البخاري '' : [عن] عبد الله قال : سمعت النبي ﷺ يقول : '' إن أشد الناس عذاباً عند الله المصورون '' . (٨٨٠/٢ ، كتاب اللباس ، باب عذاب المصورين يوم القيامة ، صحيح مسلم : ٢٠١/٢ ، كتاب اللباس ، باب تحريم صورة الحيوان)

ما في '' شرح النووى على هامش مسلم '' : قال أصحابنا وغيرهم من العلماء : تصوير صورة الحيوان حرام شديد وهو من أكبر الكبائر ، لأنه متوعد عليه بهذا الوعيد الشديد المذكور في الحديث ، وسواء صنعه بما يمتهن أو بغيره ، فصنعته حرام بكل حال ، لأن فيه مضاهاة لخلق الله تعالى ، وسواء كان في ثوب أو بساط أو درهم أو دينار أو فلس أو إناء أو حائط أو غيرها . (١٩٩/٢، كتاب اللباس ، فتح الباري : ٤٧١/١٠ ، باب عذاب المصورين ، مرقاة المفاتيح : ٣٢٣/٨ ، كتاب اللباس ، باب التصوير ، الفصل الأول ، رد المحتار :٤١٦/٢ ، كتاب الصلاة ، باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها ، مطلب : إذا تردّد الحكم بين سنة وبدعة كان ترك السنة أولى ، البحر الرائق : ٤٨/٢ ، ٤٩)

ما في '' المعجم الكبير للطبراني '' : وعن ابن عباس قال : سمعت رسول الله ﷺ=

....

....

....

....

....

....

....

....

....

....

....

....

=يقول : " لا تدخل الملا ئكة بيتا فيه صورة تمثال ، والمصورون يعذبون يوم القيامة في النار ، يقول لهم الرحمٰن : قوموا إلى ما صورتم ، فلا يزالون يعذبون حتّٰى تنطق الصورة ولا تنطق " . (۱۱/۱۵۷ ، رقم : ۱۱۴۷۸، مجمع الزوائد :۲۲۶/۵ ، كتاب اللباس ، باب ما جاء في التماثيل والصور ، رقم :۸۸۹۵)

ما في " الجامع لأحكام القرآن للقرطبي " : يدل على المنع من تصوير شيء أي شيء كان. (۲۷۴/۱۲)

ما في " الدر المختار مع الشامية " : لا تمثال إنسان أو طير . (در مختار) . وفي الشامية: قال الشامي رحمه اللّٰه تحت قوله : (أو طير) لحرمة تصوير ذي الروح .
(۵۱۹/۹ ، كتاب الحظر والإباحة ، فصل في اللبس)

ما في " الموسوعة الفقهية " : يحرم تصوير ذوات الأرواح مطلقاً ، أي سواء أكان للصورة ظلّ أو لم يكن ، وهو مذهب الحنفية والشافعية والحنابلة . (۱۰۳/۱۲)

(فتاویٰ بنوریہ، رقم الفتویٰ: ۶۰۴۵)

غیر مستحق کا اسکالرشِپ/Scholarship(وظیفہ)لینا

مسئلہ(۱۷۶): اِسکالرشپ/Scholarship) وغیرہ کے نام سے جو وظائف جاری کیے جاتے ہیں، وہ صرف مستحقین کے لیے جائز ہوتے ہیں،سب کے لیے نہیں،اور مستحق صرف وہ لوگ ہوتے ہیں جو اسکالرشپ جاری کرنے والے ادارے کی طرف سے مقررہ ومتعینہ تمام شرائط پر پورے اُترتے ہوں، اور جو لوگ شرائط پورے نہ کرتے ہوں، اُن کا جھوٹ بول کر اپنے نام اسکالرشپ جاری کرانا اور ان کا اسکالرشپ لینا جائز نہیں(۱)، اور ایسے لوگوں کو اسکالرشپ کے نام سے جو رقم ملے گی، وہ ان کے لیے جائز نہ ہوگی، اور اگر کسی نے مسئلہ نہ جاننے کی وجہ سے غیر مستحق ہونے کے باوجود اپنے لیے اسکالرشپ جاری کرالی،تو مسئلہ معلوم ہونے کے بعد فوراً بند کرادے،اوراس وقت تک جو رقم وصول کی ہو، وہ بلانیتِ ثواب غریبوں کو دیدے،اور اگر یک مشت ساری رقم ادا کرنے کی استطاعت نہ ہو،تو اس مد میں وصول کی ہوئی ساری رقم آہستہ آہستہ، حسبِ سہولت تھوڑی تھوڑی رقم کر کے، بلانیتِ ثواب غریبوں کو دیدے۔(۲)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " سنن أبي داود " : عن سفيان بن أسيد الحضرمي قال : سمعت رسول الله ﷺ يقول : " كبرت خيانة أن تحدث أخاك حديثًا هو لک به مصدق وأنت له به كاذب".

(ص/۶۷۹ ، كتاب الأدب ، باب في المعاريض ، ط : قديمي)

ما في " صحيح البخاري " : عن أبي هريرة عن النبي ﷺ قال : " آية المنافق ثلاث؛=

....

....

....

= إذا حدّث كذب ، وإذا وعد أخلف ، وإذا اؤتمن خان " . (۱/ ۱۰)

ما في " جامع الترمذي " : عن أنس عن النبي ﷺ في الكبائر قال : " الشرك بالله ، وعقوق الوالدين ، وقتل النفس ، وقول الزور " . (۱/ ۲۲۹)

ما في " الموسوعة الفقهية " : الكذب لغة : الإخبار عن الشيء بخلاف ما هو ، سواء فيه العمد والخطأ ، ولا يخرج اصطلاح الفقهاء عن المعنى اللغوي .... الأصل في الكذب – أنه حرام بالكتاب والسنة وإجماع الأمة ، وهو من أقبح الذنوب وفواحش العيوب . اهـ . (۳۴/ ۲۰۴ ، ۲۰۵ ، كذب ، الحكم التكليفي)

ما في " تقريرات الرافعي – تكملة رد المحتار " : لا فرق بين الكذب بالكتابة أو التكلم .
(۱/ ۱۵۹ ، ط: زكريا ديوبند)

(۲) ما في " رد المحتار " : والحاصل أنه إن علم أرباب الأموال وجب ردّه عليهم ، وإلا فإن علم عين الحرام لا يحلّ له ، ويتصدق به بنية صاحبه . (۷/ ۳۰۱ ، كتاب البيوع ، مطلب فيمن ورث مالا حراما ، الموسوعة الفقهية : ۳۹/ ۴۰۷ ، الكسب الناشي عن الميسر ، الفتاوى الهندية : ۵/ ۳۴۹ ، كتاب الكراهية ، الباب الخامس عشر في الكسب)

ما في " بذل المجهود " : صرح الفقهاء بأن من اكتسب مالاً بغير حق ، فأما إذا كان عند رجل مال خبيث ، فأما إن ملكه بعقد فاسد أو حصل له بغير عقد ولا يمكنه أن يرده إلى مالكه، ويريد أن يدفع مظلمة عن نفسه ، فليس له حيلة إلا أن يدفعه إلى الفقراء .
(۱/ ۳۵۹ ، كتاب الطهارة)

ما في " الموسوعة الفقهية " : الواجب في الكسب الخبيث ، وهو تفريغ الذمة منه برده إلى أربابه إن علموا ، وإلا إلى الفقراء . (۳۹/ ۴۰۷ ، الكسب الناشي عن الميسر، كذا في الفتاوى الهندية : ۵/ ۳۴۹ ، كتاب الكراهية ، الباب الخامس عشر في الكسب)

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند، رقم الفتویٰ: ۱۴۳۷۵)

آل آؤٹ یا گوڈ نائٹ کے ذریعہ مچھروں کو مارنا

مسئلہ (۱۷۷): مچھر موذی؛ یعنی تکلیف دینے والے حشرات الارض میں سے ہے، اگر اس کے ڈنک کی تکلیف سے کسی طرح بچنا ممکن نہ ہو، تو اُن کو مارنے کے لیے گھروں اور آفسوں وغیرہ میں آل آؤٹ یا گوڈ نائٹ اگر بتی وغیرہ کا استعمال کیا جاسکتا ہے، اس لیے کہ موذی حشرات الارض کا قتل مباح ہے، اور وہ خود اُس کی زد میں آکر مرتے رہتے ہیں، یا غشی کھا کر گرجاتے ہیں۔[1]

الحجة على ما قلنا :

(١) ما في " سنن أبي داود " : عن عبد الرحمن بن عبد الله عن أبيه قال : كنا مع رسول الله ﷺ في سفر فانطلق لحاجته .... ورأى قرية نمل قد حرقناها فقال : من حرق هذه ؟ قلنا : نحن ؛ قال : " إنه لا ينبغي أن يعذب بالنار إلا رب النار " .

(ص/٣٦٢ ، ٣٦٣ ، كتاب الجهاد ، باب في كراهية حرق العدو بالنار ، صحيح البخاري : ص/٥٢٦ ، رقم :٢٩٥٤ ، كتاب الجهاد والسير ، باب التوديع : ١٠٧ ، ط: احياء التراث ، مشكوة المصابيح :ص/٣٠٧ ، كتاب القصاص ، باب قتل الردة والسعاة بالفساد)

ما في " الفتاوى الهندية " : وإحراق القمل والعقرب بالنار مكروه .

(٥/ ٣٦١ ، كتاب الكراهية ، الباب الحادي والعشرون)

ما في " فتاوى دار العلوم ديوبند " : البعوض من الحشرات المؤذية كما لا يخفى على أحد . وإن لم يمكن الاحتراز من لسعها بوجه من الوجوه يباح للناس أن يحرقوها بالتيار الكهربائي ؛ لأن قتل الحشرات المؤذية مباح ، ولكن قال أهل التجربة لا يفيد هذا العمل في التحريق ؛ لأن البعوض لا تتحرق بالتيار الكهربائي ولا تموت بل يطرأ عليها الضغطة والسكتة والإغماء من الشعاع الكهربائي . والله تعالى أعلم .

(رقم الفتوى : ١٠٠ ، اون لائن نيت)

(المسائل المهمۃ فیما ابتلت بہ العامۃ:۴/ ۲۴۷،بجلی کے کرنٹ والی مشین سے مچھروں کو مارنا،مسئلہ:۲۱۸،طبع دوم)

تصویردار کھلونوں کی خرید فروخت

مسئله (۱۷۸): ٹڈی، بھالو، شیر اور بلی وغیرہ کی شکل کے جو کھلونے مارکیٹ میں فروخت ہوتے ہیں، ان میں تصویر محض ضمنی وتبعی نہیں ہوتی، بلکہ اصل وبنیادی ہوتی ہے[۱]، اس لیے راجح ومفتیٰ بہ قول کے مطابق ایسے کھلونوں کی خرید وفروخت درست نہ ہوگی، مسلمانوں کو ایسے کاروبار سے بچنا چاہیے۔[۲]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " صحيح البخاري " : [عن] عبد الله قال : سمعت النبي ﷺ يقول : " إن أشد الناس عذاباً عند الله المصورون " . (۸۸۰/۲ ، كتاب اللباس ، باب عذاب المصورين يوم القيامة ، صحيح مسلم : ۲۰۱/۲ ، كتاب اللباس ، باب تحريم صورة الحيوان)

ما في " شرح النووى على هامش مسلم " : قال أصحابنا وغيرهم من العلماء : تصوير صورة الحيوان حرام شديد وهو من أكبر الكبائر ، لأنه متوعد عليه بهذا الوعيد الشديد المذكور في الحديث ، وسواء صنعه بما يمتهن أو بغيره ، فصنعته حرام بكل حال ، لأن فيه مضاهاة لخلق الله تعالى ، وسواء كان في ثوب أو بساط أو درهم أو دينار أو فلس أو إناء أو حائط أو غيرها . (۱۹۹/۲ ، كتاب اللباس ، فتح الباري : ۴۷۱/۱۰ ، باب عذاب المصورين ، مرقاة المفاتيح : ۳۲۳/۸ ، كتاب اللباس ، باب التصوير ، الفصل الأول ، رد المحتار : ۴۱۶/۲ ، كتاب الصلاة ، باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها ، مطلب : إذا تردّد الحكم بين سنة وبدعة كان ترك السنة أولى ، البحر الرائق : ۴۸/۲ ، ۴۹)

ما في " المعجم الكبير للطبراني " : وعن ابن عباس قال : سمعت رسول الله ﷺ يقول : " لا تدخل الملا ئكة بيتا فيه صورة تمثال ، والمصورون يعذبون يوم القيامة في النار ، يقول لهم الرحمٰن : قوموا إلى ما صورتم ، فلا يزالون يعذبون حتىّٰ تنطق الصورة ولا تنطق " .

(۱۵۷/۱۱ ، رقم : ۱۱۴۷۸ ، مجمع الزوائد : ۲۲۶/۵ ، كتاب اللباس ، باب ما جاء في التماثيل والصور ، رقم : ۸۸۹۵)=

....

....

....

....

....

=ما في " الجامع لأحكام القرآن للقرطبي " : يدل على المنع من تصوير شيء أي شيء كان . (۲۷۴/۱۲)

ما في " الدر المختار مع الشامية " : لا تمثال إنسان أو طير . (در مختار) . وفي الشامية : قال الشامي رحمه الله تحت قوله : (أو طير) لحرمة تصوير ذي الروح .

(۵۱۹/۹ ، كتاب الحظر والإباحة ، فصل في اللبس)

ما في " الموسوعة الفقهية " : يحرم تصوير ذوات الأرواح مطلقاً ، أي سواء أكان للصورة ظلّ أو لم يكن ، وهو مذهب الحنفية والشافعية والحنابلة . (۱۰۳/۱۲)

(۲) ما في " صحيح البخاري " : عن سعيد بن أبي الحسن قال : كنت عند ابن عباس إذ أتاه رجل فقال : يا عباس ! إني انسان ، إنما معيشتي من صنعة يدي ، وإني أصنع هذه التصاوير، فقال ابن عباس : لا أحدثك إلا ما سمعت رسول الله ﷺ يقول : " من صوّر صورة ، فإن الله معذّبه حتى ينفخ فيها الروح، وليس بنافخ فيها أبدًا " . فربا الرجل ربوة شديدة واصفرّ وجهه ، فقال : ويحك ، إن أبيت إلا أن تصنع ، فعليك بهذا الشجر ، وكل شيء ليس فيه روح " . (۲۹٦/۱ ، باب بيع التصاوير)

ما في " عمدة القاري شرح البخاري " : وفيه إباحة تصوير ما لا روح له كالشجر ونحوه ، هو قول جمهور الفقهاء وأهل الحديث ، فإنهم استدلوا على ذلك بقول ابن عباس : فعليك بهذا الشجر .... الخ . (۵٦/۱۲ ، رقم : ۲۲۵٦)

ما في " رد المحتار " : ما كان سببًا لمحظور فهو محظور . (۲۲۳/۵ ، ط : نعمانيه)

(فتاویٰ رشیدیہ:ص/۴۹۴،طبع:گلستاں کتاب گھر دیوبند،کفایت المفتی:۲۳۵/۹،۲۴۳،طبع جدید)

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند،رقم الفتویٰ:۱۴۵۳۲۲)

نجی وسرکاری نصاب کی تصاویر والی کتابیں

مسئلہ(۱۷۹): ہمارے یہاں سرکاری وغیرسرکاری اسکول کی کتابوں اورنوٹ بوک (کاپیوں) پر جاندار کی تصویریں چھپی ہوتی ہیں، ان کتابوں اور کاپیوں (نوٹ بوکس) میں چوں کہ تصویریں تبعاً ہوتی ہیں، اور اصالۃً (دراصل) کتابوں اورنوٹ بوکس کی خرید وفروخت ہوتی ہے، اس لیے ان کے بیچنے وخریدنے کی گنجائش ہوگی، اور خریدنے کے بعد تصاویر کے ساتھ ان کا استعمال ممنوع ومکروہ ہے[۱]، اس لیے ان تصاویر کو محو کردیں[۲]، نیز اس کی آمدنی پر حرام وناجائز ہونے کا حکم نہیں لگایا جائے گا، ہاں! البتہ ایسی کتابیں اور نوٹ بوکس کہ جن پر جاندار کی تصویریں نہ ہوں[۳]، اُن کے بیچنے وخریدنے کا انتظام کرلیا جائے، تو بہتر ہے۔[۴]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " سنن أبي داود " : عن أبي هريرة قال : قال رسول الله ﷺ : " أتاني جبريل ، فقال لي : أتيتک البارحة فلم يمنعني أن أكون دخلت إلا أنه كان على الباب تماثيل ، وكان في البيت قرام ستر فيه ثماثيل ، وكان في البيت كلب ، فمُر برأس التمثال الذي في البيت يقطع ، فيصير كهيئة الشجرة ، ومُر بالستر فليقطع فليجعل منه وسادتين منبوذتين توطأن ...". الحديث . (ص/۵۷۳ ، رقم : ۴۱۵۸ ، كتاب اللباس ، باب في الصور)

ما في " عون المعبود " : فأما الصورة فهو كل ما تصورت من الحيوان ، سواء في ذلک الصور المنصوبة القائمة التي لها أشخاص ، وما لا شخص له من المنقوشة في الجدر .
(ص/۱۷۷۷ ، كتاب اللباس ، باب في الصور)

ما في " عارضة الأحوذي " : فإنه غير جائز في شرعنا قطعًا .... ونظرنا قول النبي ﷺ لعائشة في الثوب المصور : " أخّريه عني فإني كلما رأيته ذكرت الدنيا " . واستفدنا أنه =

....

=قول يقتضي الكراهة .

(١٨٣/١٠ ، كتاب الأدب ، باب ما جاء أن الملائكة لا تدخل بيتًا فيه صور)

ما في " رد المحتار " : وظاهر كلام النووي في " شرح مسلم " : الإجماع على تحريم تصوير الحيوان ، وقال : وسواء صنعه لما يمتهن أو لغيره ، فصنعته حرام بكل حال ؛ لأن فيه مضاهاة لخلق الله تعالى ، وسواء كان في ثوب أو بساط أو درهم وإناء وحائط وغيرها .

(٣٦٠/٢ ، كتاب الصلاة ، مطلب إذا تردّد الحكم بين سنة وبدعة كان ترک السنة أولیٰ)

ما في " منحة الخالق على البحر الرائق " : (وتكره التصاوير على الثوب) ويمكن أن يقال : ليس مراد الخلاصة تصوير التصاوير ، بل استعمالها أي استعمال الثوب .

(٤٧/٢ ، كتاب الصلاة ، باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها)

(البحر الرائق : ٤٨/٢ ، كتاب الصلاة ، باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها)

ما في " الأشباه والنظائر لإبن نجيم " : " الأمور بمقاصدها " . (١١٣/١ ، القاعدة الثانية ، كذا في قواعد الفقه : ص/١٢٢ ، قاعدة : ١٥) (فتاویٰ دار العلوم دیوبند، رقم الفتویٰ:١٤٦١١٦)

(٢) ما في " عون المعبود " : وقال الخطابي في " معالم السنن " : فيه دليل على أن الصورة إذا غيرت ، بأن يقطع رأسها أو تحل أوصالحها ، حتى يغير هيئتها عما كانت لم يكن بها بعد ذلک بأس . (ص/١٧٧٩ ، كتاب اللباس ، باب في الصور ، رد المحتار : ٣٦١/٢ ، كتاب الصلاة ، مطلب إذا تردّد الحكم بين سنة وبدعة)

(٣) ما في " صحيح البخاري " : عن سعيد بن أبي الحسن قال : كنت عند ابن عباس إذ أتاه رجل فقال : يا عباس ! إني انسان ، إنما معيشتي من صنعة يدي ، وإني أصنع هذه التصاوير، فقال ابن عباس : لا أحدثک إلا ما سمعت رسول الله ﷺ يقول : " من صوّر صورة ، فإن الله معذّبه حتى ينفخ فيها الروح، وليس بنافخ فيها أبدًا " . فربا الرجل ربوة شديدة واصفرّ وجهه ، فقال : ويحک ، إن أبيت إلا أن تصنع ، فعليک بهذا الشجر ، وكل شيء ليس فيه روح " . (٢٩٦/١ ، باب بيع التصاوير)

ما في " عمدة القاري شرح البخاري " : وفيه إباحة تصوير ما لا روح له كالشجر ونحوه ، هو قول جمهور الفقهاء وأهل الحديث ، فإنهم استدلوا على ذلک بقول ابن عباس :=

اتنے لوگوں کو یہ میسیج فارورڈ (Forward) کریں

مسئلہ (۱۸۰): آج کل موبائل ایس ایم ایس یا اس میں موجود انٹرنیٹ کی سہولیات سے استفادہ کرتے ہوئے بعض لوگ مذہبیات سے متعلق کوئی بات بھیج کر اُسے شرطوں کے ساتھ مشروط کردیتے ہیں، بعض دفعہ وہ بات تو بالکل درست ہوتی ہے، لیکن اس میں لگائی گئی شرطیں محض لغو ہوتی ہیں، مثلاً: اتنے لوگوں کو یہ میسیج فارورڈ (Forward) کریں، تو یہ خوش خبری ملے گی، اور ایسا نہیں کیا گیا تو یوں ہوجائے گا وغیرہ وغیرہ۔ نیز کبھی ماں جیسے پاک ومقدس رشتہ سے متعلق کوئی جذباتی میسیج سینڈ کرتے ہیں، اور یہ لکھتے ہیں کہ اگر آپ کو اپنی ماں سے محبت ہے، تو ضرور اس میسیج کو کم از کم اتنے لوگوں کو آگے فارورڈ کریں، اور کبھی ایسے میسیج سینڈ کرتے ہیں کہ خود سینڈ کرنے والے کو یہ میسیج سمجھ میں نہیں آتا، اور نہ بھیجنے والے کا کوئی پتہ ہوتا ہے، بس بلا تحقیق سینڈ کیا جاتا ہے، جب کہ حدیث پاک میں آدمی کے جھوٹا ہونے کے لیے اتنی بات کافی قرار دی گئی کہ وہ ہر سنی سنائی بات کو نقل کردے [۱]، لہٰذا ہمیں چاہیے کہ اس طرح کی لغویات سے بچیں، اور اپنے اچھے مسلمان ہونے کا ثبوت دیں، کیوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

”مِنْ حُسْنِ إسْلامِ الْمَرْءِ تَرْکُهُ مَا لا یَعْنِیْهِ“۔ [۲]

= فعلیک بهذا الشجر ... الخ . (۱۲/۵٦ ، رقم : ۲۲۵٦)

(۴) ما في ” الموسوعة الفقهية “ : الاحتياط لغة : الأخذ في الأمور بالأحزم والأوثق وبمعنى المحاذرة ، ومنه القول السائر : أوسط الرأي الاحتياط ، وبمعنى الاحتراز من الخطأ واتقائه .=

....

....

= (۲/۱۰۰) (محقق ومدلل جدید مسائل:۲/۲۸۷،تصویردار برتنوں کی خرید وفروخت،مسئلہ نمبر:۲۲۳)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿يا أيها الذين اٰمنوا إن جآء كم فاسقٌ بنبأٍ فتبيّنوا أن تُصيبوا قومًا بجهالةٍ فتصبحوا على ما فعلتم نٰدمين﴾ . (سورة الحجرات :٦)

ما في " أحكام القرآن للجصاص " : قال أبوبكر : مقتضى الآية إيجاب التثبت في خبر الفاسق والنهي عن الإقدام على قبوله والعمل به إلا بعد التبيُّن والعلم بصحة مخبره .

(۵۳۰/۳)

ما في " صحيح مسلم " : عن أبي هريرة قال : قال رسول الله ﷺ : " كفى بالمرء كَذبًا أن يحدث بكل ما سمع " .

(۱/۹، مقدمة ، باب [۳] باب النهي عن الحديث بكل ما سمع ، رقم :۵)

ما في " المنهاج شرح صحيح مسلم بن الحجاج " : وأما معنى الحديث والآثار التي في الباب ففيها الزجر عن التحديث بكل ما سمع الإنسان ، فإنه يسمع في العادة الصدق والكذب ، فإذا حدث بكل ما سمع فقد كذب لإخباره بما لم يكن .

(۲۳۴/۱ ، تحت رقم : ۹)

ما في " مرقاة المفاتيح " : يعني لو لم يكن للمرء كذب إلا تحديثه بكل ما سمع من غير تيقن أنه صدق أم كذب لَكفاه من الكذب أن لا يكون بريئًا منه ، وهذا زجر عن التحديث بشيء لم يعلم صدقه بل على الرجل أن يبحث في كل ما سمع خصوصاً في أحاديث النبي ﷺ . (۳۵۸/۱ ، كتاب الإيمان ، باب الاعتصام بالكتاب والسنة ، تحت رقم : ۱۵٦، صحيح البخاري : ۲۱/۱ ، كتاب العلم ، باب إثم من كذب على النبي ﷺ ، ر قم :۱۰۷)

(المسائل المہمۃ فیما ابتلت بہ العامۃ:۲۷۳/۹،سوشل میڈیا پر ہر سنی سنائی بات نقل کردینا، مسئلہ نمبر:۱۷۷،کتاب الحظر والإباحۃ)

(۲) ما في " جمع الجوامع " : قوله ﷺ : " من حسن إسلام المرء تركه ما لا يعنيه " .

(۳۹۳/٦ ، رقم : ۲۰۰۰۷ ، كنز العمال :۳۵۵/۳ ، رقم : ۸۲۸۱)

(ماخوذ ومستفاد: اذانِ بلال:ص/۴۲،۴۳،مئی ۲۰۱٦ء)

مشغولیت یا آرام کے وقت فون کرنا

مسئلہ (۱۸۱): کسی شخص کو ایسے وقت موبائل پر مخاطب کرنا جو عادۃً اس کے سونے یا دوسری ضروریات میں، یا نماز میں مشغول ہونے کا وقت ہو، بلاضرورتِ شدیدہ جائز نہیں، کیوں کہ اس میں بھی وہی ایذا رسانی ہے جو کسی کے گھر میں بغیر اجازت داخل ہونے اور اس کی آزادی میں خلل ڈالنے سے ہوتی ہے، اس لیے جس شخص سے ٹیلی فون پر بات چیت کثرت سے کرنی ہو، تو مناسب یہ ہے کہ اس سے دریافت کرلیا جائے کہ آپ کو ٹیلی فون پر بات کرنے میں کس وقت سہولت ہوتی ہے؟ پھر اس کی پابندی کرے، تاکہ اس کی ایذا رسانی سے بچا جاسکے۔ (۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿والذين يؤذون المؤمنين والمؤمنٰت بغير ما اكتسبوا فقد احتملوا بهتانا وإثما مبينا﴾ . (سورة الأحزاب :۵۸)

ما في " تفسير القرطبي " : قال القرطبي رحمه الله تعالى : " أذية المؤمنين والمؤمنات هي أيضًا بالأفعال والأقوال القبيحة " . (۲۴۰/۱۴)

ما في " روح المعاني " : أي ما يفعلو ن بهم ما يتأذون به من قول أو فعل . (۱۲۶/۱۲)

ما في " صحيح البخاري " : عن عبد الله بن عمرو رضي الله عنهما ، عن النبي ﷺ قال : " من سلم المسلمون من لسانه ويده " ... الحديث . (۶/۱ ، كتاب الإيمان)

ما في " الموسوعة الفقهية " : الأذى حرام وتركه واجب بالاتفاق . (۳۵۶/۲ ، أذى)

(موبائل کی نعمت کا صحیح استعمال کیجیے: ص/۳۰، مسئلہ نمبر:۲۴، موبائل کی گھنٹی سے نیند یا نماز خراب کرنا)

موبائل پر طویل گفتگو کرنا

مسئلہ (۱۸۲): موبائل پر اگر طویل گفتگو کرنا ہو، تو مخاطب سے دریافت کرلیا جائے کہ اس وقت آپ سے طویل گفتگو کی جاسکتی ہے یا نہیں؟ کیوں کہ کبھی مطلوب ومخاطَب شخص بیماری کی حالت میں، یا ایسی جگہ پر ہوتا ہے کہ جہاں تفصیل سے گفتگو کرنا اس کے لیے ممکن نہیں ہوتا، یا ایسے لوگوں کے درمیان موجود ہوتا ہے، جن سے قطع کلامی کرکے آپ کی کال سننے کے قابل نہیں ہوتا، یا کسی اہم کام میں مصروف ہونے کے باعث فوری طور پر طویل گفتگو کرنے کے حال میں نہیں ہوتا، اور آپ کی طویل گفتگو اس کے لیے ایذا رسانی کا سبب ہوسکتی ہے، جو شرعاً گناہ ہے، اس لیے اس سے بچنا چاہیے۔ (۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿والذين يؤذون المؤمنين والمؤمنٰت بغير ما اكتسبوا فقد احتملوا بهتانا وإثما مبينا﴾ . (سورة الأحزاب :۵۸)

ما في " تفسير القرطبي " : قال القرطبي رحمه الله تعالى : " أذية المؤمنين والمؤمنات هي أيضًا بالأفعال والأقوال القبيحة " . (۲۴۰/۱۴)

ما في " روح المعاني " : أي ما يفعلو ن بهم ما يتأذون به من قول أو فعل . (۱۲۶/۱۲)

ما في " صحيح البخاري " : عن عبد الله بن عمرو رضي الله عنهما ، عن النبي ﷺ قال : " من سلم المسلمون من لسانه ويده " ... الحديث . (۶/۱ ، كتاب الإيمان)

ما في " الموسوعة الفقهية " : الأذى حرام وتركه واجب بالاتفاق . (۳۵۶/۲ ، أذى)

(موبائل کی نعمت کا صحیح استعمال کیجیے: ص/۳۱، مسئلہ نمبر: ۲۵، موبائل سے لمبی بات کرکے مسلمان کو تکلیف پہنچانا)

بلا اجازت اسپیکر کھولنا یا گفتگو ریکارڈ کرنا

مسئلہ (۱۸۳): موبائل فون سے ایک کبیرہ گناہ لوگوں کی گفتگو کی جاسوسی ہے[1]، لوگ دوسری طرف سے آنے والی آواز کو اپنے موبائل میں محفوظ (Record) کرلیتے ہیں، جسے بعد میں مختلف مقاصد کے لیے استعمال کرتے ہیں، یا وہاں پر موجود لوگوں کو سنانے کے لیے اسپیکر (Speaker) کھول دیتے ہیں، جس کا سامنے والے کو کوئی علم نہیں ہوتا، اگر یہ بات اُسے پتہ چل جائے، تو وہ ناراض ہوجائے، یا سنبھل کر بات کرے؛ اس لیے عام حالات میں بلا اجازت موبائل فون میں کسی کی گفتگو محفوظ کرنا، یا بات دوسروں کو سنانا جائز نہیں ہے، کیوں کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''مجلسوں میں کہی گئی بات امانت ہے''[2]۔ اور ٹیپ کرنے کی وجہ سے یہ امانت محفوظ نہ رہے گی، بلکہ اس کے دوسرے تک پہنچنے کا امکان ہے، اور اس طرح یہ خیانت بھی ہوگی جو کہ حرام ہے، پیغمبر علیہ السلام نے فرمایا: ''جس کے اندر امانت نہیں اس کا دین کامل نہیں''۔[3]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في '' القرآن الكريم '' : ﴿يٰأيها الذين ء امنوا اجتنبوا كثيرًا من الظنّ إن بعض الظنّ إثم ولا تجسَّسوا ولا يغتب بعضكم بعضًا أيُحب أحدكم أن يأكل لحم أخيه ميتا فكرهتموه واتقوا اللّٰه إن اللّٰه توّابٌ رّحيمٌ○﴾ . ''اے ایمان والو! بہت سے گمانوں سے بچو، بعض گمان گناہ ہوتے ہیں، اور کسی کی ٹوہ میں نہ لگو، اور ایک دوسرے کی غیبت نہ کرو، کیا تم میں سے کوئی یہ پسند کرے گا کہ وہ اپنے مرے ہوئے بھائی کا گوشت کھائے؟ اس سے تو تم خود نفرت کرتے ہو! اور اللہ سے ڈرو، بے شک اللہ بڑا توبہ قبول کرنے والا، بہت مہربان ہے۔'' (سورۂ حجرات:۱۲)=

....

=ما في " الجامع لأحكام القرآن للقرطبي " : قوله تعالى : (ولا تجسّسوا) وذلک أنه قد يقع له خاطر التهمة ابتداء ويريد أن يتجسس خبر ذلک ويبحث عنه ويتبصّر ويستمع لتحقق ما وقع له من تلک التهمة ، فنهى النبي ﷺ عن ذلک .... ومعنى الآية : خذوا ما ظهر ولا تتّبعوا عورات المسلمين ، أي لا يبحث أحدكم عن عيب أخيه حتى يطلع عليه بعد أن ستره اللّٰه . (۱۶/۳۳۱ – ۳۳۳ ، سورة الحجرات : الآية/۱۲)

ما في " صحيح البخاري " : عن أبي هريرة ، عن النبي ﷺ قال : " إياكم والظنّ ، فإن الظنّ أكذب الحديث ، ولا تحسّسوا ولا تجسّسوا ، ولا تحاسدوا ولا تباغضوا وكونوا عباد اللّٰه إخوانًا " . (۸۹۶/۲ ، كتاب الأدب ، باب ما ينهى عن التحاسد والتدابر)

ما في " سنن أبي داود " : عن أبي برزة الأسلمي قال : قال رسول اللّٰه ﷺ : " يا معشر من آمن بلسانه ولم يدخل الإيمان قلبه لا تغتابوا المسلمين ولا تتّبعوا عوراتهم فإنه من اتّبع عوراتهم يتبع اللّٰه عورته ، ومن يتبع عورته يفضحه في بيته " .

(ص/۶۶۹ ، كتاب الأدب ، باب في الغيبة)

ما في " جامع الترمذي " : عن نافع عن ابن عمر قال : صعد رسول اللّٰه ﷺ المنبر فنادى بصوت رفيع قال : " يا معشر من أسلم بلسانه ولم يفض الإيمان إلى قلبه لا تؤذوا المسلمين ولا تعيّروهم ولا تتبعوا عوراتهم ، فإنه من تتبع عورة أخيه المسلم يتبع اللّٰه عورته ، ومن يتبع اللّٰه عورته يفضحه ولو في جوف رحله ، قال : ونظر ابن عمر يوما إلى البيت أو إلى الكعبة فقال : " ما أعظمک وأعظم حرمتک والمؤمن أعظم حرمة عند اللّٰه منک " . هذا حديث حسن غريب . (۲۳/۲، أبواب البر والصلة ، باب ما جاء في تعظيم المؤمن ، مشكوة المصابيح :ص/۴۲۹ ، كتاب الآداب ، باب ما ينهى عنه من التهاجر والتقاطع واتباع العورات ، الفصل الثاني ، اتحاف السادة المتقين بشرح إحياء علوم الدين :۲۶۹/۶ ، كتاب آداب الأخوة والصحبة ، الباب الثالث في حق المسلم والرحم والجوار الخ)

(۲) ما في " سنن أبي داود " : عن جابر بن عبد اللّٰه قال : قال رسول اللّٰه ﷺ : "المجالس بالأمانة إلا ثلاثةَ مجالسَ ؛ سفکُ دم حرام ، أو فرْجٌ حرام ، أو اقتطاعُ مالٍ بغير حقٍّ " . (۴۱۹/۴ ، رقم : ۴۸۷۱ ، كتاب الأدب ، باب في نقل الحديث)=

....

=ما في " الموسوعة الفقهية " : قال الخادمي في شرح حديث " المجالس بالأمانة " أي لا يُشيع حديث جليسه ، وفيه إشارة إلى مجالسة أهل الأمانة وتجنُّب أهل الخيانة ، وعن العسكري : يريد أن الرجل يجلس إلى القوم فيخوضون في حديث ربما كان فيه ما يكرهون فيأمنونه على سرهم ، فذلک الحديث كالأمانة عنده ، وفسر أيضًا : بأن المجالس إنما تحسن بالأمانة لحاضريها على ما يقع فيها من قول أو فعل . وقال رجب بن أحمد : يعني جميع المجالس ما وقع فيها من الأقوال والأفعال مُلابسٌ بالأمانات على أهلها دون الخيانة ، فلا يجوز إظهار ما فيها وإفشاؤه بين الناس . وقال الغزالي : إفشاء السر منهي عنه ؛ لما فيه من الإيذاء والتهاون بحق المعارف والأصدقاء ، قال النبي ﷺ : إذا حدث الرجل الحديث ثم التفت فهي أمانة . وإفشاء السر حرام إذا كان فيه إضرار ، ولؤم إن لم يكن فيه إضرار . وقال ابن مفلح : لا يجوز الاستماع إلى كلام قوم يتشاورون ويجب حفظ سرّ من يلتفت في حديثه حذرًا من إشاعته ؛ لأنه كالمستودَع ، لحديث جابر بن عبد اللّٰه رضي اللّٰه عنهما عن النبي ﷺ " إذا حدّث الرجل بالحديث ثم التفت فهي أمانة " . اهـ .

(۳٦/۱۴۰ ، مجلس ، أمانة المجلس ، بريقة محمودية في شرح طريقة محمدية : ۳/۲۲۲، ط : الحلبي ، مؤلف : أبو سعيد محمد بن محمد الخادمي ، بحواله : الموسوعة الفقهية ، و:۴/۵۰۰ ، الثامن السخرية والاستهزاء ، بحواله : المكتبة الشاملة)

(۳) ما في " مشكوة المصابيح " : عن أنس قال : قَلَّمَا خطبنا رسول اللّٰه ﷺ إلا قال : "لا إيمان لمن لا أمانة له ، ولا دين لمن لا عهد له " . (۱/۱۵ ، كتاب الإيمان ، الفصل الثاني ، مسند الإمام أحمد :۳/۱۳۵ ، رقم : ۱۱۹۳۵ ، ط : الميمنية)

ما في " فتاوى دار العلوم ديوبند " : ''آپس میں جو بات چیت ہوتی ہے وہ امانت ہے؛ اس لیے بلا اجازت آنے اور جانے والی کال کو ریکارڈ کرنا درست نہیں؛ لأن المجالس بالأمانة، اور کال کو ریکارڈ کر کے اس کو عام کرنا صریح خیانت ہے، خاص طور پر جب کہ بات ایسی ہو جو پوشیدہ رکھنے کی ہو، اور بات کرنے والا مخاطب کو امین سمجھ کر اس سے اپنی دل کی بات کہہ رہا ہو۔'' (رقم الفتویٰ:۱۴۸۳۷۰)

(موبائل کی نعمت کا صحیح استعمال کیجیے:ص/ ۲۵، مسئلہ نمبر:۱٦، موبائل فون میں بلا اجازت گفتگو محفوظ کرنا یا اسپیکر کھول کر گفتگو سننا، مرتب: مولانا محمد الیاس میمن، ط: جے ایم سی انڈیا پبلشرز پرائیویٹ لمٹیڈ)

(المسائل المہمۃ فیما ابتلت بہ العامۃ :۸/ ۲۵٦، مسئلہ نمبر:۱٦٦، حفاظت کی غرض سے خفیہ جاسوسی)

ڈرائیونگ کے وقت موبائل فون سننا یا کال کرنا

مسئلہ (۱۸۴): ڈرائیونگ کے دوران موبائل فون استعمال کرنا (سننا یا کال کرنا) قانوناً بھی جرم ہے[1]، کیوں کہ یہ حرکت کئی قیمتی انسانی جانوں کا نذرانہ وصول کرچکی ہے، لیکن اس کے باوجود وقت بچانے اور پیسہ کمانے کی دُھن میں عوام اس طرح کرتی ہے، جب کہ فون سنتے ہوئے، یا کال کرتے ہوئے، گاڑی یا موٹر سائیکل چلانا، اور پھر کسی بھی حادثے سے محفوظ رہنا کسی کرامت سے کم نظر نہیں آتا، لیکن یہ ''کرامت'' ہر وقت اور ہر کسی کے ساتھ نہیں ہوتی، بلکہ اکثر اوقات ایسے خطرناک اور جان لیوا حادثات کا سبب بنتی ہے کہ جنہیں دیکھنے سوچنے سے بھی رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہیں، اور عقل حیران ہوجاتی ہے، اس لیے ہلاکت کے اس سبب سے بچنا ضروری ہے۔[2]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الدر المختار مع الشامية " : طاعة الإمام فيما ليس بمعصية فرض . (در مختار) . وفي الشامية : والأصل فيه قوله تعالى : ﴿وأولي الأمر منكم﴾ . [النساء : ۵۹] وقال ﷺ : " اسمعوا وأطيعوا ولو أمر عليكم عبد حبشي أجدع " . وروى " مجدع " . وعن ابن عمر أنه عليه الصلاة والسلام قال : " عليكم بالسمع والطاعة لكل من يؤمر عليكم ما لم يأمركم بمنكر " . ففي المنكر لا سمع ولا طاعة .

(۶/۴۱۶ ، كتاب الجهاد ، باب البغاة ، مطلب في وجوب طاعة الإمام)

ما في " الموسوعة الفقهية " : أجمع العلماء على وجوب طاعة أولي الأمر من الأمراء والحكام ، وقد نقل النووي عن القاضي عياض وغيره هذا الإجماع .

(۲۸/۳۲۳ ، طاعة ، طاعة أولي الأمر)=

بات کے ختم پر ''خدا حافظ'' یا ''اللہ حافظ'' کہنا

مسئلہ (۱۸۵): آج کل بہت سے لوگ فون یا خط، یا براہِ راست گفتگو کے اختتام پر، یا ملاقات کے بعد واپسی کے وقت، سلام کے بجائے: ''خدا حافظ'' یا ''اللہ حافظ'' کہتے ہیں، بلکہ ایک طبقہ کا تو یہی طریقہ ودستور بن گیا ہے، جب کہ یہ طریقہ ودستور صحیح نہیں ہے، صحیح طریقہ ودستور یہ ہے کہ فون یا خط کے اختتام پر، یا ملاقات کے بعد واپسی کے وقت ''السلام علیکم'' کہے، یہی اصل سنت ہے، ہاں! اگر کوئی شخص ''سلام'' کے بعد ''خدا حافظ'' یا ''اللہ حافظ'' بھی کہے، تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ (۱)

=(۲) ما في '' القرآن الكريم '' : ﴿ولا تلقوا بأيديكم إلى التهلكة﴾ . (البقرة : ۱۹۵)

ما في '' روح المعاني '' : استدل بالآية على تحريم الإقدام على ما يخاف منه تلف النفس .

(۱۱۸/۲)

ما في '' البحر المحيط لأبي حيان الغرناطي '' : والظاهر أنهم نهوا عن كل ما يؤول بهم إلى الهلاك في غير طاعة الله .... ولا تجعلوا أنفسكم لقى إلى التهلكة فتهلك .

(۱۱۹/۲، ۱۲۰)

ما في '' الموافقات في أصول الأحكام للإمام الشاطبي '' : ومجموع الضروريات خمسة : وهي حفظ الدين ، والنفس ، والنسل ، والمال ، والعقل .

(۴/۲ ، كتاب المقاصد ، المسئلة الأولى)

ما في '' روضة الطالبين '' : ويحرم ما يضر من البدن والعقل . (۲۸۱/۳) (موبائل کی نعمت کا صحیح استعمال کیجیے: ص/۲۹، ۳۰، مسئلہ نمبر: ۲۲، گاڑی [موٹر سائیکل] چلاتے ہوئے موبائل فون سننا یا کال کرنا)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في '' سنن أبي داود '' : عن أبي هريرة قال : قال رسول الله ﷺ : '' إذا انتهى=

....

....

....

....

....

....

....

....

....

....

....

....

=أحدكم إلى المجلس فليسلم ، فإذا أراد أن يقوم فليسلم ، فليست الأولى بأحق من الآخرة " . (ص/۷۰۷ ، رقم :۵۲۰۸ ، باب السلام إذا قام من المجلس ، جامع الترمذي :۱۰۰/۲ ، أبواب الاستيذان والآداب ، باب التسليم عند القيام والقعود ، رقم : ۲۷۰٦)

ما في " مشكوة المصابيح " : عن قتادة رضي اللّٰه عنه قال : قال النبي ﷺ : " إذا دخلتم بيتًا فسلموا على أهله ، وإذا خرجتم فأودعوا أهله بسلام " .

(ص/۳۹۹ ، باب السلام ، الفصل الثاني ، معارف الحديث : ۱۵۸/٦)

ما في " الموسوعة الفقهية " : إذا كان جالسًا مع قوم ثم قام ليفارقهم فالسنة أن يسلم ؛ لما ورد عن أبي هريرة رضي اللّٰه عنه قال : قال رسول اللّٰه ﷺ : " إذا انتهى أحدكم إلى مجلس فليسلم ، فإن بدا له أن يجلس فليجلس ، ثم إذا قام فليسلم ، فليست الأولى بأحق من الآخرة" . (۱۷۲/۲۵ ، سلام ، السلام عند مفارقة المجلس)

ما في " رد المحتار " : ويسلم على القوم حين يدخل عليهم وحين يفارقهم .

(۵۹۲/۹ ، كتاب الحظر والإباحة ، باب الاستبراء وغيره ، ط : بيروت و زكريا)

(کتاب النوازل:۲۴۴/۱۵،۲۴۵،فون یاخط کے اختتام پرخدا حافظ یااللہ حافظ کہنا)

غائبانہ سلام کا طریقہ

مسئلہ (۱۸۶): غائبانہ سلام کے لیے کوئی خاص الفاظ مخصوص نہیں ہیں، بلکہ یہ کہہ دینا کافی ہے کہ فلاں سے ہمارا سلام کہہ دینا، یا پہنچا دینا، وغیرہ؛ البتہ جو شخص دوسرے کا سلام لے کر آئے، تو اُس کے جواب میں سلام لانے والے اور سلام کہلوانے والے دونوں کو سلامتی کی دعا دی جائے گی[1]، اور اس طرح سے جواب دیں گے " عَلَیْکَ وَعَلَیْہِ السَّلامُ "۔ اگر سلام کہلوانے والی عورت ہے، تو "عَلَیْکَ وَعَلَیْھَا السَّلامُ " کے الفاظ کہیں گے۔ ایک صحابی نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اپنے والد کا سلام پیش کیا، تو آپ نے جواب میں فرمایا: " عَلَیْکَ وَعَلٰی أَبِیْکَ السَّلامُ "[2]۔ اسی طرح ایک دوسری روایت میں ہے کہ خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ام المؤمنین سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو حضرت جبرئیل علیہ السلام کا سلام پیش کیا تھا۔[3]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿وإذا حييتم بتحية فحيوا بأحسن منهآ او ردّوها﴾ .

(سورة النساء : ۸۶)

ما في " الموسوعة الفقهية " : أجمع العلماء على أن الابتداء بالسلام سنة مرغب فيها ، وردُّه فريضة لقوله تعالى : ﴿وإذا حييتم بتحية فحيوا باحسن منها او ردوها﴾ فقد أمر الله تعالى بالتحية بأحسن منها أو بالرد . والأمر للوجوب ما لم يصرفه صارف ، والظاهر أن الحكم كذلك في المكاتبة ، أو بالطلب إلى رسول تبليغ السلام ، كما ينبغي لمن تحمّل السلام أن يبلّغه . " قالت عائشة رضي الله عنها : وعليه السلام ورحمة الله حين أخبرها=

....

....

....

....

....

....

....

....

....

....

....

....

= النبي ﷺ أن جبريل عليه السلام يقرأ عليها السلام " . قال القرطبي : وفي حديث عائشة من الفقه أن الرجل إذا أرسل إلى رجل بسلامه ، فعليه أن يرد كما يرد عليه إذا شافهه . " وجاء رجل إلى النبي ﷺ فقال : إن أبي يقرئک السلام ، فقال : وعليک السلام وعلى أبيک السلام". (۱۰/۱۱۸ ، ۱۱۹ ، تبليغ ، تبليغ السلام)

(۲) ما في " سنن أبي داود " : عن غالب قال : إنا لجلوس بباب الحسن إذ جاء رجل ، فقال : حدثني أبي عن جدي ، قال : بعثني أبي إلى رسول اللّٰه ﷺ فقال : ائته فاقرأه السلام ، قال : فأتيته ، فقلته : إن أبي يقرئک السلام ، فقال : " عليک وعلى أبيک السلام " .

(۵۲۸/۴ ، رقم : ۵۲۳۱ ، کتاب الأدب ، باب في الرجل يقول : فلان يقرئک السلام ، ط : دار الفکر بيروت ، ورقم : ۵۲۳۳ ، ط : دار الکتاب العربي بيروت ، جامع الترمذي : ۹۹/۲)

(۳) ما في " صحيح البخاري " : عن عائشة رضي اللّٰه عنها حدثته أن النبي ﷺ قال لها : " إن جبرئيل يقرئک السلام " . قالت : " وعليه السلام ورحمة اللّٰه وبرکاته " .

(۹۲۳/۲ ، رقم : ۶۲۵۳ ، کتاب الاستيذان ، باب إذا قال : فلان يقرئک السلام ، ط : دار الفکر بيروت) (کتاب النوازل:۲۵۳/۱۵،۲۵۴، غائبانہ سلام)

گاڑی میں تیز آواز کا ہارن (Horn) لگانا

مسئلہ (۱۸۷): بعض لوگ غیر ضروری طور پر ہارن بجاتے ہیں، اور بعض حضرات اپنی گاڑی میں ضرورت سے زیادہ تیز آواز کا ہارن؛ یہاں تک کہ ایمبولنس میں لگائے جانے والے سائرن کی طرح کے ہارن لگاتے ہیں، اس سے صوتی آلودگی بھی پیدا ہوتی ہے، اور دوسرے راہ گیروں کو دہشت بھی ہوتی ہے، تو اس طرح غیر ضروری طور پر ہارن بجانا، یا تیز آواز کا ہارن لگانا جس سے صوتی آلودگی ہوتی ہے، شرعاً منع ہے، اس لیے کہ اس میں ایذائے غیر لازم آتی ہے [۱]، اور ایذائے غیر ظلم ہے، اور ظلم شرعاً ممنوع وحرام ہے۔ [۲]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " صحيح البخاري " : عن عبد الله بن عمر ، عن النبي ﷺ قال : " المسلم من سلم المسلمون من لسانه ويده " .

(۱/۶، كتاب الإيمان ، باب المسلم من سلم المسلمون من لسانه ويده)

(صحيح مسلم: ۱/۴۸ ، كتاب الإيمان ، باب بيان تفاضل الإسلام وأي أموره أفضل)

ما في " صحيح مسلم " : قوله ﷺ : " الإيمان بضع وسبعون أو بضع وستون شعبة ، فأفضلها قول لا إله إلا الله ، وأدناها إماطة الأذى عن الطريق ، والحياء شعبة من الإيمان " .

(۱/۴۷ ، كتاب الإيمان ، باب بيان عدد شعب الإيمان وأفضلها وأدناها . الخ)

ما في " حاشية أبي داود " : قوله ﷺ : " إياكم والجلوس بالطرقات " . " ويدخل في الأذى أن يضيق الطريق على المارّين " . [رقم الحاشية : ۲] .

(سنن أبي داود: ص/۶۶۳ ، كتاب الأدب ، باب في الجلوس بالطرقات)

ما في " مرقاة المفاتيح " : فيه إشارة إلى أن علامة الإسلام هي السلامة من إيذاء الخلائق كما أن الكذب والخيانة وخلف الوعد وعلامة المنافق . (۱/۱۳۸)=

تقریبات میں ڈی جے (D.J.) کا استعمال

مسئلہ (۱۸۸): ہمارے معاشرے میں بدقسمتی سے مختلف تقریبات میں ڈی جے (DJ) کا رواج بڑھتا جا رہا ہے، اس کا شور انسان کی سماعت اور ماحول کے لیے سخت نقصان دہ ہے، اس لیے ڈی جے (D.J.) اور ضرورت سے زیادہ تیز آواز پیدا کرنے والے آلات کا استعمال کرنا درست نہیں ہے، کیوں کہ اس میں ایذائے غیر (دوسروں کو تکلیف پہنچانا) لازم آتا ہے[1]، اور ایذائے غیر (دوسروں کو تکلیف پہنچانا) ظلم ہے، اور ظلم شرعاً ممنوع وحرام ہے۔[2]

=ما في " جمع الجوامع " : عن أبي حذيفة بن أُسيد أن النبي ﷺ قال : " من آذى المسلمين في طرقهم وجبت عليه لعنتهم " .

(۳۹۶/۶، حرف الميم مع النون ، رقم :۲۰۰۳۶)

(۲) ما في " الموسوعة الفقهية " : أصل الظلم في اللغة : وضع الشيء في غير موضعه ، والجور ومجاوزة الحد ، والميل عن القصد . (۱۶۹/۲۹، ظلم)

وفيه أيضًا : الظلم محرم ، دل على حرمته الكتاب والسنة والإجماع ، أما الكتاب فمنه قوله تعالى : ﴿إن الذين كفروا وظلموا لم يكن الله ليغفر لهم ولا ليهديهم طريقا﴾ . الآية .... وأما السنة فمنها : حديث أبي ذر رضي الله عنه ، عن النبي ﷺ فيما روي عن الله تعالى أنه قال : يا عبادي ! إني حرّمت الظلم على نفسي وجعلت بينكم محرما فلا تظالموا " . الحديث .... وأجمع الفقهاء على تحريم الظلم . (۱۷۰/۲۹، ظلم ، الحكم التكليفي)

(فقہی فکری واصلاحی مقالات ومضامین:ص/۳۶۱،صوتی آلودگی)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " صحيح البخاري " : عن عبد الله بن عمر عن النبي ﷺ قال : " المسلم من سلم المسلمون من لسانه ويده " . (۶/۱، كتاب الإيمان ، باب المسلم من سلم=

....

....

....

....

= المسلمون من لسانه ويده)

(صحيح مسلم : ۱/۴۸ ، كتاب الإيمان ، باب بيان تفاضل الإسلام وأي أموره أفضل)

ما في " صحيح مسلم " : قوله ﷺ : " الإيمان بضع وسبعون أو بضع وستون شعبة ، فأفضلها قول لا إله إلا الله ، وأدناها إماطة الأذى عن الطريق ، والحياء شعبة من الإيمان " .

(۱/۴۷ ، كتاب الإيمان ، باب بيان عدد شعب الإيمان وأفضلها وأدناها . الخ)

ما في " حاشية أبي داود " : قوله ﷺ : " إياكم والجلوس بالطرقات " . " ويدخل في الأذى أن يضيق الطريق على المارّين " . [رقم الحاشية : ۲] .

(سنن أبي داود: ص/۲۶۳ ، كتاب الأدب ، باب في الجلوس بالطرقات)

ما في " مرقاة المفاتيح " : فيه إشارة إلى أن علامة الإسلام هي السلامة من إيذاء الخلائق كما أن الكذب والخيانة وخلف الوعد وعلامة المنافق . (۱۳۸/۱)

ما في " جمع الجوامع " : عن أبي حذيفة بن أُسيد أن النبي ﷺ قال : " من آذى المسلمين في طرقهم وجبت عليه لعنتهم " .

(۳۹۶/۲ ، حرف الميم مع النون ، رقم :۲۰۰۳۶)

(۲) ما في " الموسوعة الفقهية " : أصل الظلم في اللغة : وضع الشيء في غير موضعه ، والجور ومجاوزة الحد ، والميل عن القصد . (۱۶۹/۲۹ ، ظلم)

وفيه أيضًا : الظلم محرم ، دل على حرمته الكتاب والسنة والإجماع ، أما الكتاب فمنه قوله تعالى : ﴿إن الذين كفروا وظلموا لم يكن الله ليغفر لهم ولا ليهديهم طريقا﴾ . الآية .... وأما السنة فمنها : حديث أبي ذر رضي الله عنه ، عن النبي ﷺ فيما روي عن الله تعالى أنه قال : يا عبادي ! إني حرّمت الظلم على نفسي وجعلت بينكم محرما فلا تظالموا " . الحديث .... وأجمع الفقهاء على تحريم الظلم . (۱۷۰/۲۹ ، ظلم ، الحكم التكليفي)

(فقہی فکری واصلاحی مقالات ومضامین: ص/۳۶۱، ۳۶۲،صوتی آلودگی)

سیاسی جلسوں ومشاعروں میں قانون کی خلاف ورزی

مسئلہ(۱۸۹): ہمارے معاشرے میں مذہبی وسیاسی جلسوں اورمشاعروں کارواج بھی عام ہے،قانونی اعتبار سے اس کا ایک وقت مقرر ہوتا ہے،مثلاً رات کے دس یاساڑھے دس بجے تک،اس کے بعد پروگرام جاری نہیں رکھا جاسکتا،اسی طرح آواز کے بارے میں بھی تحدید ہوتی ہے کہ کس درجے کا ساؤنڈسسٹم ہونا چاہیے؟ اور کتنے ساؤنڈ بکس رکھے جاسکتے ہیں؟ اس کا مقصد لوگوں کی صحت اور ماحولیات کا تحفظ دونوں ہوتا ہے؛ لیکن بہت سے لوگ ان ہدایات پر عمل نہیں کرتے،آواز کا شور پوری آبادی تک پہنچاتے ہیں،اور رات رات بھر پروگرام چلائے جاتے ہیں،شرعاً حکومت کے اس طرح کے قوانین کا پاس ولحاظ واجب ہے،اوران کی خلاف ورزی ناجائز وممنوع ہے[۱]،اس لیے کہ اس میں ایذائے غیر(دوسروں کوتکلیف پہنچانا)ہے،جوشرعاً ممنوع وحرام ہے۔[۲]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الدر المختار مع الشامية " : طاعة الإمام فيما ليس بمعصية فرض .

(۴۱۶/۶ ، كتاب الجهاد ، باب البغاة ، مطلب في وجوب طاعة الإمام)

ما في " الموسوعة الفقهية " : أجمع العلماء على وجوب طاعة أولي الأمر من الأمراء والحكام ، وقد نقل النووي عن القاضي عياض وغيره هذا الإجماع .

(۳۲۳/۲۸ ، طاعة ، طاعة أولي الأمر)

(۲) ما في " صحيح البخاري " : عن عبد الله بن عمر عن النبي ﷺ قال : " المسلم من سلم المسلمون من لسانه ويده " . (۶/۱ ، كتاب الإيمان ، باب المسلم من سلم =

....

....

....

....

=المسلمون من لسانه ويده)

(صحيح مسلم : ۱/۴۸ ، كتاب الإيمان ، باب بيان تفاضل الإسلام وأي أموره أفضل)

ما في " صحيح مسلم " : قوله ﷺ : " الإيمان بضع وسبعون أو بضع وستون شعبة ، فأفضلها قول لا إله إلا الله ، وأدناها إماطة الأذى عن الطريق ، والحياء شعبة من الإيمان " .

(۱/۴۷ ، كتاب الإيمان ، باب بيان عدد شعب الإيمان وأفضلها وأدناها . الخ)

ما في " حاشية أبي داود " : قوله ﷺ : " إياكم والجلوس بالطرقات " . " ويدخل في الأذى أن يضيق الطريق على المارّين " . [رقم الحاشية : ۲] .

(سنن أبي داود: ص/۲۶۳ ، كتاب الأدب ، باب في الجلوس بالطرقات)

ما في " مرقاة المفاتيح " : فيه إشارة إلى أن علامة الإسلام هي السلامة من إيذاء الخلائق كما أن الكذب والخيانة وخلف الوعد وعلامة المنافق . (۱/۱۳۸)

ما في " جمع الجوامع " : عن أبي حذيفة بن أُسيد أن النبي ﷺ قال : " من آذى المسلمين في طرقهم وجبت عليه لعنتهم " . (۶/۳۹۲ ، حرف الميم مع النون ، رقم : ۲۰۰۳۶)

ما في " الموسوعة الفقهية " : أصل الظلم في اللغة : وضع الشيء في غير موضعه ، والجور ومجاوزة الحد ، والميل عن القصد . (۲۹/۱۶۹ ، ظلم)

وفيه أيضًا : الظلم محرم ، دل على حرمته الكتاب والسنة والإجماع ، أما الكتاب فمنه قوله تعالى : ﴿إن الذين كفروا وظلموا لم يكن الله ليغفر لهم ولا ليهديهم طريقا﴾ . الآية .... وأما السنة فمنها : حديث أبي ذر رضي الله عنه ، عن النبي ﷺ فيما روي عن الله تعالى أنه قال : يا عبادي ! إني حرّمت الظلم على نفسي وجعلت بينكم محرما فلا تظالموا " . الحديث .... وأجمع الفقهاء على تحريم الظلم . (۲۹/۱۷۰ ، ظلم ، الحكم التكليفي)

(فقہی فکری واصلاحی مقالات ومضامین: ص/۳۶۲،صوتی آلودگی)

(تجاویز اسلامک فقہ اکیڈمی سمینار ۲۶، تجویز نمبر: ۱، فضائی آلودگی)

سستے ایندھن کا استعمال

مسئلہ (۱۹۰): صحت مند زندگی کے لیے ایک پاکیزہ ماحول کی ضرورت ہے، لیکن جدید ٹکنالوجی کی وجہ سے جہاں بہت سے فوائد حاصل ہوئے، وہیں بہت سی ایسی چیزیں وجود میں آرہی ہیں، جن سے زندگی کو خطرات لاحق ہیں، اس لیے قدرتی اور فطری ماحول کی حفاظت کے لیے، اپنی تمام ضرورتوں (گاڑی، چولہے اور جنریٹر وغیرہ) میں حتی الامکان کم آلودگی پھیلانے والے ایندھن کا استعمال کیا جائے، اور قدرت واستطاعت کے باوجود زیادہ آلودگی پھیلانے والے ایندھن کے استعمال سے گریز کیا جائے؛ لہٰذا جو شخص مہنگے ایندھن کے استعمال پر قادر ہے، پھر بھی محض اپنے مفاد کے لیے سستا ایندھن استعمال کرتا ہے، جو عام لوگوں کے لیے ضرر کا باعث ہے، تو اُس کا یہ عمل شرعاً درست نہیں ہے۔ (۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " مجمع الزوائد " : قوله ﷺ : " لا ضرر ولا ضرار في الإسلام " .

(۱۳۸/۴، البيوع ، باب لا ضرر ولا ضرار ، سنن ابن ماجه :ص/۱۵۹ ، أبواب الأحكام ، التمهيد لما في المؤطا من المعاني والأسانيد ؛ لإبن عبد البر :۲۸۴/۴)

ما في " الأصول والقواعد للفقه الإسلامي " : يُتَحَمَّلُ الضَّرَرُ الْخَاصُّ لِدَفْعِ الضَّرَرِ الْعَامِّ . (ضررِ عام کو دور کرنے کی خاطر، ضررِ خاص کو برداشت کیا جائے گا)۔ (ص/۲۹۰ ، قاعده : ۳۷۱ ، الأشباه والنظائر لإبن نجيم:ص/۳۱۲ ، قواعد الفقه :ص/۱۳۹، قاعده :۳۹۸ ، ترتيب اللآلي في سلک الأمالي : ص/۱۱۶۷، شرح القواعد :ص/۱۹۷، درر الحكام : ۴۰/۱ ، المادة :۲۶) (فقہی فکری واصلاحی مقالات ومضامین:ص/۳۴۵،فضائی آلودگی،تجاویز اسلامک فقہ اکیڈمی سمینار ۲۶،تجویز نمبر:۲،فضائی آلودگی)

بطورِ ایندھن گیس کا استعمال

مسئلہ (۱۹۱): گاڑیاں آج کے زمانے میں ایک اہم ضرورت ہیں، لیکن اِن کے لیے بھی ایندھن مطلوب ہے، یہ ایندھن ڈیزل، پٹرول اور کئی قسم کی گیسوں کی شکل میں قابلِ استعمال ہوتا ہے، اور اب اس میدان میں بھی شمسی توانائی کو قابلِ استعمال بنانے کی کوشش کی جارہی ہے، ڈیزل میں بہت زیادہ، اس سے کم پٹرول میں اور اس سے بھی کم-گیس میں دھواں خارج ہوتا ہے، ایسی صورت میں حکومت کی طرف سے ڈیزل کے استعمال کی ممانعت کردی جائے، یا کسی خاص گاڑی کے لیے گیس ہی کے استعمال کو لازم کردیا جائے، تو عوام کے لیے حکومت کے اس قانون پر عمل کرنا لازم ہوگا[۱]، اور اگر حکومت کی طرف سے کوئی ہدایت نہ ہو، تب بھی لوگوں کو ضرر سے بچانے اور ماحول کو پاک وصاف رکھنے کے لیے کم آلودگی پیدا کرنے والے ایندھن کو ترجیح دینا صاحبِ وسعت پر لازم ہوگا۔[۲]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الدر المختار مع الشامية " : طاعة الإمام فيما ليس بمعصية فرض .

(۶/۴۱۶ ، كتاب الجهاد ، باب البغاة ، مطلب في وجوب طاعة الإمام)

ما في " الموسوعة الفقهية " : أجمع العلماء على وجوب طاعة أولي الأمر من الأمراء والحكام ، وقد نقل النووي عن القاضي عياض وغيره هذا الإجماع .

(۲۸/۳۲۳ ، طاعة ، طاعة أولي الأمر)

(۲) ما في " مجمع الزوائد " : قوله ﷺ : " لا ضرر ولا ضرار في الإسلام " .

(۴/۱۳۸ ، البيوع ، باب لا ضرر ولا ضرار ، سنن ابن ماجه :ص/۱۵۹ ، أبواب الأحكام=

شمسی توانائی(Solar Sistum)کا استعمال

مسئلہ(۱۹۲): پٹرول، ڈیزل، مٹی تیل اور گیس کے علاوہ ایندھن کے وسائل میں اس وقت شمسی توانائی (سولار سسٹم) کا استعمال کافی بڑھ رہا ہے، حکومت بھی اس کے لیے بعض سہولتیں فراہم کررہی ہیں، اس میں ایک بار ضرور خطیر رقم خرچ ہوتی ہے، لیکن آئندہ برقی بل سے بچا جاسکتا ہے، تو شرعی نقطۂ نظر سے صاحبِ استطاعت افراد واشخاص، مساجد ومدارس اور اِداروں کے لیے آلودگی سے محفوظ اس توانائی کا استعمال مستحب اور مستحسن عمل ہوگا۔(۱)

= ، التمهيد لما في المؤطا من المعاني والأسانيد ؛ لإبن عبد البر :۴/۲۸۴)

ما في " الأصول والقواعد للفقه الإسلامي " : يُتَحَمَّلُ الضَّرَرُ الْخَاصُّ لِدَفْعِ الضَّرَرِ الْعَامِّ . (ضررِ عام کو دور کرنے کی خاطر، ضررِ خاص کو برداشت کیا جائے گا)۔ (ص/۲۹۰ ، قاعده : ۳۷۱ ، الأشباه والنظائر لإبن نجيم:ص/۳۱۲ ، قواعد الفقه :ص/۱۳۹، قاعده :۳۹۸ ، ترتيب اللآلي في سلک الأمالي : ص/۱۱۶۷ ، شرح القواعد :ص/۱۹۷ ، درر الحكام شرح مجلة الأحكام : ۱/۴۰ ، المادة : ۲۶) (فقہی فکری واصلاحی مقالات ومضامین:ص/۳۴۶،فضائی آلودگی)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الأصول والقواعد للفقه الإسلامي " : يُتَحَمَّلُ الضَّرَرُ الْخَاصُّ لِدَفْعِ الضَّرَرِ الْعَامِّ . (ضررِ عام کو دور کرنے کی خاطر، ضررِ خاص کو برداشت کیا جائے گا)۔ (ص/۲۹۰ ، قاعده : ۳۷۱ ، الأشباه والنظائر لإبن نجيم :ص/۳۱۲ ، قواعد الفقه :ص/۱۳۹، قاعدة :۳۹۸ ، ترتيب اللآلي في سلک الأمالي : ص/۱۱۶۷ ، شرح القواعد :ص/۱۹۷ ، درر الحكام شرح مجلة الأحكام : ۱/۴۰ ، المادة : ۲۶) (تجاویز بابت فضائی آلودگی، تجویز نمبر:۴، اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا)

(فقہی فکری واصلاحی مقالات ومضامین:ص/۳۴۷،فضائی آلودگی)

تمباکو سے بنی اشیاء کا استعمال

مسئلہ (۱۹۳): ہمارے سماج ومعاشرے میں تمباکو اور اس سے بنی ہوئی اشیاء مختلف طرح سے استعمال کی جاتی ہیں، جیسے: سگریٹ، بیڑی، حقہ وغیرہ، اس سے جو دھواں نکلتا ہے وہ زیادہ کثیف اور مسموم ہوتا ہے، اس کا نقصان صرف پینے والے کو ہی نہیں ہوتا، بلکہ اس کے متعلقین اور ہم نشینوں کو بھی ہوتا ہے، اس لیے اِن چیزوں کا استعمال مکروہ ہوگا[۱]، اور حکومتِ وقت نے جن عوامی مقامات مثلاً: ایئرپورٹ، ریلوے اسٹیشن وغیرہ پر اِن چیزوں کے استعمال کو منع کیا ہے، وہاں اِن کا استعمال حکومتی قانون کی خلاف ورزی ہوگی، اور خلاف ورزی کرنے والے افراد پر تعزیر بھی جائز ہوگی۔[۲]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " المسائل المهمة فيما ابتلت به العامة " : مسئلہ(۱۱): مطلقاً سگریٹ نوشی: (اگر اس میں کسی قسم کی نشہ آور چیز کی آمیزش نہ بھی ہو، تب بھی مال کو ضائع کرنے، فضول خرچی کو شامل ہونے، اور منہ میں ایسی بدبو کے پیدا ہونے کی وجہ سے کہ اس سے دوسرے لوگ نفرت کرتے ہیں) مکروہ ہے، اس لیے عام حالات میں اس کے استعمال سے احتراز کرنا چاہیے۔[۱]

[۱] ما في " الأحكام الفقهية المتعلقة بالتدخين " : فأفتى الجمهور الأعظم بالتحريم ، وأفتى بعضهم بالكراهة ، وذهب آحاد منهم إلى حله ، وذهب القليل إلى أنه تجري عليه الأحكام الخمسة : فهو حرام إذا تحقق ضرره ، ومكروه لرائحته ، أو كان ضرره قليلا محتملا ، أو لكونه مما اختلف فيه، ومندوب إذا كان له فائدة مرجوة كالمداواة مثلا ، ومباح إذا استوى حال متعاطيه شرب أو لم يشرب ، وواجب إذا تعين دواء وأخبره بذلك طبيب عادل . (ص/۴۸ ، المطب الثامن حكم شرب الدخان ، المرحلة الثانية)=

سامان کی پیکنگ کے لیے پالیتھن (Polythene) کا استعمال

مسئلہ (۱۹۴): سامان کی پیکنگ بھی ایک اہم ضرورت ہے، قدیم زمانے میں اس کے لیے ردّی کاغذ یا اس سے تیار ہونے والی چیزیں استعمال کی جاتی تھیں، اب اس کی جگہ پلاسٹک کی تھیلیوں (پالیتھن) نے لے لی ہیں، لیکن پلاسٹک زمین میں تحلیل نہیں ہوتا، اور اگر اسے جلایا جائے، تو اس سے بہت کثیف دھواں پیدا ہوتا ہے، ہمارے ماحول کو نقصان پہنچانے والی چیزوں میں ماہرین اس کو بہت خطرناک قرار دیتے ہیں، لیکن آسانی وخوش نمائی کی غرض سے اور خاص کر سستا ہونے کی وجہ سے تُجّار اور عوام اس کا خوب استعمال کرتے ہیں، جب کہ ضرر ونقصان کو دور کرنا فائدہ اٹھانے سے زیادہ بہتر ہوتا ہے[1]، لہٰذا سرکاری طور پر اس پر پابندی ہونی چاہیے، اور خود بھی اس کے استعمال سے پرہیز وگریز کرنا چاہیے۔[2]

=ما في " رد المحتار " : وفي شرح الوهبانية للشرنبلالي [الطويل] : ويمنع من بيع الدخان وشربه – وشاربه في الصوم لا شک يفطر . (۱۰/۴۲ ، کتاب الأشربة)
(المسائل المہمۃ: ۷/۳۲، و: ۱/۱۵۳، ۱۵۴)

(۲) ما في " الدر المختار مع الشامية " : لأن طاعة الإمام فيما ليس بمعصية فرض .
(۶/۴۱۶ ، کتاب الجهاد ، باب البغاة ، مطلب في وجوب طاعة الإمام) (تجاویز بابت فضائی آلودگی، تجویز نمبر: ۸، اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا، فقہی فکری واصلاحی مقالات ومضامین: ص/ ۳۴۹، فضائی آلودگی)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القواعد الكلية والضوابط الفقهية " : درء المفاسد أولى من جلب المصالح .
(ص/۱۸۲ ، الفتاوى الحديثية : ص/۲۰۳ ، مطلب الاجتماع للموالد والأذكار ، الأصول والقواعد للفقه الإسلامي : ص/۱۷۱ ، قاعده : ۱۴۴ ، الأشباه والنظائر لإبن نجيم :=

عوامی مقامات پر تھوکنا

مسئلہ (۱۹۵): تھوک اور اگر بالخصوص تھوکنے والے نے کوئی نقصان دہ چیز وغیرہ کھا رکھی ہو، تو یہ مضرِ صحت جراثیم پر مشتمل ہونے کی وجہ سے ماحول کو نقصان پہنچاتے ہیں(۱)، اسی لیے بعض ملکوں میں سڑک اور عوامی مقامات پر تھوکنے سے قانوناً منع کیا جاتا ہے، اور بہت سے عوامی مقامات پر تھوک دان بنا دیئے گئے ہیں، تو ایسے اُمور کے سلسلے میں اگر حکومت یا متعلق ادارے کی طرف سے ہدایات موجود ہوں، تو شرعاً اُن ہدایات پر عمل کرنا واجب ہے۔(۲)

=ص/۳۲۲، درر الحكام شرح مجلة الأحكام : ۱/۴۱، المادة: ۳۰، قواعد الفقه: ص/۸۱، قاعدة :۱۳۳، جمهرة القواعد الفقهية : ۲/۷۳۳، قاعدة : ۸۹۱، ترتيب اللآلي في سلك الأمالي :ص/۱۶۹۱، القواعد الفقهية : ص/۱۷۰، شرح القواعد :ص/۲۰۵)

ما في " الدر المختار مع الشامية " : كل ما أدى إلى ما لا يجوز لا يجوز .

(۹/۵۱۹ ، كتاب الحظر والإباحة ، فصل في اللبس)

(۲) ما في " الأصول والقواعد للفقه الإسلامي " : يُتَحَمَّلُ الضَّرَرُ الْخَاصُّ لِدَفْعِ الضَّرَرِ الْعَامِّ . (ضررِ عام کو دور کرنے کی خاطر، ضررِ خاص کو برداشت کیا جائے گا)۔ (ص/۲۹۰ ، قاعده : ۳۷۱ ، الأشباه والنظائر لإبن نجيم :ص/۳۱۲ ، قواعد الفقه :ص/۱۳۹، قاعده :۳۹۸ ، ترتيب اللآلي في سلك الأمالي : ص/۱۱۶۷ ، شرح القواعد :ص/۱۹۷ ، درر الحكام شرح مجلة الأحكام : ۱/۴۰ ، المادة : ۲۶) (تجاویز بابت فضائی آلودگی، تجویز نمبر: ۷، اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا)

(فقہی فکری و اصلاحی مقالات و مضامین: ص/۳۴۹، فضائی آلودگی)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿والذين يؤذون المؤمنين والمؤمنات بغير ما اكتسبوا فقد احتملوا بهتانًا وإثمًا مبينًا﴾ . (سورة الأحزاب :۵۸)=

=ما في " روح المعاني " : أي ما يفعلو ن بهم ما يتأذون به من قول أو فعل . (۱۲/۱۲٦)

ما في " الجامع لأحكام القرآن للقرطبي " : أذى المؤمنين والمؤمنات هي أيضًا بالأفعال والأقوال القبيحة . (۱۴/۲۴۰)

ما في " صحيح مسلم " : " الإيمان بضع وستون أو بضع وسبعون شعبة فأفضلها قول لا إلٰه إلا اللّٰه ، وأدناها إماطة الأذى عن الطريق " .

(۱/۴۷ ، رقم :۱۵۲[۵۸] ، كتاب الإيمان ، باب بيان عدد شعب الإيمان)

ما في " تكملة فتح الملهم " : قال الحسن البصري رحمه اللّٰه في تفسير الأبرار : هم الذين لا يؤذون الذر ولا يرضون الشر . (۱/۵٦۷ ، رقم :۱۵۲[۵۸])

ما في " شرح الطيبي على مشكوة المصابيح " : الأذى في الحديث إسم ما يؤذي للناس نحو الشوك والحجر والطين وما أشبهها . (۱/۱۰۷ ، رقم :۳)

(۲) ما في " القرآن الكريم " : ﴿يا أيها الذين اٰمنوا أطيعوا اللّٰه وأطيعوا الرسول وأولي الأمر منكم﴾ . (سورة النساء : ۵۹) وقوله تعالى : ﴿أوفوا بالعهد ، إن العهد كان مسؤولا﴾ . (سورة الإسراء :۳۴)

ما في " الدر المختار مع الشامية " : طاعة الإمام فيما ليس بمعصية فرض .

(٦/۴۱٦ ، كتاب الجهاد ، باب البغاة ، مطلب في وجوب طاعة الإمام)

ما في " الموسوعة الفقهية " : أجمع العلماء على وجوب طاعة أولي الأمر من الأمراء والحكام ، وقد نقل النووي عن القاضي عياض وغيره هذا الإجماع .

(۲۸/۳۲۳ ، طاعة ، طاعة أولي الأمر)

ما في " انعام الباري " : ''اگر قانوناً منع ہے، ۔۔(تو) قانون کی خلاف ورزی کا گناہ ہوگا۔ اول تو اگر مسلمان حکومت ہے اطاعت اولی الامر کی وجہ سے۔ اور اگر غیر مسلم حکومت ہے تو معاہدہ کی خلاف ورزی کی وجہ سے گناہ ہوگا، کیوں کہ جب کوئی شخص کسی ملک کی شہریت اختیار کرتا ہے، تو عملاً معاہدہ کرتا ہے کہ ہم آپ کے قوانین کی پابندی کریں گے، جب تک قانون کی پابندی سے کوئی گناہ لازم نہ آئے، اس وقت تک قانون کی پابندی ضروری ہوتی ہے۔'' (٦/۳۴۴، ہنڈی کا حکم) (فقہی فکری واصلاحی مقالات ومضامین:ص/۳۵۰، ۳۵۱، فضائی آلودگی، تجاویز بابت فضائی آلودگی، تجویز نمبر:۱۰، اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا)

الیکٹرانک آلات کے استعمال میں احتیاط

مسئلہ(۱۹۶): مختلف مشینی اشیاء شعاعوں کو جنم دیتی ہیں، جو انسانوں اور جانداروں، نیز ماحول کے لیے سخت نقصان کا باعث ہوتی ہیں، جیسے: فریج، واشنگ مشین، ایئر کنڈیشنر، ٹی وی، خاص کر موبائل وغیرہ، چنانچہ یہ بات مشاہدے میں ہے کہ جب سے موبائل کے استعمال کی کثرت ہوئی ہے، پرندے ناپید ہوتے جارہے ہیں، حالانکہ ماحول کے تحفظ (حفاظت کرنے) میں پرندوں اور کیڑے مکوڑوں کا بھی حصہ ہے، لہٰذا ہمیں شعاع خارج کرنے والے الیکٹرانک آلات کے ضرورت سے زیادہ استعمال سے اجتناب کرنا چاہیے، کیوں کہ کسی بھی چیز کا استعمال زائد از ضرورت بنگاہِ شرع محمود و پسندیدہ نہیں ہے، بلکہ یہ اِسرافِ مال[۱] اور ضیاعِ وقت میں داخل ہونے کی وجہ سے شرعاً ممنوع ہوگا۔[۲]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿ولا تُسرفوا إن اللّٰه لا يحبّ المُسرفين﴾ . (سورة الأنعام : ۱۴۱) وقوله تعالى : ﴿كلوا واشربوا ولا تُسرفوا ، إنه لا يحب المُسرفين﴾ .

(سورة الأعراف : ۳۱)

ما في " أحكام القرآن لإبن العربي " : الإسراف تعدي الحد ، فنهاهم عن تعدي الحلال إلى الحرام، وقيل ألا يزيدوا على قدر الحاجة . (۲/۱۸۷)

ما في " القرآن الكريم " : ﴿ولا تُبذِّر تبذيرًا ، إن المُبذِّرين كانوٓا إخوانَ الشيٰطين﴾ .

(سورة الإسراء : ۲۶ ، ۲۷)

ما في " التفسير الكبير للرازي " : والتبذير في اللغة : إفساد المال وانفاقه في السرف .

(۳۲۸/۷)=

....

....

....

....

....

....

....

=ما في " تفسير السمرقندي " : قال تعالى : ﴿إن المبذّرين﴾ أي ؛ المنفقين أموالهم في غير طاعة اللّٰه تعالى ، كانوا اخوان الشياطين يعني أعوان الشياطين . (۲/۲٦٦) وفيه : ﴿ولا تبذر تبذيرًا﴾ .... أي ؛ لا تنفق مالک في غير طاعة اللّٰه تعالى . (۲/۲٦٥)

ما في " صحيح البخاري " : عن المغيرة بن شعبة قال : قال النبي ﷺ : " إن اللّٰه حرّم عليكم عُقوق الأمهات ، ووأد البنات ، ومنع وهات ، وكره لكم قيل وقال ، وكثرة السوال ، وإضاعة المال". (۱/۳۲۴ ، رقم : ۲۴۰۸ ، كتاب في الاستقراض وأداء الديون والحجر الخ ، باب ما ينهى عن إضاعة المال ، صحيح مسلم : ۲/۷٦ ،كتاب الأقضية)

ما في " فتح الباري لإبن حجر " : قوله : (وإضاعة المال) وقد قال الجمهور : إن المراد به السرف في إنفاقه . (۵/۸٦)

ما في " الموافقات في أصول الأحكام للشاطبي " : ومجموع الضروريات خمسة : وهي حفظ الدين ، والنفس ، والنسل، والمال ، والعقل .

(۲/۴ ، كتاب المقاصد ، المسئلة الأولى)

(۲) ما في " الألعاب الرياضية " : يقول يوسف القرضاوي حفظه اللّٰه : والحق أن السفه في إنفاق الأوقات أشد خطرًا من السفه في إنفاق الأموال .... ؛ لأن المال إذا ضاع قد يعود ، والوقت إذا ضاع لا عوض له . (ص/۳۲۰ ، ط : مكتبة دار النفائس ، أردن)

(فقہی فکری واصلاحی مقالات ومضامین:ص/۳۵۱،فضائی آلودگی)

(تجاویز بابت فضائی آلودگی،تجویز نمبر:۱۱،اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا)

گندگی پھیلا کر دوسرں کی تکلیف کا باعث نہ بنیں!

مسئلہ (۱۹۷): ہم مسلمان ہیں، ہماری ہر دینی تعلیم کا آغاز ہی طہارت سے ہوتا ہے، جسے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ''ایمان کا آدھا حصہ'' قرار دیا ہے، نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انتہائی باریک بینی سے ہر اُس کام سے منع فرمایا ہے جو ناحق کسی دوسرے کی تکلیف کا باعث ہو، لیکن یہ بات کہتے ہوئے بھی شرم آتی ہے کہ ہمارے مشترک غسل خانے، طہارت خانے اور پاخانے، خواہ مسجدوں میں ہوں، یا تعلیم گاہوں میں، گھروں میں ہوں یا شفاخانوں میں، ہر جگہ عموماً گندگی کے ایسے مراکز بنے ہوئے ہیں کہ اُن کے قریب سے گزرنا مشکل ہوتا ہے، اور کسی سلیم الطبع شخص کے لیے اُن کا استعمال ایک شدید آزمائش سے کم نہیں ہوتا، اس صورتِ حال کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ اِن معاملات میں ہم نے دین کی تعلیمات کو بالکل نظر انداز کیا ہوا ہے، اور مشترک استعمال کے مقامات پر گندگی پھیلانے کے بعد ہمیں یہ خیال بھی نہیں آتا کہ ہم اذیّت رسانی کے گناہ کے مرتکب ہوئے ہیں، جس کا ہمیں جواب دینا پڑے گا، لہٰذا ہم سب کو چاہیے کہ طہارت ونظافت کا خوب اہتمام کریں۔ طہارت کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ خود بھی پاک وصاف رہے۔ اور نظافت کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اپنی گندگی سے دوسروں کے لیے تکلیف کا باعث نہ بنیں! [1]

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما في '' القرآن الکریم '' : ﴿وثیابک فطهّر﴾ . [سورة المدثر : ۴] وقوله تعالی :=

....

....

....

....

....

....

....

....

....

=﴿إن اللّٰہ یحب التوّابین ویحب المتطهّرین﴾ . (سورة البقرة : ۲۲۲)

ما في " تفسیر المظهري " : قال القاضي ثناء اللّٰہ رحمه اللّٰہ تعالی : قلت : والظاهرعندي أنه أمر بتطهیر الثیاب ، فالواجب بالمنطوق وعبارة النص إنما هو تطهیر الثوب ؛ وبدلالة النص یجب تطهیر البدن بالطریق الأولی ، فإن اللّٰہ سبحانه القدوس المطهر الطاهر لما لم یرض بنجاسة الثوب فکیف یرضی بنجاسة البدن اهـ . ... احتج الفقهاء بهذه الأٰیة لاشتراط طهارة الثوب والمکان والبدن عن النجاسة الحقیقیة للصلاة ، والصحیح عندي أنه لا دلالة علی اشتراطها للصلاة ، بل علی وجوب الطهارة الثلاث في جمیع الأحوال .

(۸۹/۱۰ ، ۹۰)

ما في " جامع الترمذي " : قوله ﷺ : " إن اللّٰہ طیب یحب الطیب ، نظیف یحب النظافة ، کریم یحب الکرم ، جواد یحب الجود ، فنظفوا أفنیتکم ، ولا تشبهوا بالیهود " . (۱۰۷/۲ ، قدیمي ، وأیضًا :۵۳۷/۳ ، کتاب الأدب ، باب ما جاء في النظافة ، رقم : ۲۷۹۹)

ما في " صحیح مسلم " : عن مالک الأشعري قال : قال رسول اللّٰہ ﷺ : " الطهور شطر الإیمان " . (۱۱۸/۱ ، کتاب الطهارة ، باب فضل الوضوء)

(جمع الجوامع :۱۳۲/۵ ، رقم :۱۴۰۰۴ ، حرف الطاء)

ما في " المعجم الأوسط للطبراني " : قوله ﷺ : " إن اللّٰہ جمیل یحب الجمال " .

(۳۰۶/۳ ، رقم : ۴۲۶۸) (مستفاد: ذکروفکر:ص/۱۹۶،۱۹۷)

وقت کی پابندی نہایت ضروری ہے

مسئلہ (۱۹۸): حق تعالیٰ شانہٗ کی طرف سے ہر کام کے لیے ایک وقت مقرر ہے، قرآنِ پاک میں وقت [۱] اور وعدے [۲] کی پابندی کی بہت تاکید فرمائی گئی ہے، اہلِ مغرب وقت کے جس قدر پابند ہیں، اہلِ مشرق اِس معاملے میں اسی قدر آزاد ہیں، اُن کے نزدیک وقت کی کوئی قدر، اہمیت اور قیمت نہیں، حالانکہ دنیا میں ہر چیز کا نعم البدل مل سکتا ہے، مگر وقت کا جو لمحہ گزر جائے، وہ کسی قیمت پر واپس نہیں لایا جاسکتا [۳]، لہٰذا ہم علماء، طلبہ اور تمام مسلم نوجوانوں پر لازم ہے کہ وقت کی پابندی کریں، انتظامیہ (یا گھر کے ذمہ داروں) نے پڑھنے پڑھانے، کھانے پینے اور دیگر اُمور کا جو وقت مقرر کردیا ہے، اُس کا پاس ولحاظ رکھیں، اور نظم وضبط کو اپنی زندگی کا جزو قرار دیں، کہ اس کے بغیر زندگی کا صحیح لُطف حاصل نہیں ہوسکتا۔ [۴]

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الکریم " : ﴿فإذا اطمأننتم فاقیموا الصلوة ان الصلوة کانت علی المؤمنین کتابا موقوتا﴾ . (سورة النساء :۱۰۳)

ما في " الموسوعة الفقهیة " : الوقت في اللغة : مقدار من الزمان مفروض لأمر ما ، أو نهایة الزمان المفروض للعمل ، وکل شيء قدرت له حینا فقد وقته توقیتا ، وکذلک ما قدرت له غایة . ومنه قول اللّٰه تعالی : ﴿فإذا اطمأننتم فاقیموا الصلوة ان الصلوة کانت علی المؤمنین کتابا موقوتا﴾ . (۱۰۲/۴۴، وقت ، التعریف)

(۲) ما في " القرآن الکریم ": ﴿وأوفوا بالعهد إن العهد کان مسئولا﴾ . =

....

=(سورة بنی اسرائیل:۳۷)

ما في " الجامع لأحكام القرآن للقرطبي " : قال الزجاج : كل ما أمر اللّٰه به ونهى عنه فهو في العهد . (۲۵۶/۱۰)

ما في " الجامع لأحكام القرآن للقرطبي " : قوله عليه السلام : " المؤمنون عند شروطهم " . وقال : كل شرط ليس بكتاب اللّٰه فهو باطل ، فبين أن الشرط أو العقد الذي يجب به الوفاء ما وافق كتاب اللّٰه ؛ أي دين اللّٰه فإن ظهر فيها ما يخالف رد . (۳۳/۶)

ما في " جامع الترمذي " : قوله عليه السلام : " المسلمون على شروطهم إلا شرطا حرم حلالا أو أحل حراما " . (۲۵۱/۱)

(۳) ما في " الجد الحثيث في بيان ما ليس بحديث " : الوقت كالسيف إن لم تقطعه قطعک . (ليس بحديث بل من كلام بعض الحكماء) . (۲۵۳/۱ ، المؤلف : أحمد بن عبد الكريم الغزي ، ط : دار ابن حزم ، كشف الخفاء ومزيل الإلباس عما اشتهر من الأحاديث على ألسنة الناس :۳۴۲/۲ ، ط : دار احياء التراث العربي بيروت)

ما في " معالم تربوية لطالبي أسنى الولايات الشرعية " : وفي الحكمة : الوقت كالسيف إن لم تقطعه قطعک . فالوقت إما لک ، وإما عليک . (۴۷/۱ ، المَعلم الخامس ؛ حفظ الوقت واغتنامه ، المؤلف : محمد بن محمد المختار الشنقيطي)

(۴) ما في " صحيح البخاري " : وعن المغيرة بن شعبة قال : قال النبي ﷺ : " إن اللّٰه حرّم عليكم عقوق الأمهات ، ووأد البنات ، ومنعًا وهات ، وكره لكم قيل وقال ، وكثرة السؤال ، وإضاعة المال " . (۳۲۴/۱ ، كتاب في الاستقراض وأداء الديون والحجر الخ ، باب ما ينهى عن إضاعة المال ، صحيح مسلم :۷۶/۲ ، كتاب الأقضية)

ما في " صحيح البخاري " : قوله عليه السلام : " نعمتان مغبون فيهما كثير من الناس ؛ الصحة والفراغ " .

(۹۴۹/۲ ، كتاب الرقاق ، جامع الترمذي :۵۶/۲ ، كتاب الزهد ، رقم :۲۳۰۴)

ما في " فتح الباري لإبن حجر " : فإن من لا يستعملهما فيما ينبغي فقد غبن . (۲۷۶/۱۱)

ما في " جامع الترمذي " : .... " لا تزول قدما عبد حتى يسأل عن عمره فيما=

اجازت سے زائد آبِ زم زم لانا

مسئلہ (۱۹۹): بعض لوگ جب حج یا عمرہ سے واپس ہوتے ہیں، تو قانونی طور پر جتنا آبِ زم زم لانے کی اجازت ہے، اُس سے زیادہ لاتے ہیں، بسا اوقات اس میں کسٹم حکام کو رشوت بھی دینی پڑتی ہے، اور کبھی ایئرپورٹ پر، حکومتی کارندوں کی چیکنگ کے بعد، زائد پانی وہی چھوڑنا پڑجاتا ہے، اس لیے جب بھی حج یا عمرہ سے واپس آئیں، تو قانوناً جتنا آبِ زم زم لانے کی اجازت ہے، اتنا ہی لانا چاہیے[1]، اجازت سے زائد لانا اور قانون کی خلاف ورزی کرکے، خطرہ مول لینا[2]، یا رشوت دینا[3]، کوئی دانش مندی نہیں ہے، لہٰذا اِس طرح کے عمل سے پرہیز کرنا لازم ہے۔

= أفناه ، وعن عمله فيما فعل ، وعن ماله من أين اكتسبه ، وفيما أنفقه ، وعن جسمه فيما أبلاه " . (۶۷/۲ ، أبواب صفة القيامة)

ما في " الألعاب الرياضية " : يقول الدكتور يوسف القرضاوي حفظه الله : والحق أن السفه في إنفاق الأوقات أشد خطرًا من السفه في إنفاق الأموال .... ؛ لأن المال إذا ضاع قد يعود ، والوقت إذا ضاع لا عوض له . (ص/۳۲۰ ، ط : دارالنفائس الأردن)

(مستفاد: اسلامی اخلاق وآداب: ص/۲۷۷، ۲۷۸)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " تكملة فتح الملهم " : إن المسلم يجب عليه أن يطيع أميره في أمور مباحة . (۳۲۴/۳ ، ط : أشرفيه)

ما في " الدر المختار مع الشامية " : لأن طاعة الإمام فيما ليس بمعصية فرض . (۴۱۶/۶ ، كتاب الجهاد ، باب البغاة ، مطلب في وجوب طاعة الإمام)=

....

=ما في " الموسوعة الفقهية " : أجمع العلماء على وجوب طاعة أولي الأمر من الأمراء والحكام ، وقد نقل النووي عن القاضي عياض وغيره هذا الإجماع .

(۳۲۳/۲۸ ، طاعة ، طاعة أولي الأمر)

(۲) ما في " جامع الترمذي " : عن حذيفة قال : قال رسول الله ﷺ : " لا ينبغي للمؤمن أن يُذِلَّ نفسه " . قالوا : وكيف يذلّ نفسه ؟ قال : " يتعرّض من البلاء لما لا يطيق " .

(۵۱/۲ ، أبواب الفتن ، رقم : ۲۲۵۴)

(سنن ابن ماجة : ص/۲۹۰ ، كتاب الفتن ، باب قوله تعالى : يآ أيها الذين اٰمنوا عليكم انفسكم ، رقم : ۴۰۱۶)

ما في " شروح سنن ابن ماجة " : قال السندي : قوله : (يتعرض من البلاء) إما بالدعاء على نفسه بها ، أو بأن يأتي بأسبابها العادية . (۱۴۶۶/۲ ، تحت رقم : ۴۰۲۶)

ما في " الموافقات للشاطبي " : ومجموع الضروريات خمسة : وهي حفظ الدين والنفس والنسل والمال والعقل ، وقد قالوا : إنها مراعاة في كل ملة .

(۳۲۶/۲ ، دار المعرفة بيروت ، المقاصد قسمان ؛ مقاصد الشارع ومقاصد المكلف ، القسم الأول مقاصد الشارع ، النوع الأول ، المسألة الأولى)

ما في " فتاوى دار العلوم ديوبند على شبكة نيت " : لكن لما كان هذا العمل خلاف القانون الحكمي وفيه إلقاء النفس إلى التهلكة فينبغي أن يحترز من هذا العمل ، قال تعالى : ﴿ولا تلقوا بأيديكم إلى التهلكة﴾ . وفي القواعد الفقهية : المسلمون مأمورون بأن يدفع سبب الهلاک عن أنفسهم . (رقم الفتوىٰ : ۲۳۲۲۴ ، متفرقات ، حلال وحرام)

(۳) ما في " القرآن الكريم " : ﴿سمّٰعون للكذِب أكّٰلون للسُّحت﴾ .

(سورة المائدة : ۴۲)

ما في " الجامع الصغير " : " لعن الله الراشي والمرتشي الذي يمشي بينهما " .

(ص/۴۴ ، رقم : ۷۲۵۵)

ما في " جامع الترمذي " : " لعن رسول الله ﷺ الراشي والمرتشي " .

(رقم : ۱۳۳۶ ، كتاب الأحكام ، سنن أبي داود : رقم : ۳۵۸۰ ، كتاب الأقضية ،=

اِنسیکٹ کِلَر (Insect Killer) کا استعمال

مسئلہ (۲۰۰): جو حشرات الارض؛ کیڑے مکوڑے، مُوذی؛ یعنی تکلیف پہنچانے والے ہیں، مثلاً: مچھر، کھٹمل وغیرہ، ان کو مارنے اور قتل کرنے کی شرعاً اجازت ہے، البتہ قتل کے لیے ابتداءً ایسی چیز کا استعمال نہ کیا جائے، جس میں جلانا پایا جائے، کہ یہ عمل مکروہ ہے، ہاں! اگر اس کے علاوہ کوئی اور طریقہ کارگر نہ ہو، تو بدرجۂ مجبوری جلانے کی بھی گنجائش ہوگی۔ (۱)

= باب كراهية الرشوة)

(سنن ابن ماجة : رقم :۲۳۱۳ ، كتاب الأحكام ، باب التغليظ في الرشوة)

ما في " سبل السلام شرح بلوغ المرام " : الرشوة حرام بالإجماع ، سواء كانت للقاضي أو للعامل على الصدقة أو لغيرهما .

(۱۴۷۱/۴ ، الرشوة للقاضي والهدية ، المال المأخوذ ظلماً : ۴۰۸/۱)

(فتاویٰ دار العلوم دیوبند، رقم الفتویٰ:۱۴۸۷۲۶)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " إمداد الفتاوى " : وحرقهم ما نصه لكن جواز التحريق والتفريق مقيد كما في الشرح السير بما إذا لم يتمكنوا من الظفر بهم بدون ذلک بلا مشقة عظيمة ؛ فإن تمكنوا فلا يجوز كما في الدر المختار . (۲۶۳/۴) (فتاویٰ دار العلوم دیوبند، رقم الفتویٰ:۱۴۷۰۳۷)

کرنسی کی اسمگلنگ (Smuggling)[☆]

مسئلہ (۲۰۱): کرنسی یا کسی مباح چیز کی تجارت فی نفسہٖ جائز عمل ہے[۱]، لیکن اس کی اسمگلنگ (Smuggling) جب ملکی قوانین کے خلاف، اور ملک کے لیے نقصان دِہ ہو، تو ناجائز قرار پائے گی[۲]، لہٰذا مسلمانوں کو ایسی اسمگلنگ؛ یعنی غیر قانونی تجارت سے بچنا لازم ہے۔[۳]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الأصول والقواعد للفقه الإسلامي " : اَلأَصْلُ فِي الْأَشْيَاءِ الإبَاحَةُ .

(ص/۱۱۷ ، قاعده : ۳۰ ، الأشباه والنظائر لإبن نجيم :ص/۲۵۲ ، الأشباه والنظائر للسيوطي : ۱/۱۲۱ ، القواعد الفقهية : ص/۱۰۷ ، قواعد الفقه :ص/۵۹ ، قاعدة : ۳۳ ، رد المحتار : ۱/۱۰۵ ، مطلب ؛ المختار أن الأصل في الأشياء الإباحة)

(۲) ما في " تكملة فتح الملهم " : إن المسلم يجب عليه أن يطيع أميره في أمور مباحة .

(۳/۳۲۴ ، ط : أشرفيه)

ما في " الدر المختار مع الشامية " : لأن طاعة الإمام فيما ليس بمعصية فرض .

(۶/۴۱۶ ، كتاب الجهاد ، باب البغاة ، مطلب في وجوب طاعة الإمام)

ما في " الموسوعة الفقهية " : أجمع العلماء على وجوب طاعة أولي الأمر من الأمراء والحكام ، وقد نقل النووي عن القاضي عياض وغيره هذا الإجماع . (۲۸/۳۲۳ ، طاعة ، طاعة أولي الأمر)

(۳) ما في " جامع الترمذي " : عن حذيفة قال : قال رسول الله ﷺ : " لا ينبغي للمؤمن أن يُذِلَّ نفسه " . قالوا : وكيف يذلّ نفسه ؟ قال : " يتعرّض من البلاء لما لا يطيق " .

(۲/۵۱ ، أبواب الفتن ، رقم :۲۲۵۴ ، سنن ابن ماجة :ص/۲۹۰ ، كتاب الفتن ، باب قوله تعالى : يآ أيها الذين اٰمنوا عليكم انفسكم ، رقم :۴۰۱۶)

☆ اِسمَگلِنگ – خلافِ قانون در آمد یا بر آمد . (فیروز اللغات :ص/۹۵) =

دینی پروگرام کی سی ڈی (CD) بنانا

مسئلہ (۲۰۲): ایسی مجلس جو خالص دینی اور علمی ہو، اور غیر محارم پر مشتمل نہ ہو، تو چوں کہ سی ڈی (CD) میں نظر آنے والی شکلوں کا بعض محققین علماء کے نزدیک فنی اعتبار سے تصویر ہونا محل نظر ہے، اس لیے اس کے بنانے کی گنجائش ہے، مگر اس طرزِ عمل سے غیر شرعی اُمور پر مشتمل سی ڈی (CD) بنانے والوں کی حوصلہ افزائی ضرور ہوگی، اس لیے اس سے احتراز کرنا چاہیے، البتہ اگر محض تلاوت وغیرہ کی ریکارڈنگ کرنا مقصود ہو، تو یہ بلا شبہ جائز ہے۔ (۱)

=ما في " شروح سنن ابن ماجة " : قال السندي : قوله : (يتعرض من البلاء) إما بالدعاء على نفسه بها ، أو بأن يأتي بأسبابها العادية . (۲/۱۴۶۶، تحت رقم :۴۰۶۶)

ما في " الموافقات للشاطبي " : ومجموع الضروريات خمسة : وهي حفظ الدين والنفس والنسل والمال والعقل ، وقد قالوا : إنها مراعاة في كل ملة . (۲/۳۲۶ ، دار المعرفة بيروت، المقاصد قسمان ؛ مقاصد الشارع ومقاصد المكلف ، القسم الأول مقاصد الشارع، النوع الأول ، المسألة الأولى) (فتاویٰ بنوریہ، رقم الفتویٰ:۲۰۸۸۴)

ما في " فتاوى دار العلوم ديوبند على شبكة نيت " : لكن لما كان هذا العمل خلاف القانون الحكمي وفيه إلقاء النفس إلى التهلكة فينبغي أن يحترز من هذا العمل ، قال تعالى : ﴿ولا تلقوا بأيديكم إلى التهلكة﴾ . وفي القواعد الفقهية : المسلمون مأمورون بأن يدفع سبب الهلاك عن أنفسهم . (رقم الفتوىٰ : ۶۳۲۲۴، متفرقات ، حلال وحرام)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في "تكملة فتح الملهم " : وأما إذا احتفظ بالصورة في شريطة الفيديو ، فإن الصور لا تنقش على الشريطة ، وإنما تحفظ فيها الأجزاء الكهربائية التي ليس فيها صورة ، فإذا ظهرت هذه الأجزاء على الشاشة ظهرت مرة أخرى بذلك الترتيب الطبيعي ، ولكن=

بلا اجازت وائی فائی کنیکشن کا استعمال

مسئلہ (۲۰۳): آج کل اِینڈ رائڈ (Androide) دور چل رہا ہے، سڑکوں، گزرگاہوں، آفسوں اور دفتروں پر، جگہ جگہ وائی فائی کنیکشن (WiFi Conection) دستیاب ہوتا ہے، کچھ لوگ اپنے وائی فائی سسٹم کو لاک (Lock/مقفل) نہیں کرتے ہیں، تو بعض لوگ اپنے موبائل اس سے کنیکٹ (Conect) کرلیتے ہیں، جب کہ کنیکشن والے کی طرف سے صراحۃً یا دلالۃً اس کی کوئی اجازت نہیں ہوتی ہے، تو اس طرح کسی کی اجازت کے بغیر اس کا وائی فائی نیٹ ورک (WiFi Network) استعمال کرنا شرعاً درست نہیں ہے، کیوں کہ یہ کنیکشن والے کے لیے پریشانی کا باعث ہوتا ہے، کہ وہ کوئی اہم کام کرنے جارہا ہوتا ہے، اور نیٹ ورک سست رفتاری سے چلتا ہے؛ لہٰذا مسلم نوجوانوں کو اس طرح کے عمل سے باز رہنا چاہیے۔ (۱)

= ليس لها ثبات ولا استقرار على الشاشة ، وإنما هي تظهر وتفني فلا عذر أن هناك مرحلة من المراحل تنتقش فيها الصورة على شيء بصفة مستقرة أو دائمة ، وعلى هذا فتنزيل هذه الصورة منزلة الصورة المستقرة مشكل . (۴/۱۶۴ ، ۱۶۵)

(بحوالہ فتاویٰ بنوریہ، رقم الفتویٰ: ۳۸۷۳۸)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " درر الحكام شرح مجلة الأحكام " : لا يجوز لأحد أن يتصرف في ملك الغير بلا إذنه . (۱/۹۶، المادة : ۹۶ ، شرح المجلة : ص/۶۱، المادة : ۹۶)

(قواعد الفقه : ص/۱۱۰، قاعدة : ۷۰)

ما في " التنوير وشرحه مع الشامية " : لا يجوز التصرف في مال غيره بلا إذنه ولا ولايته .=

کتاب اللباس والحجاب

لباس وحجاب کے احکام ومسائل

شرعی لباس کے اصول وضوابط

مسئلہ(۲۰۴): قرآن وحدیث کی رُو سے شرعی لباس وہ کہلائے گا جس میں شرعی اُصول وضوابط کی رعایت کی گئی ہو۔ ہر مسلمان کے لیے شرعی لباس کا اختیار کرنا بے حد ضروری ہے، اور کفار وفساق کے لباس سے بچنا چاہیے۔

یہ بھی یاد رہے کہ شریعتِ مطہرہ نے لباس کے متعلق کسی خاص وضع قطع کی پابندی نہیں لگائی ہے، البتہ اس کی کچھ حدود وقیود مقرر کی ہیں، ان سے تجاوُز جائز نہیں، پس جو لباس ان حدود وقیود کے دائرے میں رہتے ہوئے اختیار کیا جائے گا، وہ شرعی لباس کہلائے گا، ورنہ خلافِ شرع ہوگا، کچھ حدود واصول درجِ ذیل ہیں:

(۱) لباس اتنا چھوٹا، باریک یا چُست نہ ہو کہ وہ اعضائے مستورہ کی ساخت کو

=(۹/ ۲۴۰ ، کتاب الغصب ، مطلب فیما یجوز من التصرف بمال الغیر)

ما في " رد المحتار " : التصرف في مال الغير حرام ، فيجب التحرّز عنه .

(۷/ ۳۷۳ ، کتاب البیوع ، باب المرابحة والتولیة)

ما في " شرح المجلة " : لا يجوز لأحد أن يأخذ مال أحد بلا سبب شرعي ، أي لا يحل في كل الأحوال عمدا أو خطأ أو نسيانا ، جدا أو لعبا أن يأخذ أحد مال أحد ، بوجه لم يشرعه الله تعالى ولم يبحه ؛ لأنه حقوق العباد محترمة لا تسقط .... يجب عليه ردّه قائمًا أو مثله أو قيمته هالكاً . اهـ . (ص/ ۲۶۴ ، ۲۶۵) (فتاویٰ دار العلوم دیوبند، رقم الفتویٰ:۱۴۶۷۴۱)

واضح کردے۔ (۲) لباس میں کافروں اور فاسقوں کی نقالی اور تشبُّہ اختیار نہ کریں۔ (۳) لباس میں بڑائی وتکبُّر اور فخر ونمائش اور بے جا تکلُّفات سے اجتناب کریں۔ (۴) مرد؛ شلوار، تہبند، جبہ اور پاجامہ وغیرہ اتنا لمبا نہ پہنیں کہ ٹخنے چھُپ جائیں۔ (۵) مردوں کے لیے اصلی ریشم کا لباس پہننا حرام ہے۔ (٦) مرد؛ زنانہ لباس، اور عورتیں؛ مردانہ لباس اختیار نہ کریں۔

(فی زماننا عورتوں کے لیے کوٹ، پتلون، شرٹ، پینٹ وغیرہ کا استعمال جائز نہیں، اسی طرح مردوں کو سونے، چاندی کی زنجیر پہننا، عورتوں کی طرح بال رکھنا، لبوں پر سُرخی لگانا، ہاتھ، پیر میں مہندی لگانا وغیرہ جائز نہیں)

(۷) مردوں کے لیے خالص سرُخ لباس پہننا مکروہ ہے، ہاں! خالص سُرخ نہ ہو تو مضائقہ نہیں۔ (۸) اپنی مالی استطاعت سے بہت زیادہ قیمت کے لباس کا اہتمام نہ کریں۔ (۹) مال دار شخص اتنا گھٹیا لباس نہ پہنے کہ دیکھنے والے مفلس سمجھیں۔ (۱۰) لباس صاف سُتھرا ہونا چاہیے، مردوں کے لیے سفید لباس زیادہ پسندیدہ ہے۔ (لباس میں ہر علاقے کے اہلِ صلاح وتقویٰ کے لباس کا اتباع زیادہ بہتر اور مستحب ہے، کیوں یہ اقرب إلی السنہ ہونے کی علامت ہے۔)[1]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " تكملة فتح الملهم " : إن الإسلام دين تشمل أحكامه جميع شعب الحياة ، فإنه لم يدع باب اللباس هملا ، بل وضع له مبادئ وأحكاما لا يجوز لمسلم أن يخالفها ، وقد يزعم الإنسان المعاصر أن اللباس والزينة من الأمور العادية البسيطة التي تخضع للتقاليد الرائجة في كل عصر ومصر، ولا علاقة لها بأحكام الحلال والحرام ، فإنها ليست من=

....

= الأمور الجذرية التي تقوم على أساسها الحياة ، ولكن هذا الزعم إنما نشأ من قلة التدبر .... ولكن الإسلام لا يسلک في شأن من شؤون الحياة إلا طريقا يتفق مع الفطرة السليمة ، ويتجارب مع مقتضيات الطبيعة وبما أن الإنسان جبل على حب التنوع في أنواع اللباس والطعام ، فإن الإسلام لم يقصره على نوع دون نوع ، ولم يقرر للإنسان نوعا خاصا ، أو هيئة خاصة من اللباس ، ولا أسلوبا خاصا للمعيشة وإنما وضع مجموعة من المبادئ والقواعد الأساسية يجب على المسلم أن يتحفظ بها في أمر لباسه ، ثم تركه حرا في اختيار ما يراه من أنواع الملابس ، وليس هناک ما يمنع التطور في أنواع اللباس ، ما دام الإنسان يتحفظ بهذه المبادي ، ويفي بشروطها الواجبة . فمن مقدمة هذه المبادئ : (١) أن اللباس يجب أن يكون ساترًا لعورة الإنسان ... وستر العورة من أعظم مقاصد اللباس ، وأن اللباس الذي يخل بهذا المقصد يهمل ما خلق اللباس لأجله ، فيحرم على الإنسان استعماله ... وكذلک اللباس الرقيق أو اللاصق بالجسم الذي يحكي للناظر شكل حصة من الجسم الذي يجب ستره ، فهو في حكم ما سبق في الحرمة وعدم الجواز . (٢) أن اللباس إنما يقصد به الستر والتجمل ... وأما ما يقصد به الخيلاء والكبر أو الأشر والبطر أو الرياء فهو حرام . (٣) أن اللباس الذي يتشبه به الإنسان بأقوام كفرة ، لا يجوز له لبسه لمسلم إذا قصد بذلک التشبه بهم . (٤) أن لبس الحرير حرام للرجال دون النساء ، وكذلک إسبال الإزار إلى الكعبين لا يجوز للرجال ويجوز للنساء . (٥) الثوب المصبوغ بلون مطرب يحصل له الفخر والمرآة، فنهى رسول الله ﷺ عن المعصفر والمزعفر .... ولا اختلاف بين قوله ﷺ : " إن البذاذة من الإيمان " .... وبين قوله ﷺ : " إن الله يحب أن يرى أثر نعمته على عبده " ... لأن هناک شيئين مختلفين في الحقيقة ، قد يشتبهان بادي الرأي ، أحدهما مطلوب والآخر مذموم ، فالمطلوب ترک الشح ، ويختلف باختلاف طبقات الناس ، فالذي هو في الملوک شح ربما يكون إسرافا في حق الفقير ، وترک عادات البدو واللاحقين بالبهائم واختيار النظافة ومحاسن العادات ، والمذموم الإمان في التكلف والمرآة والتفاخر بالثياب ، وكسر قلوب الفقراء ، ونحو ذلک وفي ألفاظ الحديث إشارات إلى هذه المعاني كما لا يخفى على المتأمل . (۴/۸۷ – ۸۹) (کتاب الفتاویٰ:۶/ ۹۵،نوادر الفقہ :۲/ ۳۶۵،جدید معاملات کے شرعی احکام:۳/۵۴،فتاویٰ دار العلوم زکریا:۷/ ۱۱۸–۱۲۰،شرعی لباس کے اصول وضوابط،فتاویٰ محمودیہ:۱۹/ ۲۵۵،ط: کراچی، المسائل المہمۃ فیما ابتلت بہ العامۃ :۱/۱۴۳،مسئلہ:۱۴۷،موجودہ لباس شریعت کی روشنی میں،طبع چہارم)

تشبُّہ کے اقسام اور اُن کے احکام

مسئلہ (۲۰۵): (۱) تشبُّہ بالکفار، اعتقادات وعبادات میں کفر ہے، اور مذہبی رُسومات میں حرام ہے۔ (۲) معاشَرت، عبادات اور قومی شعائر میں تشبُّہ مکروہِ تحریمی ہے۔ (۳) جو چیزیں دوسری قوموں کی قومی وضع ہیں، نہ مذہبی، گو اُن کی ایجاد ہوں، اور عام ضرورت کی چیزیں جیسے: دیا سلائی، یا گھڑی، یا نئے ہتھیار، یا نئی ورزشیں جن کا بدل ہماری قوم میں نہ ہو، اس کا برتنا جائز ہے۔ ایجادات وانتظامات اور اسلحہ اور سامانِ جنگ میں غیر قوموں کے طریقے لے لینا جائز ہے، ہاں! جس کا بدل مسلمانوں کے پاس موجود ہو، تو اس میں تشبُّہ مکروہِ تنزیہی ہے۔ (۴) مسلمانوں میں جو فاسق یا بدعتی ہیں، اُن کی وضع اختیار کرنا بھی گناہ ہے۔ (۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " سنن أبي داود " : عن ابن عمر قال : قال رسول الله ﷺ : " من تشبه بقوم فهو منهم " . (ص/۵۵۹ ، کتا ب اللباس ، باب لباس الشهرة)

ما في " بذل المجهود " : قال القاري : من شبه نفسه بالكفار مثلاً في اللباس وغيره أو بالفساق أو الفجار أو بأهل التصوف والصلحاء والأبرار فهو منهم أي في الإثم أو الخير عند الله تعالى . (۱۲/۵۹، مرقاة المفاتيح :۸/۲۲۲، کتاب اللباس والزينة)

ما في " مرقاة المفاتيح " :قوله ﷺ : (من تشبه بقوم فهو منهم) . أي من شبه نفسه بالكفار، مثلا في اللباس وغيره أو بالفساق والفجار أو بأهل التصوف والصلحاء والأبرار .
(۸/۲۲۲ ، کتاب اللباس ، الفصل الثاني ، حديث : ۴۳۴۷)

ما في " شرح الطيبي " : قوله : " من تشبه بقوم " هذا عام في الخَلق والخُلق والشعار ، =

....

=وإذا كان الشعار أظهر في التشبه . (۸/۲۳۲ ، رقم :۴۳۷۴)

ما في " فيض القدير " : (من تشبه بقوم) أي تزيا في ظاهره بزيهم وفي تعرفه بفعلهم وفي تخلقه بخلقهم وسار بسيرتهم وهديهم في ملبسهم وبعض أفعالهم . اهـ . ... وقال بعضهم : قد يقع التشبه في أمور قلبية من الاعتقادات وإرادات وأمور خارجية ، من أقوال وأفعال قد تكون عبادات وقد تكون عادات في نحو طعام ولباس ومسكن ونكاح واجتماع وافتراق وسفر وإقامة وركوب وغيرها ، وبين الظاهر والباطن ارتباط ومناسبة وقد بعث الله المصطفى ﷺ بالحكمة التي هي سنة وهي الشرعة والمنهاج الذي شرعه له فكان مما شرعه له من الأقوال والأفعال ما يباين سبيل المغضوب عليهم والضآلّين فأمر بمخالفتهم في الهدي الظاهر في هذا الحديث ، وإن لم يظهر فيه مفسدة لأمور – منها أن المشاركة في الهدي في الظاهر تؤثر تناسبا وتشاكلا بين المتشابهين تعود إلى موافقة ما في الأخلاق والأعمال ، وهذا أمر محسوس . اهـ . ... وقال ابن تيمية : هذا الحديث أقل أحواله أن يقتضي تحريم التشبه بأهل الكتاب وإن كان ظاهره يقتضي كفر المتشبه بهم فكما في قوله تعالى : ﴿ومن يتولّهم منكم فإنه منهم﴾ وهو نظير قول ابن عمرو : من بنى بأرض المشركين وصنع نيروزهم ومهرجانهم وتشبه بهم حتى يموت حشر يوم القيامة معهم ، فقد حمل هذا على التشبه المطلق فإنه يوجب الكفر ويقتضي تحريم أبعاض ذلک ، وقد يحمل منهم في القدر المشترک الذي شابههم فيه فإن كان كفرا أو معصية أو شعارا لها كان حكمه كذلک . (۶/۱۰۴ ، رقم :۸۵۹۳ ، ط : دار المعرفة بيروت لبنان)

ما في " اقتضاء الصراط المستقيم لمخالفة أصحاب الجحيم " : وإذا كانت المشابهة في القليل ذريعة ووسيلة إلى بعض هذه القبائح كانت محرمة ، فكيف إذا أفضت إلى ما هو كفر بالله ؟ . ... ان المشابهة تفضي إلى كفر أو معصية غالبا ، أو تفضي إليهما في الجملة، وليس في هذا المفضى مصلحة ، وما أفضى إلى ذلک كان محرما ، فالمشابهة محرّمة . اهـ .

(ص/۲۱۵ ، ۲۱۶ ، المشابهة تفضي إلى كفر أو معصية غالبا ، ط : مطابع المجد التجارية ، و: ۱/۲۷۱، باب التشبه مفهومه ومقتضاه ، ط : دار عالم الكتب بيروت)

(حیات المسلمین وانفاسِ عیسیٰ، بحوالہ: فقہ حنفی کے اصول وضوابط:ص/۱۵۱)

(فتاویٰ دارالعلوم زکریا: ۷/۱۲۲، تشبہ کے اقسام اور اس کے احکام)

مصنوعی ریشم کے کپڑے پہننا

مسئلہ(۲۰۶): اصلی ریشم وہ ہے جو کیڑے سے بنتا ہے، جس کا پہننا مردوں کے لیے ناجائز اور عورتوں کے لیے جائز ہے، اور آج کل سِلک کے مختلف ایسے کپڑے ایجاد ہوگئے ہیں، جن میں خاصی چمک پائی جاتی ہے، لیکن غالبًا ریشم کے بجائے کوئی اور چیز ان کپڑوں میں استعمال کی جاتی ہے، اگر یہ حقیقۃً مصنوعی ریشم ہے، اصلی ریشم نہیں، اور کسی دوسری طرح اس میں چمک پیدا کی جاتی ہو، تو مردوں کے لیے ایسے کپڑے پہننے میں کوئی حرج نہیں، نیز جس کپڑے کا تانا ریشم کا ہو وہ بھی جائز ہے، البتہ جس کپڑے کا بانا ریشم کا ہو وہ مردوں کے لیے ناجائز ہے، اسی طرح جس کپڑے پر چار اُنگل سے زائد ریشم کا نقش ونگار ہو، وہ بھی جائز نہیں۔ (۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الشرح الكامل " : قال الإمام النووي : أما المختلط من حرير وغيره فلا يحرم إلا أن يكون الحرير أكثر وزنًا ، والله أعلم .

(۱۸۹/۲ ، كتاب اللباس والزينة ، ط: قديمي ، بحواله فتاوى دار العلوم زكريا)

ما في " مجمع الأنهر " : ويحل للنساء لبس الحرير ولا يحل للرجال إلا قدر أربع أصابع كالعلم . (۱۹۲/۴ ، كتاب الكراهية ، فصل في اللبس)

(فتاویٰ محمودیہ:۱۹/ ۳۲۷، ط: کراچی، احسن الفتاویٰ:۸/ ۶۶)

(آپ کے مسائل اوران کا حل:۸/ ۳۶۷، جدید ایڈیشن، جدید فقہی مسائل:۱/ ۳۴۶)

(فتاویٰ دار العلوم زکریا:۷/ ۹۱، ۹۲، مصنوعی ریشم کے کپڑے پہننے کا حکم، لباس اور زینت سے متعلق احکام، ط: مجلس البحوث والافتاء بمبئی)

چمڑے کی جیکٹ کا استعمال

مسئلہ(۲۰۷): جس جانور کو شرعی طور پر ذبح کیا گیا ہو، تو اس کے گوشت کی طرح اس کا چمڑا بھی پاک ہو جاتا ہے، سوائے سور کے چمڑے کے، کہ وہ کسی بھی صورت میں پاک نہیں ہوتا[1]، اسی طرح اگر مردار کے چمڑے کو دباغت دے کر صاف کر دیا جائے، تو اس کا استعمال بھی جائز ہے[2]، اس لیے اگر کوئی شخص چمڑے کے بنے ہوئے جیکٹ کو استعمال کرے، تو یہ درست ہے۔ ہاں! درندہ جانوروں کے چمڑے کا استعمال مکروہ ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے درندوں کے چمڑے کے استعمال سے منع فرمایا ہے[3]، کیوں کہ اس سے تکبر کا اِظہار ہوتا ہے، جو شرعاً ممنوع ہے۔[4]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الموسوعة الفقهية " : ذهب الحنفية والشافعية ، وهو رواية عن أحمد في جلد ميتة مأكول اللحم ، إلى أن الدباغة وسيلة لتطهير جلود الميتة ، سواء أكانت مأكولة اللحم أم غير مأكولة اللحم ، فيطهر بالدباغ جلد ميتة سائر الحيوانات إلا جلد الخنزير عند الجميع لنجاسة عينه ، وإلا جلد الآدمي لكرامته .

(۲۰/ ۲۲۹ ، دباغة ، أثر الدباغة في تطهير الجلود ، و: ۲۰/ ۲۳۰، دباغة)

(۲) ما في " سنن أبي داود " : عن عائشة زوج النبي ﷺ : " أن رسول الله ﷺ أمر أن يستمتع بجلود الميتة إذا دبغت " .

(ص/ ۵۶۹ ، كتاب اللباس ، باب في أهب الميتة ، ط : قديمي ، رقم : ۴۱۳۱)

ما في " الموسوعة الفقهية " : أما الانتفاع بالميتة بغير الأكل ، وفي غير حالة الاضطرار فالجمهور (الحنفية والمالكية والشافعية ، وهو رواية عن أحمد) على أن كل إهاب دبغ=

ریشمی دھاگے والی تسبیح

مسئلہ (۲۰۸): بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ جیسے ریشم کا لباس پہننا منع ہے، ایسے ہی تسبیح میں ریشم کا دھاگا استعمال کرنا بھی منع ہے، اُن کا یہ خیال درست نہیں، صحیح بات یہ ہے کہ ریشمی لباس مردوں کے لیے ممنوع ہے، اور تسبیح میں لگا ہوا دھاگا لباس میں شامل نہیں ہے، لہٰذا اُس کا استعمال بھی جائز اور درست ہے۔[1]

= فقد طهر ، ويجوز الانتفاع به إلا جلد الخنزير والآدمي . أما الخنزير فلأنه نجس العين ، وأما الآدمي فلكرامته ، فلا يجوز الانتفاع به كسائر أجزائه .

(۳۰۴/۶ ، انتفاع ، ترتيب الانتفاع بالمحرم)

(۳) ما في " سنن أبي داود " : عن معاوية قال : قال رسول الله ﷺ : " لا تركبوا الخزَّ ولا النمار " . (ص/۵۷۰ ، كتاب اللباس ، باب في جلود النمر)

وفيه أيضًا : عن أبي هريرة ، عن النبي ﷺ قال : " لا تصحب الملائكة رفقة فيها جلد نمر" . (ص/۵۷۰)

(۴) ما في " الموسوعة الفقهية " : اتفق العلماء على أن الكبر من الكبائر . ذكر ذلك الذهبي . (۱۶۶/۳۴ ، كبر ، الحكم التكليفي) (مستفاد بشکریہ: ماہ نامہ ارمغان: ص/۳۸، نومبر ۲۰۱۶ء)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " مجمع الأنهر " : لو صلى على سجادة من الإبريسم لم يكره ، فإن الحرام هو اللبس ، أما الانتفاع بسائر الوجوه فليس بحرام . (۱۹۴/۴ ، ط : دار الكتب العلمية)

ما في " رد المحتار " : وفي الدر المنتقى : ولا تكره الصلاة على سجادة من الإبريسم ؛ لأن الحرام هو اللبس ، أما الانتفاع بسائر الوجوه فليس بحرام كما في صلاة الجواهر ، وأقره القهستاني وغيره . قلت : ومنه يعلم حكم ما كثر السؤال عنه من بند السبحة فليحفظ . اهـ . (۳۵۴/۶ ، ط : سعيد كراچي ، و:۵۱۰/۹ ، كتاب الحظر والإباحة ، فصل في اللبس، ط : بيروت) =

ریشمی قالین کا استعمال

مسئلہ (۲۰۹): امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک ریشم کی قالین پر چلنا، بیٹھنا، دستر خوان رکھ کر کھانا، اور اُس پر نماز وغیرہ عبادت کرنا جائز اور درست ہے، البتہ صاحبین رحمہما اللہ کے نزدیک ریشم کی قالین کا استعمال مکروہ ہے، متون میں امام صاحب کے قول کو اختیار کیا گیا ہے، لیکن اکثر مشایخ نے صاحبین کے قول کو ترجیح دی ہے، اور یہی اَعدل اور اَحوط ہے، لہٰذا ریشم کے استعمال سے اجتناب کرنا چاہیے۔[1]

=ما في " حاشية الطحطاوي على الدر المختار " : قال الإمام الطحاوي : وهذا ظاهر إذا كانت من حرير ؛ لأنه ليس من اللبس .(۱۷۸/۴ ، بحواله فتاوى دار العلوم زكريا)

(امداد الاحکام: ۳۴۰/۴، فتاویٰ دار العلوم زکریا: ۱۰۷/۷، تسبیح میں ریشمی دھاگے کا استعمال)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الدر المختار مع الشامية " : (ويحل توسّده وافتراشه) والنوم عليه ، وقالا والشافعي ومالک : حرام ، وهو الصحيح كما في المواهب ، قلت : فليحفظ هذا ، لكنه خلاف المشهور . (در مختار) . وفي الشامية : قوله : (ويحل توسده) الوسادة : المخدة . منح . وتسمى مرفقة ، إنما حل لما روي أن النبي ﷺ جلس على مرفقة حرير ، وكان على بساط ابن عباس رضي الله تعالى عنهما مرفقة حرير . وروي أن أنسًا رضي الله تعالى عنه حضر وليمة فجلس على وسادة حرير ، ولأن الجلوس على الحرير استخفاف وليس بتعظيم ، فجرى مجرى الجلوس على بساط فيه تصاوير . منح عن السراج . قوله : (وقالا: الخ) قيل : أبو يوسف مع أبي حنيفة ، وقيل : مع محمد . قوله : (كما في المواهب) ومثله في متن درر البحار . قال القهستاني : وبه أخذ أكثر المشايخ كما في الكرماني . اهـ . ونقل مثله ابن الكمال . قوله : (لكنه خلاف المشهور) قال في الشرنبلالية : قلت : هذا الصحيح خلاف=

....

....

....

....

....

....

....

....

....

....

....

....

= ما عليه المتون المعتبرة المشهورة والشروح . (٣٥٥/٦ ، ط: سعيد كراچي ، و: ٥١٢/٩ ، كتاب الحظر والإباحة ، فصل في اللبس ، ط : بيروت)

ما في " شرح تحفة الملوك لإبن ملک " : ويحل توسده أي توسد الحرير ، يعني : جعله تحت رأسه ، والنوم عليه لهما ، أي : للرجال والنساء عند أبي حنيفة ، خلافا لمحمد ، ذكر القدوري والقاضي أبو عاصم قول أبي يوسف مع محمد ، وذكره الفقيه أبو الليث مع أبي حنيفة ، لمحمد : ما روي من عموم النهي والتحذير ، ولأن التنعم بالجلوس ، والنوم عليه كالتنعم باللبس ، وذلک عادة الأكاسرة والتشبه بهم حرام ؛ قال عمر رضي اللّٰه عنه : إياكم وزي الأعاجم . ولأبي حنيفة : ما روي عن ابن عباس رضي اللّٰه عنه أنه كان على بساطه مرفقة حرير ، وعن أنس رضي اللّٰه عنه أنه حضر وليمة ، وجلس على وسادة من حرير عليها طيور . والنص العام ورد في اللبس ، والنوم دونه ، فلا يلحق به .

(١٨١١/٢ – ١٨١٤ ، بحواله فتاوى دار العلوم زكريا)

(مزید تفصیل وتحقیق کے لیے ملاحظہ ہو: فتاویٰ دار العلوم زکریا: ۱۰۸/۷، ۱۰۹، ریشم کی قالین پر بیٹھنے کا حکم)

خوبصورت ڈیزائن والے برقعہ کا حکم

مسئلہ (۲۱۰): معاشَرے کو پاکیزہ رکھنے، فتنہ وفساد کے سدِ باب اور عورتوں کی عزت، آبرو اور ناموس کی حفاظت کی خاطر شریعتِ مطہرہ نے خواتین کو باپردہ گھر سے باہر نکلنے کی تعلیم دی ہے، پردہ ہی کی وجہ سے عورتوں کی شرم وحیا تابندہ رہتی ہے، اور فساق وفجار کی مسموم نگاہوں سے خلاصی نصیب ہوتی ہے، اور یہ مقصد اسی وقت حاصل ہوسکتا ہے، جب کہ پردہ اور برقعہ میں درجِ ذیل باتیں موجود ہوں: (۱) پورے جسم کو ساتر اور چھپانے والا ہو، بوقتِ خروج چہرہ اور ہاتھوں کو بھی چھپائے۔ (۲) اتنا موٹا اور ڈھیلا ہو کہ جسم کے اعضائے مستورہ یا اس کی ساخت نمایاں نہ ہو۔ (۳) ایسے خوبصورت نقش ونگار والا اور پُرکشش نہ ہو، جو مردوں کو اپنی طرف مائل کردے، کیوں کہ برقعہ سے مردوں کی توجہ ہٹانا مقصود ہے، اور یہ تو توجہات کا مرکز بن گیا۔ (۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿يآ أيها النبي قل لأزوٰجك وبنٰتك ونسآء المؤمنين يدنين عليهن من جلابيبهنّ﴾ . (سورة الأحزاب : ۵۹) وقال تعالى : ﴿وليضربن بخمرهنّ على جيوبهنّ ولا يبدين زينتهنّ إلا لبعولتهنّ أو آبآئهنّ﴾ . (سورة النور : ۳۱)

ما في " الجامع لأحكام القرآن للقرطبي " : ﴿وقرن في بيوتكنّ ولا تبرّجن تبرّج الجاهلية الأولى﴾ وأن المقصود من الآية مخالفة من قبلهنّ من المشية على تغنيج وتكسير وإظهار المحاسن للرجال إلى غير ذلك مما لا يجوز شرعًا . (۱۴/۱۸۰)

ما في " صحيح مسلم " : عن أبي هريرة – رضي الله عنه – قال : قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : "صنفان من أهل النار لم أرهما ؛ قوم معهم سياط كأذناب البقر يضربون بها الناس ، =

سبز عمامہ پہننے کا ثبوت

مسئلہ (۲۱۱): آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سبز عمامہ زیب تن فرمایا ہو، یہ کسی صحیح یا ضعیف حدیث میں دستیاب نہیں ہوا، ہاں! بعض آثار میں صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے مختلف رنگوں کے عمامے پہننا ثابت ہیں (۱)، اس میں سبز بھی مذکور ہے، علاوہ ازیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سبز رنگ کے کپڑے زیب تن فرمائے ہیں، اور جنتیوں کا لباس بھی سبز ہوگا، اس اعتبار سے سبز پسندیدہ رنگ ہے (۲)، البتہ آج کل سبز رنگ ایک خاص طبقہ (بریلویوں) کا شعار بن چکا ہے، لہٰذا اس کے علاوہ سیاہ یا سفید عمامہ استعمال کرنا اَولیٰ ہے۔

=ونساء كاسيات عاريات مميلات مائلات رؤوسهن كأسنمة البخت المائلة لا يدخلن الجنة ولا يجدن ريحها ، وإن ريحها لتوجد من مسيرة كذا وكذا " . (۲/۲۰۵ ، رقم : ۲۱۲۸/۵۵۴۷ ، كتاب اللباس ، باب النساء الكاسيات العاريات – الخ ، ط : قديمي)

ما في " شرح أبي داود للعيني " : ومنها : مشيهنّ في الأسواق في ثياب فاخرة ، وأنواع طيب فاتحة ، مكشوفات الوجوه ، مائلات : متبخترات . (۳/۵۴ ، ط : الرياض)

ما في " معارف القرآن " : ''امام جصاص -رحمہ اللہ- نے فرمایا کہ جب زیور کی آواز تک کو قرآن نے اظہارِ زینت میں داخل قرار دے کر ممنوع کیا ہے، تو مزین رنگوں کے کامدار برقعے پہن کر نکلنا بدرجۂ اولیٰ ممنوع ہوگا۔'' (۶/۴۰۶، مفتی اعظم پاکستان) (المسائل المہمۃ فیما ابتلت بہ العامۃ: ۷/۲۶۱، کشیدہ کاری والے برقع کا استعمال، مسئلہ: ۲۰۲، فتاویٰ دار العلوم زکریا: ۷/۹۶، ۹۷، ۹۸، خوبصورت مزین برقعے کا حکم، ط: بمبئی)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " مصنف ابن أبي شيبة " : عن سليمان بن أبي عبد الله قال : " أدركت المهاجرين الأولين يعتمون بعمائم كرابيس سود وبيض وحمر وخضر وصفر يضع أحدهم العمامة على رأسه ويضع القلنسوة فوقها ثم يدير العمامة هكذا ، يعني على كوره ،=

....

....

= لا يخرجها من تحت ذقنه " . وإسناده حسن ، ورجاله رجال الشيخين ، خلا سليمان بن أبي عبد الله ، قال في " التقريب " مقبول من الثالثة . (رقم : ۲۵۴۸۹)

ما في " فيض القدير " : ثم تهبط عيسى إلى الأرض وهو متعمم بعمامة خضراء متقلد بسيف راكب على فرسه . (۵۳۷/۳)

(۲) ما في " رياض الصالحين " : وعن أبي رمثة رفاعة : قال : " رأيت رسول الله ﷺ وعليه ثوبان أخضران " . رواه أبو داود والترمذي بإسناد صحيح . (ص/۲۷۴)

ما في " شعب الإيمان " : وأخرج البزار والطبراني والبيهقي ، عن أنس رضي الله عنه أن النبي ﷺ كان يحب ، أو قال : " كان أحب الألوان إلى رسول الله ﷺ الخضرة " .

(رقم : ۶۳۲۸ ، المعجم الأوسط للطبراني : رقم : ۸۰۲۷ ، مسند البزار : رقم : ۷۲۳۴)

ما في " شرح صحيح البخاري لابن بطال " : " الثياب الخضر من لباس أهل الجنة ، قال تعالى : ﴿ويلبسون ثيابًا خضرًا من سندس واستبرق﴾ " . (۱۰۲/۹)

ما في " مسند أحمد " : عن كعب بن مالک رضي الله عنه أن رسول الله ﷺ قال : " يبعث الناس يوم القيامة فأكون أنا وأمتي على تلٍّ ويكسوني ربي تبارک وتعالى حلة خضراء ، ثم يؤذن لي فأقول ما شاء الله أن أقول ، فذاک المقام المحمود " . قال الشيخ شعيب : إسناده صحيح على شرط مسلم ، رجاله ثقات رجال الشيخين غير يزيد بن عبد ربه وهو الزبيدي الحمصي فمن رجال مسلم . (رقم : ۱۵۷۸۳)

ما في " شمائلِ کبریٰ " : ''ذخیرۂ حدیث میں عمامہ تین رنگ کا ملتا ہے، سیاہ، سفید، زرد، سبز عمامہ کی روایت نہیں ملی۔'' (۱۸۰/۱) (فتاویٰ دارالعلوم زکریا: ۱۴۰/۷، ۱۴۱، سبز عمامہ کا ثبوت اور اس کا حکم)

ما في " فتاوى دار العلوم ديوبند " : ''احادیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پگڑی کے متعلق مختلف رنگ آئے ہیں، لیکن سبز رنگ کے متعلق کوئی روایت وارد نہیں، نیز علمائے سیر نے بھی اس کی صراحت کی ہے کہ سبز پگڑی کا استعمال حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں، بلکہ یہ حاکم اشرف شعبان بن حسن کے حکم سے شرفا اور معتبر حضرات کے لیے امتیاز کے مقصد سے ۷۷۳ھ کی نو ایجاد ہے، چنانچہ ''الدعامة في أحكام سنة العمامة'' (ص/۹۵) میں بحوالہ سیوطی رحمہ اللہ منقول ہے:" والجواب أن هذه العمامة الخضراء ليس لها أصل في=

....

....

....

....

....

....

....

....

....

....

....

....

....

....

....

....

....

....

....

= **الشرع ولا في السنة ولا كانت في الزمن القديم ، وإنما حدثت سنة ثلاث وسبعين وسبع مائة بأمر الأشرف شعبان بن حسن . اهـ .** ” اس لیے سبز پگڑی کو مسنون کہنا صحیح نہیں، ہاں! اتنی بات ضرور ہے کہ سبز لباس حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پسند تھا، اور اہلِ جنت کا لباس بھی سبز ہوگا۔ کذا فی الدعامۃ (ص/ ۹۵-۱۰۱) اس لیے سبز رنگ کا عمامہ بلاشبہ جائز ودرست ہے، لیکن چونکہ فی زماننا بریلوی فرقہ نے سبز عمامہ کو اپنا شعار بنالیا ہے، اس لیے اس سے اجتناب واجب ہوگا، تا کہ ان سے مشابہت لازم نہ آئے۔“

(فتاویٰ دار العلوم دیو بند، رقم الفتویٰ: ۴۲۲۳۶)

ٹوپی پہننے کا ثبوت

مسئلہ (۲۱۲): آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ٹوپی پہننا ثابت ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تین ٹوپیاں تھیں: (۱) سفید نِگندے (لمبے لمبے ٹانکے یا ڈورے[☆]) ڈالی ہوئی ٹوپی۔ (۲) سبز دھاری دار ٹوپی۔ (۳) ذرا بڑی اونچی ٹوپی، جسے آپ سفر میں استعمال فرماتے تھے۔(۱) البتہ اکثر و بیشتر احوال میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم عمامہ زیب تن فرماتے تھے۔ نیز بہت سارے صحابۂ کرام مثلاً: امیر المؤمنین خلیفۂ سوم حضرت عثمان ابن عفان، خلیفۂ چہارم حضرت علی ابن ابی طالب، حضرت عبد اللہ ابن مسعود، حضرت انس ابن مالک، حضرت ابوموسیٰ اشعری، حضرت خالد ابن ولید، حضرت عبد اللہ ابن عمر، حضرت عبد اللہ ابن زبیر، حضرت وابصہ ابن معبد رضی اللہ عنہم (۲)، اسی طرح حضراتِ تابعین رحمہم اللہ (۳)، اور عباراتِ فقہیہ سے ٹوپی پہننے کا ثبوت ملتا ہے۔ (۴)

الحجة على ما قلنا :

[☆] نِگندے ڈالنا : روئی دار کپڑے میں لمبے لمبے ٹانکے بھرنا۔ ڈورے ڈالنا۔ (فیروز اللغات: ص/۱۳۷۶)

(۱) ما في " مجمع الزوائد " : عن ابن عمر – رضي الله عنهما – قال : " كان رسول الله ﷺ يلبس قلنسوة بيضاء " . رواه الطبراني ، وفيه عبد الله بن خراش وثقه ابن حبان وقال : ربما أخطأ ، وضعفه جمهور الأئمة ، وبقية رجاله ثقات .

(۵/۱۲۱ ، أخلاق النبي ﷺ : رقم : ۳۰۱ ، ط : دار الفكر بيروت)

ما في " مسند أبي حنيفة " : عن أبي هريرة – رضي الله عنه – قال : " رأيت رسول الله ﷺ وعليه قلنسوة بيضاء شامية " . (أخلاق النبي : رقم : ۳۰۲) وفي إسناده :=

....

= الضحاک بن حجوة کان یضع الحدیث ، وشیخه عبد الله بن واقد وهو متروک .

عن عائشة – رضي الله تعالى عنها – : " أن النبي ﷺ کان یلبس من القلانس في السفر ذوات الآذان ، وفي الحضر المشمرة یعني الشامیة " . (أخلاق النبي : رقم : ۳۰۳) وفي إسناده : المفضل بن فضالة وهو ضعیف ، والباغندي فیه کلام . قال الحافظ العراقي في شرح الترمذي : هذا أجود إسناد في القلانس .

عن ابن عباس – رضي الله عنهما – قال : " کان لرسول الله ﷺ ثلاث قلانس : قلنسوة بیضاء ، وقلنسوة حبرة ، وقلنسوة ذات آذان ؛ یلبسها في السفر ، وربما وضعها بین یدیه إذا صلی " . (أخلاق النبي : رقم : ۳۰۴) وإسناده ضعیف جدا ، في إسناده : محمد بن عبید الله بن أبي سلیمان ، وهو متروک وسلم بن سالم ضعیف .

عن أبي هریرة – رضي الله عنه – قال : " رأیت علی رسول الله ﷺ قلنسوة خماسیة طویلة " . تفرد به الضحاک وهو ضعیف .

(مسند أبي حنیفة : ۱/۱۳۷ ، روایة أبي نعیم ، باب العین ، ط : مکتبة الکوثر الریاض)

(جامع الترمذي : ۱/۲۹۴ ، ط : قدیمي ، سنن أبي داود : رقم : ۷۴۸ ، کتاب الصلاة ، باب رفع الیدین في الصلاة ، السنن الکبری للبیهقي : ۲/۲۴ ، رقم : ۲۱۳۸ ، سنن النسائي : رقم : ۱۱۵۹ ، مسند الحمیدي : رقم : ۸۸۵ ، صحیح ابن خزیمه : رقم : ۴۵۷ ، الجامع الصغیر للسیوطي : رقم : ۷۱۶۷ ، ۷۱۶۸ ، مختصر تاریخ مدینة دمشق : ۱/۲۸۵)

(۲) ما في " مجمع الزوائد " : أخرج الطبراني في الکبیر [رقم : ۲۵۲۰] بسنده عن عزة بنت عیاض قالت : سمعت أبا قرصافة قال : " کساني رسول الله ﷺ برنسًا ، وقال : البسه" . قال الهیثمي : وفیه جماعة لم أعرفهم .

(۵/۲۲۳ ، رقم : ۸۵۴۶ ، فتح الباري : ۱۰/۲۷۲)

ما في " صحیح البخاري " : باب السجود علی الثوب في شدة الحر ، وقال الحسن : "کان القوم یسجدون علی العمامة والقلنسوة ویداه في کمه " .

(۱/۸۶ ، کتاب الصلاة ، السنن الکبری للبیهقي : ۲/۱۰۶ ، مصنف ابن أبي شیبة :=

....

=۱/۲٦٦ ، مصنف عبد الرزاق : ۱/۴۰۰ ، وإسناده صحيح)

عن أبي كبشة الأنماري – رضي اللّٰه عنه – قال : " كانت كمام أصحاب النبي ﷺ بطحًا" . (جامع الترمذي : رقم : ۱۷۸۲ ، تاريخ دمشق لإبن عساكر :۶/۴۳۳ ، التاريخ الكبير للبخاري :۶/۳۰۶ ، رقم : ۲۴۸۱ ، تاريخ بغداد للخطيب :۳/۳۹۸ ، رقم : ۱۵۲۴ ، الكنى والأسماء لأبي بشر الدولابي : ۲/۶۹۷ ، رقم : ۱۳۲۸ ، ط : دار ابن حزم ، الحلية لأبي نعيم :۴/۳۸۱ ، الطبقات الكبرى لإبن سعد : ۷/۱۸ ، ط: دار صادر ، صحيح البخاري :۲/۸٦۳ ، كتاب اللباس ، ط : فيصل ، تعليقات الشيخ لطيف الرحمن القاسمي البهرائجي على مسند الإمام الأعظم أبي حنيفة : ۱/۱۲۸ ، مصنف عبد الرزاق : ۱/۱۹۰ ، رقم : ۷۴۵ ، مصنف ابن أبي شيبة : رقم :۲۵۳۵٦ ، مسند أبي يعلى الموصلي التميمي : رقم :۷۱۸۳ ، المعجم الكبير للطبراني : رقم : ۳۸۰۴ ، المستدرک للحاكم :۳/۲۹۹ ، رقم : ۵۲۹۹ ، تاريخ مدينة دمشق لإبن عساكر :۱٦/۲۴٦ ، ط : دار الفكر بيروت ، مجمع الزوائد : ۹/۵۸۲ ، رقم : ۱۵۸۸۲ ، السنن الكبرى للبيهقي : رقم : ۲۸۸)

(سنن الدار قطني : رقم :۵۵ ، مصنف ابن أبي شيبة :۱۲/۵۴۵ ، رقم : ۲۵۴۹۳ ، الأحاديث المختارة للضياء المقدسي :۳/۴۸۸/۳۱۰)

(سنن أبي داود : رقم : ۹۴۹ ، المستدرک للحاكم : ۱/۳۹۷ ، رقم : ۹۷۵)

(۳) ما في " مصنف ابن أبي شيبة " : عن عبد اللّٰه بن سعيد قال : " رأيت على علي بن الحسين قلنسوة بيضاء مضربة " ... عن يزيد قال : " رأيت على إبراهيم قلنسوة مكفوفة بثعالب أو سمُّور " ... عن الأجلح قال : " رأيت على الضحاک قلنسوة ثعالب " ... عن أبي شهاب قال : " رأيت على سعيد بن جبير برنسًا " . (۱۲/۵۱۰ – ۵۴٦ ، رقم : ۲۵۳۵۲ – ۲۵۳۵۵ ، ط : المجلس العلمي ، شعب الإيمان للبيهقي :۳/۱٦۷ ، رقم : ۲۹٦۵)

(سير أعلام النبلاء : ٦/۳۷۰ ، ط : مؤسسة الرسالة)

(تاريخ الإسلام للذهبي : ۹/۳۰۸ ، اتحاف الخيرة المهرة :۴/۵۰۳ ، رقم : ۴۰۲۵)

(۴) ما في " تبيين الحقائق " : ولا بأس بلبس القلانس لما روى أن النبي ﷺ كان له قلانس يلبسها ، وقد صح ذكره في الذخيرة . (٦/۲۲۸ ، مسائل شتى ، ط: إمداديه ،=

= كذا في البحر الرائق :۵۵۵/۸ ، ط : بيروت ، الدر المختار مع الشامية :۷۵۵/۶ ، ط: سعيد ، رد المحتار :۳۵۴/۶ ، ط: سعيد ، الفتاوى الهندية :۳۳۰/۵ ، مجمع الأنهر في شرح ملتقى الأبحر :۴۹۱/۴ ، مسائل شتى ، ط : بيروت ، حاشية الجمل على المنهج :۴۸۷/۳ ، ط: دار الفكر ، حواشي الشرواني والعبادي :۳۶/۳ ، تحفة المحتاج في شرح المنهاج :۱۱۱/۱۰ ، حاشية الرملي :۳۱۹/۲ ، فيض القدير للمناوي :۳۱۴/۵ ، ط : بيروت ، مقالات الإمام الكوثري :ص/۱۷۰ – ۱۷۲ ، ط : دار شمسي للنشر كراتشي)

(مزید تفصیل کے لیے دیکھئے: فتاویٰ دارالعلوم زکریا: ۱۶۰/۷-۱۷۶، ٹوپی پہننے کا ثبوت اور ٹوپی کی کیفیت)

تقریبات میں عورتوں کی شرکت

مسئلہ (۲۱۳): شادی، ولیمہ یا اور کوئی خاندانی تقریب ہو، جس میں عورتوں کے لیے الگ کمرہ ہو، مردوں سے خلط واختلاط کا اندیشہ نہ ہو، اور پردے کا پورا اِہتمام ہو، تو ایسی تقریب میں شرکت کی اجازت ہے، البتہ گھر سے نکلتے وقت مکمل پردہ کی رعایت کے ساتھ نکلے، یعنی پورا جسم چہرے کے ساتھ مستور (پوشیدہ) ہو، راستہ دیکھنے کے لیے آنکھیں کھلی رکھنا درست ہے، لیکن شرکت کا جائز ہونا چند شرطوں کے ساتھ مشروط ہے، مثلاً: شوہر، ولی، یا سرپرست کی اجازت ضروری ہے [۱]، اگر سفر، سفرِ شرعی ہے، تو شوہر یا اور کوئی محرم ساتھ ہو [۲]، برقعہ سادہ ہو، نقش ونگار والے برقعے نہ ہوں [۳]، کوئی خوشبو، پاؤڈر وغیرہ لگا کر، یعنی بناؤ سنگار کر کے نہ نکلے [۴]، اجنبیوں کے ساتھ خلط واختلاط نہ ہو [۵]، اُس تقریب میں آلاتِ موسیقی اور لہو ولعب نہ ہوں، اگر آلاتِ موسیقی اور لہو ولعب کا بازار گرم ہو، تو ایسی حالت میں مردوں اور عورتوں میں سے کسی کے لیے بھی اس تقریب میں شرکت کی اجازت نہ ہوگی۔ [۶]

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما في '' القرآن الکریم '' : ﴿وقرن في بیوتکن ولا تبرّجن تبرّج الجاهلیة الاولیٰ﴾ .

(سورۃ الأحزاب : ۳۳)

ما في '' الموسوعة الفقهیة '' : الأصل أن النساء مأمورات بلزوم البیت منهیات عن الخروج . ذکر الکاساني عند الکلام عن أحکام النکاح الصحیح ؛ أن منها : ملک =

....

=الاحتباس وهو صيرورتها (الزوجة) ممنوعة من الخروج والبروز لقوله تعالى: ﴿أسكنوهنّ﴾ ، والأمر بالإسكان نهي عن الخروج والبروز والإخراج ، إذ الأمر بالفعل نهي عن ضدّه ، وقوله عز وجل : ﴿وقرن في بيوتكن﴾ ، وقوله عز وجل : ﴿لا تخرجوهن من بيوتهن ولا يخرجن﴾ ولأنها لو لم تكن ممنوعة عن الخروج والبروز لاختلّ السَّكن والنسب؛ لأن ذلک مما يُريب الزوج ويحمله على نفي النسب . قال القرطبي عند تفسير قوله تعالى : ﴿وقرن في بيوتكن ولا تبرجن تبرج الجاهلية الاولى﴾ معنى هذه الآية الأمر بلزوم البيت ، وإن كان الخطاب لنساء النبي ﷺ فقد دخل فيه غيرهن بالمعنى . هذا لو لم يرد دليل يخص جميع النساء ، فكيف والشريعة طافحة بلزوم النساء بيوتهن والانكفاف عن الخروج منها إلا لضرورة . (۱۹/۱۰۷ ، خروج المرأة من المنزل ، خروج)

ما في " الدر المختار مع الشامية " : (و) لها (السفر والخروج من بيت زوجها للحاجة ؛ و) لها (زيارة أهلها بلا إذنه ما لم تقبضه) أي المعجل ، فلا تخرج إلا لحق لها أو عليها . (در مختار) . وفي الشامية : قوله : (فلا تخرج الخ) جواب شرط مقدر ؛ أي فإن قبضته فلا تخرج الخ ، وأفاد به تقييد كلام المتن ، فإن مقتضاه أنها إن قبضته ليس لها الخروج للحاجة وزيارة أهلها بلا إذنه مع أن لها الخروج . (۲۹۳/۴ ، كتاب النكاح ، باب المهر ، ط : بيروت)

(۲) ما في " الموسوعة الفقهية " : اتفق الفقهاء على أنه يحرم على المرأة أن تسافر بمفردها ، وأنه لا بد من وجود محرم أو زوج معها ، لقول النبي ﷺ : " لا يحل لامرأة تؤمن بالله واليوم الآخر أن تسافر مسيرة يوم وليلة ليس معها حُرمة " ، ولحديث ابن عباس رضي الله عنهما مرفوعًا : " لا تسافر المرأة إلا مع ذي محرم ، ولا يدخل عليها رجل إلا ومعها محرم ، فقال رجل : يا رسول الله ! إني أريد أن أخرج في جيش كذا وكذا ، وامرأتي تريد الحج ، قال : اخرج معها " .

(۲۵/۳۷ ، تحريم السفر على المرأة إلا مع زوج أو محرم ، سفر)

(۳) ما في " القرآن الكريم " : ﴿يآ أيها النبي قل لأزواجک وبنٰتک ونسآء المؤمنين يدنين عليهن من جلابيبهنّ﴾ . (سورة الأحزاب : ۵۹) وقال تعالى : ﴿وليضربن بخمرهنّ على جيوبهنّ ولا يبدين زينتهنّ إلا لبعولتهنّ أو آبائهنّ﴾ . (سورة النور : ۳۱)=

....

=ما في " الجامع لأحكام القرآن للقرطبي " : ﴿وقرن في بيوتكنّ ولا تبرّجن تبرّج الجاهلية الأولى﴾ ، وأن المقصود من الآية مخالفة من قبلهنّ من المشية على تغنيج وتكسير وإظهار المحاسن للرجال إلى غير ذلک مما لا يجوز شرعًا . (۱۴/۱۸۰)

ما في " جامع الترمذي " : قال رسول الله ﷺ : " المرأة عورة ، فإذا خرجت استشرفها الشيطان " . (۱/۲۲۱)

(۴) ما في " سنن أبي داود " : عن أبي موسى ، عن النبي ﷺ قال : " إذا استعطرت المرأة فمرّت على القوم ليجدوا ريحها فهي كذا وكذا " قال قولا شديدًا .

(۱۲۸/۴ ، باب ما جاء في المرأة تتطيب للخروج ، ط : دار الكتاب العربي بيروت)

ما في " الموسوعة الفقهية " : تبرج المرأة على أشكاله المختلفة ، سواء ما كان منه بإظهار الزينة والمحاسن لغير من لا يحل له نظر ذلک ، أو ما كان بالتبختر والاختيال ، والتثنّي في المشي ، ولبس الرقيق من الثياب الذي يصف بَشرتَها ، ويبين مقاطع جسمها ، إلى غير ذلک – مما يبدو منها مثيرا للغرائز ومحركا للشهوة – حرامٌ إجماعًا لغير الزوج ؛ لقول الله تبارک وتعالى : ﴿وقرن في بيوتكن ولا تبرّجن تبرج الجاهلية الأولى﴾ وقوله : ﴿ولا يضربن بأرجلهن ليعلم ما يخفين من زينتهن﴾ .

(۱۰/۶۲ ، تبرج ، الحكم التكليفي للتبرج ؛ تبرج المرأة)

(۵) ما في " الموسوعة الفقهية " : فيحرم الاختلاط إذا كان فيه : أ – الخلوة بالأجنبية ، والنظر بشهوة إليها . ب – تبذُّل المرأة وعدم احتشاهما . ج – عبث ولهو وملامسة للأبدان كالاختلاط في الأفراح والمولد والأعياد ، فالاختلاط الذي يكون فيه مثل هذه الأمور حرام لمخالفته لقواعد الشريعة . (۲/۲۹۰ ، اختلاط ، اختلاط الرجال بالنساء)

(۶) ما في " الدر المختار مع الشامية " : وإن علم أولا باللعب لا يحضر أصلا . (در مختار) . وفي الشامية : وساق بعد هذا في التبيين ما رواه ابن ماجة أن عليًا – رضي الله عنه – قال : " صنعت طعامًا فدعوته رسول الله ﷺ فجاء فرأى في البيت تصاوير فرجع " . قلت : مفاد الحديث أنه يرجع ولو بعد الحضور وأنه لا يلزم الإجابة مع المنكر أصلا . تأمل . (۶/۳۴۸ ، ط : سعيد كراچي)

(فتاویٰ دارالعلوم زکریا: ۷/ ۲۱۱-۲۱۳،مخلوط تقریبات میں شرکت کا حکم،اور شرکت کے شرائط)

بوڑھی عورتوں کے لیے پردے کا حکم

مسئلہ(۲۱۴): بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ جب کوئی عورت آئسہ (عمر دراز) ہوجاتی ہے، تو اس کے لیے سر کے بال ڈھانپنا ضروری نہیں ہوتا، وہ ننگے سر گھوم پھر سکتی ہے، یعنی اُس پر پردہ لازم نہیں رہتا، اُن کا یہ خیال غلط ہے، صحیح بات یہ ہے کہ عمر دراز بوڑھی عورتوں پر بھی پردہ لازم ہے، ننگے سر پھرنا، فی زماننا غیر مسلم اور آوارہ عورتوں کا شعار ہے، اس لیے مسلمان عورتوں کو ننگے سر پھرنا، ہرگز درست نہیں، اگر چہ وہ بوڑھی ہوں، ہاں! البتہ اگر کوئی عورت اتنی بوڑھی ہوجائے کہ نہ اس کی طرف کسی کو رغبت ہو، اور نہ وہ نکاح کے قابل ہو، تو اس کے لیے پردہ کے احکام میں یہ سہولت دے دی گئی ہے کہ اجنبی مرد اُس کے حق میں محرموں کی طرح ہوجاتے ہیں، یعنی جن اعضاء کا اپنے محرموں سے چھپانا ضروری نہیں، غیر محرم مردوں سے بھی ان کا چھپانا ضروری نہیں، مگر ایسی بوڑھی عورتوں کو بھی چاہیے کہ وہ بن سنور کر زینت کر کے نہ بیٹھیں، غیر محرموں کے سامنے آنے سے بچیں، کہ یہی اُن کے لیے بہتر ہے، اس لیے کہ موجودہ دور میں ساٹھ، ستر سال کی بوڑھی عورتیں بھی اس طرح بناؤ سنگار کرتی ہیں کہ انہیں بوڑھی کہنا مشکل ہوجاتا ہے۔ [1]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " أحكام القرآن للجصاص " : قال أبو بكر : لا خلاف في أن شعر العجوز عورة لا يجوز للأجنبي النظر إليه كشعر الشابة وأنها إن صلت مكشوفة الرأس كانت كالشابة في فساد صلاتها ، فغير جائز أن يكون المراد وضع الخمار بحضرة الأجنبي ، فإن قيل :=

مرد کا چوٹی بنانا

مسئلہ (۲۱۵): بعضے مرد حضرات اہلِ مغرب کی اندھی تقلید میں، عورتوں کی طرح لمبے بالوں کی چوٹیاں بناتے ہیں، یا جوڑا باندھتے ہیں، ان کا یہ عمل شرعاً مکروہ ہے، اور غیروں کے ساتھ مشابہت کی وجہ سے ممنوع بھی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص غیر قوم کے ساتھ مشابہت اختیار کرے وہ اُنہی میں سے ہے۔ (۱)

= إنما أباح اللّٰه تعالى لها بهذه الآية أن تضع خمارها في الخلوة بحيث لا يراها أحد . قيل له : فإذا لا معنى لتخصيص القواعد بذلك ، إذ كان للشابة أن تفعل ذلك في خلوة ، وفي ذلك دليل على أنه إنما أباح للعجوز وضع ردائها بين يدي الرجال بعد أن تكون مغطاة الرأس ، وأباح لها بذلك كشف وجهها ويدها ؛ لأنها لا تشتهي ، وقال تعالى : ﴿وأن يستعففن خير لهن﴾ فأباح لها وضع الجلباب وأخبر أن الاستعفاف بأن لا تضع ثيابها بين يدي الرجال خير لها . (۳/۳۳۴ ، ط : سهيل اكيڈمي لاهور)

(معارف القرآن: ۶/ ۴۴۷، فتاویٰ دار العلوم زکریا: ۷/ ۲۱۳، ۲۱۴، بوڑھیا کے لیے سر کے بالوں کا حکم)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " سنن أبي داود " : عن ابن عمر قال : قال رسول اللّٰه ﷺ : " من تشبه بقوم فهو منهم " . (ص/۵۵۹ ، كتاب اللباس ، باب لباس الشهرة)

ما في " بذل المجهود " : قال القاري : من شبه نفسه بالكفار مثلاً في اللباس وغيره أو بالفساق أو الفجار أو بأهل التصوف والصلحاء والأبرار فهو منهم أي في الإثم أو الخير عند اللّٰه تعالى . (۱۲/۵۹ ، مرقاة المفاتيح :۸/۲۲۲، كتاب اللباس والزينة)

ما في " شرح الطيبي " : قوله : (من تشبه بقوم) هذا عام في الخلق والخلق والشعار وإذا كان الشعار أظهر في التشبه . (۸/۲۳۲، رقم :۴۳۴۷) (الأبواب والتراجم للشيخ زکریا: ۱/ ۹۶، شمائل کبریٰ: ۲/ ۳۲۵، ط: زمزم، احسن الفتاویٰ: ۸/ ۸۷، فتاویٰ دار العلوم زکریا: ۷/ ۳۴۲، مرد کا اپنے بالوں کی چوٹی بنانے کا حکم)

بطورِ فیشن سر کے بالوں کو اونچا بنانا

مسئلہ (۲۱۶): آج کل مسلمان عورتوں میں ایک فیشن بکثرت رائج ہے کہ عورتیں اپنے بالوں کے نیچے گلدستے کی شکل کی ایک چیز رکھتی ہیں، یا اپنے بالوں کو پن وغیرہ سے گرہ لگاتی ہیں، جس سے سر، اُونٹ کے کوہان کی طرح، بہت اونچا معلوم ہوتا ہے، مسلمان خواتین کو اس قسم کے فیشن سے اجتناب کرنا چاہیے، کیوں کہ حدیث شریف میں ایسی عورتوں کے بارے میں وعید آئی ہے کہ اس طرح کے فیشن اختیار کرنے والی عورتیں نہ جنت میں داخل ہوسکیں گی، نہ جنت کی خوشبو انہیں حاصل ہوگی۔[۱]

الحجة على ما قلنا :

(ا) ما في " صحيح مسلم " : عن أبي هريرة – رضي الله عنه – قال : قال رسول الله ﷺ : " صنفان من أهل النار لم أرهما ؛ قوم معهم سياط كأذناب البقر يضربون بها الناس ، ونساء كاسيات عاريات مميلات مائلات رؤوسهن كأسنمة البخت المائلة لا يدخلن الجنة ولا يجدن ريحها ، وإن ريحها لتوجد من مسيرة كذا وكذا " . (۲/۲۰۵ ، رقم : ۵۵۴۷/ ۲۱۲۸ ، كتاب اللباس ، باب النساء الكاسيات العاريات – الخ ، ط : قديمي)

ما في " شرح النووي على صحيح مسلم " : قال الإمام النووي – رحمه الله –: رؤوسهن كأسنمة البخت ، فمعناه : يعظمن رؤوسهن بالخمر والعمائم وغيرها مما يلف على الرأس ، حتى تشبه أسنمة الإبل البخت ، هذا هو المشهور في تفسيره ... واختار القاضي أن المائلات تمشطن المشطة الميلاء ، قال : وهي ضفر الغدائر وشدها إلى فوق وجمعها في وسط الرأس فتصير كأسنمة البخت . (۲/۳۸۳ ، باب جهنم أعاذنا الله منها ، ط: قديمي)

(فتاویٰ دار العلوم زکریا: ۷/۱۰۲، بطورِ فیشن سر کو اونچا کرنے کا حکم، ط: بمبئی)

ٹائیٹینم (Titinum) کی انگوٹھی کا استعمال

مسئلہ (۲۱۷): ٹائیٹینم (Titinum) کو لغات والے ''قیمتی چمکتا ہوا لوہا'' (Silver grey metal) کہتے ہیں، اگر اس کا لوہا ہونا محقق ہے، تو پھر اس کی انگوٹھی کا استعمال جائز اور درست نہیں ہوگا، ہاں! اگر اس کا رنگ چاندی کی طرح چمک دار ہو، اور چاندی ہی کی طرح معلوم ہوتا ہو، تو پھر اس کی گنجائش ہے، تاہم اجتناب اَولیٰ ہے، کیوں کہ عام فقہائے احناف نے چاندی کے علاوہ کسی اور دھات کی انگوٹھی کو مرد کے لیے مکروہ قرار دیا ہے [۱] لیکن اگر اس پر چاندی کا خول چڑھایا گیا ہو، تو پھر اس کی اجازت ہوگی۔ [۲]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " سنن أبي داود " : عن عبد الله بن بريدة عن أبيه أن رجلاً جاء إلى النبي ﷺ ، وعليه خاتم من شبه فقال له : " ما لي أجد منک ريح الأصنام فطرحه ، ثم جاء وعليه خاتم من حديد ، فقال : ما لي أرى عليک حلية أهل النار فطرحه ، فقال : يا رسول الله ! من أيّ شيء أتخذه ؟ قال : اتخذه من ورق ولا تتخذه مثقالاً " . (ص/۵۸۰ ، رقم :۴۲۲۳ ، كتاب الخاتم ، باب ما جاء في خاتم الحديد ، ط : دار السلام سهارنفور)

ما في " سنن النسائي " : عن إياس بن الحارب بن المعيقيب عن جده أنه قال : " كان خاتم رسول الله ﷺ حديدا ملوى عليه فضة " . قال : وربما كان في يدي .

(۲۴۶/۲ ، لبس خاتم حديد ملوى عليه بفضة ، ط : دار السلام سهارنفور)

ما في " فتاوى قاضي خان على هامش الهندية " : ولا يتختم الرجل إلا بفضة ، أما لا يتختم بالذهب للحديث المعروف ، وكذا التختم بالحديد ؛ لأنه خاتم أهل النار .

(۴۱۳/۳ ، باب ما يكره من الثياب والحلي والزينة وما لا يكره)

ما في " الدر المختار مع الشامية " : فعلم أن التختم بالذهب والحديد والصفر حرام .=

....

....

....

....

....

....

=(۴۳۸/۹ ، كتاب الحظر والإباحة)

ما في " الفتاوى الهندية " : ويكره للرجال التختم بما سوى الفضة والتختم بالذهب حرام في الصحيح ، وفي الخجندي : التختم بالحديد والصفر والنحاس والرصاص مكروه للرجال والنساء جميعًا . (۳۳۵/۵ ، الباب العاشر في استعمال الذهب والفضة ، الدر المختار مع الشامية : ۴۳۷/۹ ، كتاب الحظر والإباحة)

ما في " الاختيار لتعليل المختار " : ويكره التختم بالحديد والصفر للرجال والنساء ؛ لأنه حلية أهل النار . (۴۱۳/۲)

ما في" الجوهرة النيرة " : وفي الخجندي : التختم بالحديد والصفر والنحاس والرصاص مكروه للرجال والنساء ؛ لأنه زيّ أهل النار . (۲۱۶/۲)

ما في " الدر المختار مع الشامية " : ولا يتختم إلا بالفضة لحصول الاستغناء فيحرم بغيرها كحجر وذهب وحديد وصفر ورصاص وزجاج وغيرها . (۴۳۷/۹ ، ۴۳۸)

(۲) ما في " سنن أبي داود " : (عن أبي ذباب قال :) " كان خاتم النبي ﷺ من حديد مَلْوِيّ عليه فضة " . (ص/۵۸۰ ، رقم :۴۲۲۴ ، كتاب الخاتم ، باب ما جاء في خاتم الحديد، ط : دار السلام سهارنفور)

ما في " الفتاوى الهندية " : ولا بأس بأن يتخذ خاتم حديد قد لوى عليه فضة أو ألبس بفضة حتى لا يُرى . (۳۳۵/۵)

(فتاویٰ دارالعلوم زکریا: ۲۴۸/۷، ۲۴۹، ٹائیٹینم کی انگوٹھی پہننے کا حکم، زیورات سے متعلق احکام، ط: بمبئی)

(المسائل المہمۃ فیما ابتلت بہ العامۃ: ۲۲۱/۲، ۲۲۲، مسئلہ نمبر: ۱۹۶، مختلف دھاتوں کی انگوٹھی کا حکم، طبع سوم)

عورت کے لیے پلاٹینم (Platinum) کے زیورات کا استعمال

مسئلہ (۲۱۸): عورتوں کے لیے سونے چاندی اور دیگر دھات کے زیورات پہننا جائز اور درست ہے، اور پلاٹینم (Platinum) لوہے کی ایک قیمتی قسم ہے، جو چاندی کی طرح چمک دار ہوتی ہے، اسی وجہ سے اس کو سفید سونا بھی کہا جاتا ہے، لہٰذا عورت کے لیے اس کے زیورات پہننا بھی جائز اور درست ہوگا[۱]، ہاں! اس کی انگوٹھی پہننے سے اجتناب کرنا چاہیے، کیوں کہ اس کا سونا یا چاندی ہونا محقق نہیں ہے، اور عورتوں کے لیے صرف سونے اور چاندی کی انگوٹھی پہننا جائز ہے، دیگر دھات کی انگوٹھی مردوں کی طرح عورتوں کے لیے بھی مکروہ ہے۔[۲]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " فتاوى قاضي خان على هامش الهندية " : ولا بأس لهن بلبس الديباج والحرير والذهب والفضة واللؤلؤ . (۴۱۳/۳ ، باب ما يكره من الثياب والحلي والزينة وما لا يكره)

ما في " الفتاوى الهندية " : ولا بأس للنساء بتعليق الخرز في شعورهن من صفر أو نحاس أو شبه أو حديد ونحوها للزينة والسوار منها . (۳۵۹/۵)

(۲) ما في " الفتاوى الهندية " : ويكره للرجال التختم بما سوى الفضة والتختم بالذهب حرام في الصحيح ، وفي الخجندي : التختم بالحديد والصفر والنحاس والرصاص مكروه للرجال والنساء جميعًا . (۳۳۵/۵ ، الباب العاشر في استعمال الذهب والفضة)

(الدر المختار مع الشامية : ۴۳۷/۹ ، كتاب الحظر والإباحة)

ما في " الاختيار لتعليل المختار " : ويكره التختم بالحديد والصفر للرجال والنساء ؛ لأنه حلية أهل النار . (۴۱۳/۲)

ما في" الجوهرة النيرة " : وفي الخجندي : التختم بالحديد والصفر والنحاس والرصاص مكروه للرجال والنساء ؛ لأنه زيّ أهل النار . (۲۱۶/۲) (فتاویٰ دار العلوم زکریا: ۲۴۹/۷، ۲۵۰، پلاٹینم کے زیورات کا حکم، زیورات سے متعلق احکام، بہشتی زیور: ۲۷۸/۳، ط: دار الاشاعت کراچی)

رنگ برنگی شیشے (Lenses) کا استعمال

مسئلہ (۲۱۹): آج کل لوگ اپنی آنکھوں میں زینت کے لیے رنگ برنگی شیشے (Lenses) لگواتے ہیں، خصوصًا عورتیں، بعض لوگ اسے مطلقاً تغییر لخلق اللہ (اللہ کی خلقت میں تبدیلی) میں داخل مان کر حرام سمجھتے ہیں، جب کہ اُن کا یہ خیال غلط ہے، صحیح بات یہ ہے کہ شریعت کی حدود میں رہتے ہوئے زینت اختیار کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے، اس لیے ایسے رنگ برنگی شیشوں کا استعمال کرنا بھی جائز ہوگا[۱]، کیوں کہ یہ تغییر لخلق اللہ میں شامل نہیں ہے، بلکہ تزیین کے قبیل سے ہے، لیکن یہ یاد رہے کہ اُن کے استعمال میں اِسراف[۲]، فتنے کا خوف، اور دوسرے مفاسد نہ ہوں، اور اگر بطورِ فیشن پرستی اور دوسری اقوام کی مشابہت میں یہ عمل کیا جاتا ہو، تو پھر یہ عمل ممنوع ہوگا۔[۳]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الدر المختار مع الشامية " : قلت : وهل يجوز الخزام في الأنف ؟ لم أره . (در مختار) . وفي الشامية : قوله : (لم أره) قلت : إن كان مما يتزين النساء به كما هو في بعض البلاد فهو فيها كثقب القرط . اهـ . وقد نص الشافعية على جوازه . مدني .

(۹/۲۰۲، كتاب الحظر والإباحة ، فصل في البيع ، و: ۶/۴۲۰ ، ط : سعيد)

(۲) ما في " القرآن الكريم " : ﴿وكلوا واشربوا ولا تسرفوا ، إنه لا يحبّ المسرفين﴾ .

(سورة الأعراف : ۳۱)

ما في " أحكام القرآن لإبن العربي " : الإسراف تعدى الحد ، فنهاهم عن تعدى الحلال إلى الحرام، وقيل ألا يزيدوا على قدر الحاجة . (۲/۲۸۱)

ما في " كنز العمال " : (عن عمرو بن شعيب عن جده) " كلوا وتصدقوا والبسوا من =

....

=غير مَخِيلةٍ ولا تسرفوا فإن الله يحب أن يرى أثر نعمته على عبده " .

(۲۷۴/٦ ، رقم : ١٧١٩٣ ، كتاب الزينة والتجمل ، الباب الأول في الترغيب فيه ، السنن الكبرى للنسائي : ۴۱/۲ ، رقم : ۲۳۴۰ ، كتاب الزكاة ، الاختيال في الصدقة)

ما في " القرآن الكريم " : ﴿والذين إذا انفقوا لم يُسرِفوا ولم يَقتُروا وكان بين ذلك قَوامًا﴾ . (سورة الفرقان :٦٧)

ما في " تفسير المظهري " : وقال قوم : الإسراف مجاوزة الحد في الإنفاق حتى يدخل في حد التبذير ، والإقتار التقتير عما لا بد منه ...... ﴿وكان﴾ أي الإنفاق ﴿بين ذلك﴾ أي بين الإسراف والإقتار ﴿قواما﴾ قصدا وسطا حسنة بين السيئتين سمى الوسط قواما لاستقامة الطرفين . (۴۷/۷ ، سورة الفرقان ، الآية/٦٧)

ما في " تفسير النسفي " : ﴿والذين اذآ انفقوا لم يسرفوا ولم يقتروا﴾ لم يجاوزوا الحد في النفقة ، أو : لم يأكلوا للتنعم ، ولم يلبسوا للتصلّف ، وعن ابن عباس – رضي الله عنهما – : لم ينفقوا في المعاصي . فالإسراف مجاوزة حد الأمر ، لا مجاوزة القدر ، ..... وقال ﷺ : " من منع حقا فقد قتر ، ومن أعطى في غير حق فقد أسرف " ..... ﴿وكان﴾ أي : إنفاقهم ﴿بين ذلك﴾ أي : الإسراف ، والإقتار ﴿قواما﴾ عدلا بينهما . فالقوام : العدل بين الشيئين . .... وصفهم بالقصد ؛ الذي هو بين الغلوّ والتقصير .

(۵۴۹/۲ ، سورة الفرقان ، الآية/٦٧ ، كذا في أحكام القرآن للجصاص :۳/۴۴۸)

ما في " أحكام القرآن للجصاص " : وأما قوله تعالى : ﴿ولا تأكلوها إسرافًا وبِدارًا أن يكبَروا﴾ ، فإن السرف مجاوزة حد المباح إلى المحظور ، فتارة يكون السرف في التقصير ، وتارة في الإفراط لمجاوزة حد الجائز في الحالين . (۸۱/۲ ، سورة النساء / مطلب : في أن السرف مجاوزة حد المباح إلى المحظور من إفراط أو تقصير)

(۳) ما في " سنن أبي داود " : عن ابن عمر قال : قال رسول الله ﷺ : " من تشبه بقوم فهو منهم " . (ص/۵۵۹ ، كتا ب اللباس ، باب لباس الشهرة)

ما في " بذل المجهود " : قال القاري : من شبه نفسه بالكفار مثلاً في اللباس وغيره أو بالفساق أو الفجار أو بأهل التصوف والصلحاء والأبرار فهو منهم أي في الإثم أو الخير =

عطر لگانے کا طریقہ

مسئلہ (۲۲۰): عطر لگانے کا کوئی خاص طریقہ مسنون نہیں ہے، البتہ دائیں جانب سے ابتدا کرنا سنت ہے، نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم عطر استعمال فرماتے تھے، اور خوشبو کو بہت زیادہ پسند فرماتے تھے[1]، اور ہر اچھی چیز میں داہنی جانب کو ترجیح دیتے تھے[2]، بنا بریں عطر استعمال کرنا سنت ہے[3]، اور دائیں ہاتھ سے لے کر جس جگہ لگانا ہو، اللہ تعالیٰ کا نام لے کر لگائے۔

=عند اللّٰہ تعالی . (۵۹/۱۲ ، مرقاة المفاتیح :۲۲۲/۸، کتاب اللباس والزینة)

ما في " مرقاة المفاتیح " : قوله ﷺ : (من تشبه بقوم فهو منهم) . أي من شبه نفسه بالکفار ، مثلا في اللباس وغیره أو بالفساق والفجار أو بأهل التصوف والصلحاء والأبرار .

(۲۲۲/۸ ، کتاب اللباس ، الفصل الثاني ، رقم : ۴۳۴۷)

ما في " شرح الطیبي " : قوله : " من تشبه بقوم " هذا عام في الخَلق والخُلق والشعار ، وإذا کان الشعار أظهر في التشبه . (۲۳۲/۸ ، رقم :۴۳۴۷) (فتاویٰ دار العلوم زکریا: ۲۷۱/۷، رنگین لینز لگانے کا حکم، المسائل المهمة فیما ابتلت به العامة: ۲۳۵/۴، آئی لینس (Eye Lens) کا استعمال، مسئلہ نمبر: ۲۰۵، طبع دوم)

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما في " جامع الترمذي " : عن أبي أیوب قال : قال رسول اللّٰہ ﷺ : " أربع من سنن المرسلین : الحیاء ، والتعطُّر ، والسواک ، والنکاح " .

(۳۸۲/۳ ، ط : مصطفی الحلبي ، مسند أحمد :۴۲۱/۵ ، ط : المکتب الإسلامي)

ما في " مسند أحمد " : عن أنس أن النبي ﷺ قال : " حُبِّب إلي من الدنیا النساء والطیب وجعل قرة عیني في الصلاة " . (۱۲۸/۳ ، ط: المکتب الإسلامي ، فیض القدیر :۳۷۰/۳)

(۲) ما في " صحیح البخاري " : عن عائشة قالت : " کان النبي ﷺ یحب التیمن ما استطاع في شأنه کله ؛ في طهوره وترجّله وتنعله " . (۶۱/۱ ، رقم : ۴۲۲ ، باب التیمن=

کان کے بالوں کو کاٹنا

مسئلہ (۲۲۱): جس طرح سر کے بالوں کا منڈانا اور رکھنا دونوں جائز ہے، اسی طرح کان کے بالوں کا کاٹنا اور رکھنا دونوں بھی جائز ہے، اس لیے کہ کان سر کے حکم میں ہے، اور سر پر بالوں کا رکھنا ومنڈانا دونوں جائز ہے، تو کان کے بالوں کا حکم بھی یہی ہوگا۔(۱)

= في دخول المسجد وغيره ، صحيح مسلم : رقم : ۲۹۶)

ما في " شرح النووي على صحيح مسلم " : يستحب البداء ة باليمنى في كل ما كان من باب التكريم والزينة والنظافة ونحو ذلک ... الخ . (۱۴/۷۴ ، ط : احياء التراث)

ما في " الموسوعة الفقهية " : التيامن مصدر تيامن إذا أخذ ذات اليمين ، ...... قال ابن منظور : التيمن : الابتداء في الأفعال باليد اليمنى ، والرجل اليمنى ، والجانب الأيمن ... التيامن سنة لحديث عائشة رضي الله عنها " كان رسول الله ﷺ يعجبه التيمن في شأنه كله في طهوره وترجله وتنعله " . (۱۴/۲۰۵ ، تيامن ، الحكم التكليفي)

(۳) ما في " الموسوعة الفقهية " : الأصل سنية التطيب .... يُسن التطيب لخبر أبي أيوب رضي الله عنه مرفوعًا " أربع من سنن المرسلين : الحناء والتعطر والسواک والنكاح " . ولقول الرسول ﷺ : " حبب إلى من دنياكم : النساء والطيب ، وجلعت قرة عيني في الصلاة " . (۱۲/۱۷۴ ، تطيب ، الحكم التكليفي ، تطيب الرجل والمرأة)

(آپ کے مسائل اور اُن کا حل: ۳۴۳/۸، طبع جدید، فتاویٰ دار العلوم زکریا: ۲۷۲/۷، عطر لگانے کا طریقہ)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " جامع الترمذي " : قال رسول الله ﷺ : " الأذنان من الرأس " . الحديث .

(۱/۱۶ ، سنن أبي داود : ۱/۹۳ ، ط : حمص ، رقم : ۱۱۵)

(نصب الراية في تخريج أحاديث الهداية : ۱/۷۰ ، ط : دار الحديث)

(و: ۱/۱۸ ، ط : المجلس العلمي)=

ناک کے بالوں کو تراشنا

مسئلہ (۲۲۲): فقہائے کرام کی عبارات کی روشنی میں پتہ چلتا ہے کہ ناک کے اندرونی بالوں کو قینچی سے کاٹنا افضل ہے، اُکھیڑنا مناسب نہیں ہے، اس سے بیماری کا اندیشہ ہے، نیز جب بھی بال بڑھتے ہوئے نظر آئیں اُن کی صفائی کرلی جائے، تاکہ باہر نظر نہ آئیں۔ (۱)

=ما في ’’ سنن النسائي ‘‘ : ثم مسح برأسه وأذنيه ‘‘ . الحديث .

(۱/۷۴ ، ط : المكتبة التجارية)

(الموسوعة الفقهية :۴۳/۳۴۰)

(فتاویٰ دار العلوم زکریا: ۷/۳۵۳، موئے گوش تراشنے کا حکم)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ’’ رد المحتار ‘‘ : ولا ينتف أنفه ؛ لأن ذلك يورث الأكلة .

(۶/۴۰۷ ، ط : سعيد كراچي ، و دار الفكر بيروت)

(و : ۹/۵۸۳ ، الحظر والإباحة ، باب الاستبراء وغيره ، ط : دار الكتب العلمية بيروت)

(الفتاوى الهندية :۵/۳۵۸)

(فتاویٰ دار العلوم زکریا: ۷/۳۵۳، موئے بینی تراشنے کا حکم)

عورتوں کا لیئرنگ کٹ بنانا(Layering Of (Women's hair

مسئلہ(۲۲۳): فی زمانِنا بعض عورتیں مغربی تہذیب سے متأثر ہوکر اپنے بالوں کو لیئر(Layer) کرواتی ہیں، لیئرنگ کٹ میں عام طور پر وِی (V) یا یُو (U) کی شکل کا لحاظ رکھتے ہوئے بالوں کو ایک خاص مقدار میں کاٹا جاتا ہے، اس طرح کی کٹ میں دو خرابیاں ہیں، ایک یہ کہ، اس کٹ میں کافرات وفاسقات کے ساتھ مشابہت پائی جاتی ہے، جب کہ شریعتِ مطہرہ نے غیر قوم کے تشبُّہ سے اجتناب کرنے کا حکم دیا ہے(۱)، دوسرے یہ کہ بالوں کو کافی مقدار میں کاٹنے کی وجہ سے وہ بہت چھوٹے ہوجاتے ہیں، اور بالوں کا صحیح توازُن بھی فوت ہوجاتا ہے، بعض بال بڑے اور بعض چھوٹے ہوجاتے ہیں، جب کہ شریعتِ مطہرہ نے ''قزع'' (چھوٹے بڑے بال رکھنے) سے منع فرمایا ہے(۲)؛ اس لیے لیئرنگ کٹ شرعاً ناجائز اور ممنوع ہے(۳)، مسلمان عورتوں کو چاہیے کہ لیئرنگ کٹ سے خود بھی احتراز کریں، اور اپنی بچیوں کو بھی اس سے بچنے کی تلقین کریں۔(۴)

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما في '' سنن أبي داود '' : عن ابن عمر قال : قال رسول الله ﷺ : '' من تشبه بقوم فهو منهم '' . (ص/۵۵۹ ، کتا ب اللباس ، باب لباس الشهرة)

ما في '' بذل المجهود '' : قال القاري : من شبه نفسه بالکفار مثلاً في اللباس وغیره أو بالفساق أو الفجار أو بأهل التصوف والصلحاء والأبرار فهو منهم أي في الإثم أو الخیر =

....

=عند الله تعالى . (۵۹/۱۲ ، مرقاة المفاتيح :۲۲۲/۸، كتاب اللباس والزينة)

ما في " شرح الطيبي " : قوله : (من تشبه بقوم) هذا عام في الخلق والخلق والشعار وإذا كان الشعار أظهر في التشبه . (۲۳۲/۸ ، رقم :۴۳۴۷)

(۲) ما في " سنن أبي داود " : عن ابن عمر : أن النبي ﷺ نهىٰ عن القزع . وهو أن يحلق رأس الصبي ويترك له ذؤابة . (ص/۵۷۷ ، كتاب الترجل ، باب في الصبي له ذؤابة)

ما في " رد المحتار " : ويكره القزع ، وهو أن يحلق البعض ويترك البعض قطعاً مقدار ثلاثة أصابع . (۵۸۴/۹ ، كتاب الحظر والإباحة ، باب الاستبراء وغيره ، فصل في البيع)

(۳) ما في " الدر المختار مع الشامية " : وفيه : قطعت شعر رأسها أثمت ولعنت . زاد في البزازية : وإن بإذن الزوج لا طاعة لمخلوق في معصية الخالق ، ... والمعنى المؤثر التشبه بالرجال . اهـ .

(۵۸۳/۹ ، ۵۸۴ ، كتاب الحظر والإباحة ، باب الاستبراء وغيره ، ط : بيروت)

(۴) ما في " القرآن الكريم " : ﴿يآ أيها الذين اٰمنوا قوآ انفسكم واهليكم نارًا وقودها الناس والحجارة﴾ . (سورة التحريم :۶)

ما في " صحيح البخاري " : وقال مجاهد : ﴿قوا أنفسكم وأهليكم﴾ أوصوا أنفسكم وأهليكم بتقوى الله وأدّبوهم . (ص/۹۰۰ ، باب قوله : أن تتوبا إلى الله فقد صغت قلوبكما، ط : بيروت ، معارف القرآن :۵۰۳/۸)

ما في " صحيح البخاري " : عن عبد الله بن عمر – رضي الله عنهما – يقول : سمعت رسول الله ﷺ يقول : " كلكم راع ، وكلكم مسؤول عن رعيته ، الإمام راع ومسؤول عن رعيته ، والرجل راع في أهله وهو مسؤول عن رعيته ، والمرأة راعية في بيت زوجها ومسؤولة عن رعيتها ، والخادم راع في مال سيده ومسؤول عن رعيته" .

(ص/۱۲۹ ، رقم :۸۹۳ ، كتاب الجمعة ، باب الجمعة في القرى والمدن ، ط : بيروت ، صحيح مسلم :۴۶۰/۲ ، رقم : ۱۸۲۹ ، كتاب الإمارة ، باب فضيلة الإمام العادل وعقوبة الجائر والحث على الرفق بالرعية الخ ، ط : بيروت)

(فتاویٰ دار العلوم زکریا:۳۶۰/۷،۳۶۱،عورتوں کے لیے لیڈیز کٹ کا حکم)

خودرُو بیل بوٹے پھل پھول کسی کی زمین سے لینا

مسئلہ (۲۲۴): بہت سے خودرُو بیل بوٹے، پودے اور درخت وغیرہ؛ جن کی ڈالیاں، پتیاں، پھول، پھل، جڑی بوٹی؛ ہومیو پیتھک وایلو پیتھک دواؤں اور دیگر چیزوں کی ترکیب وبناوٹ میں کام آتی ہیں، یہ چیزیں سرکاری وغیر سرکاری زمین پر اُگتی ہیں، تو ان میں سے جو چیزیں گھاس کی جنس سے ہیں، انہیں تو مالک کی اجازت کے بغیر لینا جائز ہے (۱)، اور جو درخت کے قبیل سے ہیں، وہ اگر کسی کی مملوکہ زمین میں ہیں، تو مالک کی اجازت لی جائے، اور اگر سرکاری زمین میں ہیں، تو سرکار کی طرف سے اس کے لینے پر پابندی نہیں ہے، تو لینا جائز ہے، ورنہ بغیر اجازت لینا درست نہیں۔ (۲)

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الکریم " : ﴿خلق لکم ما في الأرض جمیعًا﴾ . (سورة البقرة : ۲۹)

ما في " سنن ابن ماجة " : عن ابن عباس قال : قال رسول اللّٰہ ﷺ : " المسلمون شرکاء في ثلاث : في الماء ، والکلأ ، والنار ، وثمنه حرام " .

(ص/۱۷۸ ، کتاب الرهون ، المسلمون شرکاء في ثلاث ، ط : مکتبة بلال دیوبند ، شروح سنن ابن ماجة ، رقم : ۲۴۷۲)

ما في " سنن ابن ماجة " : عن أبي هریرة أن رسول اللّٰہ ﷺ قال : " ثلاث لا یمنعن ؛ الماء، والکلأ ، والنار " . (ص/۱۷۸ ، کتاب الرهون ، المسلمون شرکاء في ثلاث ، شروح سنن ابن ماجة ، رقم : ۲۴۷۳)

ما في " الأشباه والنظائر لإبن نجیم " : إن الأصل في الأشیاء الإباحة ، حتی یدل الدلیل علی عدم إباحته . (۱/۲۵۲ ، ۲۵۳)=

....

....

....

....

....

....

....

....

....

=ما في " هامش الأشباه والنظائر " : قوله : (الأصل في الأشياء) ذكر العلامة قاسم بن قطلوبغا في بعض تعاليقه : أن المختار أن الأصل الإباحة عند جمهور أصحابنا .... ودليل هذا القول قوله تعالى : ﴿وخلق لكم ما في الأرض جميعًا﴾ . (۱/۲۵۲، ۲۵۳)

(۲) ما في " درر الحكام شرح مجلة الأحكام " : لا يجوز لأحد أن يتصرف في ملك الغير بلا إذنه . (۱/۹۶، المادة : ۹۶ ، شرح المجلة : ص/۶۱، المادة : ۹۶)

(قواعد الفقه : ص/۱۱۰، قاعدة : ۷۰)

ما في " التنوير وشرحه مع الشامية " : لا يجوز التصرف في مال غيره بلا إذنه ولا ولايته .

(۹/۲۴۰ ، كتاب الغصب ، مطلب فيما يجوز من التصرف بمال الغير)

ما في " رد المحتار " : التصرف في مال الغير حرام ، فيجب التحرّز عنه .

(۷/۳۷۳ ، كتاب البيوع ، باب المرابحة والتولية)

ما في " شرح المجلة " : لا يجوز لأحد أن يأخذ مال أحد بلا سبب شرعي ، أي لا يحل في كل الأحوال عمدا أو خطأ أو نسيانا ، جدا أو لعبا أن يأخذ أحد مال أحد ، بوجه لم يشرعه الله تعالى ولم يبحه ؛ لأنه حقوق العباد محترمة لا تسقط .... يجب عليه ردّه قائمًا أو مثله أو قيمته هالكاً . اهـ . (ص/۲۶۴ ، ۲۶۵)

(محمود الفتاویٰ:۴/۷۴۶،۷۴۷،بحوالہ فتاویٰ محمودیہ:۱۷/۱۹۴،۱۹۵)

کتاب الأکل والشرب

کھانے پینے کے احکام ومسائل

جیلاٹین کی تحقیق اوراس کا حکم

مسئلہ (۲۲۵): جیلاٹین (Gelatin) جب جانور سے حاصل کی گئی ہو، تو اس کے حلال ہونے کے لیے یہ شرط ہے کہ وہ حلال جانور سے لی گئی ہو، اوراس جانور کوشرعی طریقے پر ذبح کیا گیا ہو، بصورتِ دیگر جیلاٹین کوحلال نہیں کہا جاسکتا، لہٰذا جن مصنوعات میں جیلاٹین کی آمیزش ہوتی ہے، ان کے استعمال سے پہلے یہ تحقیق کرلینی چاہیے۔ اوراگر یہ ممکن نہ ہو، تو ان کے استعمال سے اجتناب برتنا چاہیے، کیوں کہ احتیاط اسلامی تعلیمات کا جز اور حصہ ہے۔ (۱)

نوٹ:- جیلاٹین ایک پروٹین کا نام ہے، جو (مردار ومذبوح، ماکول اللحم وغیر ماکول اللحم؛ خنزیر وغیرہ) جان دار کی ہڈی اور کھال سے حاصل کی گئی **کولیجن** سے حاصل کی جاتی ہے، یعنی ایک گاڑھا مادہ جس کا بنیادی استعمال کھانے پینے کی اشیاء میں گاڑھا پن پیدا کرنے کے لیے کیا جاتا ہے، نیز جیلاٹین پھلوں کے جوس کو صاف کرنے کے لیے فلٹر کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے، ڈبے والے دہی میں استعمال کیا جاتا ہے، تا کہ دہی پانی نہ چھوڑے، اسی طرح، جیلی، چاکلیٹ، ٹافی، چیونگم، کیک، آئس کریم، نہاری مسالحہ، کیپسول، ہڈیوں کو مضبوط کرنے والی ادویات وغیرہ میں جیلاٹین کا استعمال ہوتا ہے۔ (۲)

تنبیہ: ''بہر حال مسئلہ چوں کہ مجتہد فیہ ہے؛ اس لیے حتی الامکان خصوصاً داخلی استعمال سے بچنا چاہیے، نیز مسلمانوں خصوصاً وہ لوگ جن کا اشیاءِ خوردنی کی تیاری یا جلاٹین یا دوا سازی سے تعلق ہے، ان پر ضروری ہے کہ جیلاٹین سازی کے لیے حلال متبادل کی تلاش کریں، مردار یا خنزیر کے اجزاء کے استعمال سے پرہیز کریں، مغرب کی طرف سے آنے والی ہر چیز کو آنکھ بند کر کے قبول نہ کریں، بلکہ دین وشریعت کی روشنی میں جو چیز حلال وجائز کے دائرے میں آئے، اس کو اپنانا چاہیے۔'' -''نیز حلال کمیٹیوں کو چاہیے کہ اس سلسلے میں بیداری پیدا کریں، اور مناسب کوشش کریں۔''(۳)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " صحيح البخاري " : عن النعمان بن بشير رضي الله عنه قال : قال النبي ﷺ : " الحلال بيّن والحرام بيّن ، وبينهما أمور مشتبهةٌ ، فمن ترک ما شبّه عليه من الإثم كان لما استبان اترک ، ومن اجترأ على ما يشک فيه من الإثم أوشک أن يواقعما استبان ، والمعاصي حمى الله ، من يرتع حول الحمى يوشک أن يواقعه " . (۲۷۵/۱ ، كتاب البيوع، باب الحلال بين والحرام بين وبينهما أمور مشتبهات ، رقم : ۲۰۵۱)

(صحيح مسلم: ۲۸/۲ ، كتاب المساقاة والمزارعة ، باب أخذ الحلال وترک الشبهات)

ما في " جامع الترمذي " : عن النعمان بن بشير رضي الله عنه قال : سمعتُ رسول الله ﷺ يقول : " الحلال بيّنٌ والحرام بيّن ، وبين ذلک أمورٌ مشتبهات ، لا يدري كثيرٌ من الناس أمِن الحلال هي أم من الحرام ، فمن تركها استبرأ لدينه وعرضه فقد سلم ، ومن واقع شيئًا منها يوشک أن يواقع الحرام كما أنه من يرعى حول الحمى يوشک أن يواقعه ، ألا وإن لكل ملک حمى ؛ ألا وإن حمى الله محارمه " .

(۲۲۹/۱ ، كتاب البيوع ، باب ما جاء في ترک الشبهات ، رقم : ۱۲۰۵)=

....

....

....

....

....

....

....

=ما في " عمدة القاري شرح صحيح البخاري " : وقال الخطابي : كل شيء يشبه الحلال من وجه والحرام من وجه هو شبهة ، والحلال اليقين : ما علم ملكه يقينًا لنفسه ، والحرام البين ما علم ملكه لغيره يقينًا ، والشبهة : ما لا يدري أهو له أو لغيره ، فالورع اجتنابه . ... وقال حسان بن أبي سنان : ما رأيت شيئًا أهون من الورع – دع ما يريبک إلى ما لا يريبک " . .... قال حسان : تركت ما يريبني إلى ما لا يريبني فاسترحت . وأيضًا قال .... حسان بن أبي سنان : ما أيسر الورع إذا شككت في شيء فاتركه . اهـ .

(۱۱/۲۳۶ ، ۲۳۷ ، كتاب البيوع ، باب تفسير المشبهات ، ط : كوئٹه)

ما في " الموسوعة الفقهية " : ومن معاني الاحتياط لغة : الأخذ في الأمور بالأحزم والأوثق وبمعنى المحاذرة ، ومنه القول السائر : أوسط الرأي الإحتياط ، وبمعنى الاحتراز من الخطأ واتقائه . (۲/۱۰۰)

ما في " قواعد الفقه " : الأصل أن الاحتياط في حقوق الله تعالى جائز ، وفي حقوق العباد لا يجوز . (ص/۱۵ ، مادة : ۱۷ ، و:ص/۵۴، مادة : ۱۰)

(۲) (بحوالہ: الهيئة لتوثيق الحلال بباكستان/HALAL SANAH PAKISTAN، ہڈی سے بنی جیلاٹین کی شرعی تحقیق)

(۳) (چند اہم عصری مسائل:۲/۳۳۱،جلاٹین میں انقلابِ ماہیت ہوتا ہے یا نہیں؟ طب اور سائنس سے متعلق مسائل، و:۲/۳۳۴،جلاٹین اور اس پر مشتمل ادویہ اور اشیاءِ خوردنی کا حکم)

شراب کی عادت چھڑانے کے لیے کوے کے خون کا استعمال

مسئلہ (۲۲٦): بعض حکیم وڈاکٹر حضرات شرابی سے شراب کی عادت چھڑانے کے لیے، اُسے کوے کا خون پلاتے ہیں، انہیں یاد رکھنا چاہیے کہ حرام چیز کے استعمال کی گنجائش بیماری کی صورت میں بدرجۂ مجبوری دی گئی ہے، اور شراپ پینے کا عادی ہونا یہ کوئی بیماری نہیں ہے، بلکہ عادت ہے، اور کسی چیز کی عادت چھڑانے کے لیے حرام چیز کا استعمال جائز نہیں ہے، اس لیے شراب کی عادت چھڑانے کے لیے کوے کے خون کا استعمال جائز نہیں ہے، البتہ خراب عادت تو یونہی چھوڑ دینی چاہیے، اوراس کے ذریعے بھی نہ ہوسکے، تو کسی حلال چیز کے ذریعے اس عادت کوختم کرنا چاہیے۔ (۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿إنما حرّم عليكم الميتة والدّم ولحم الخنزير﴾ . (سورة البقرة :۱۷۳) . ﴿حرمت عليكم الميتة والدم ولحم الخنزير ومآ أهل لغير الله به﴾ . (سورة المائدة :۳) . ﴿قل لا أجد في ما أوحي إلي محرّمًا على طاعم يّطعمه إلا أن يكون ميتة أو دمًا مسفوحًا أو لحم خنزير فإنه رجس﴾ . (سورة الأنعام :۱۴۵) وقوله تعالى : ﴿ويحل لهم الطيبٰت ويحرم عليهم الخبآئث﴾ . (سورة الأعراف : ۱۵۷)

ما في " تبيين الحقائق " : قال أبوحنيفة رضي الله عنه : الدم حرام ، وأكره الستة وذلك لقوله عزّ وجلّ : ﴿حرمت عليكم الميتة والدم ولحم الخنزير﴾ [البقرة : ۱۷۳] الآية . فلما تناوله النص قطع بتحريمه ، وكره ما سواه ؛ لأنه مما تستخبثه الأنفس وتكرهه ، وهذا المعنى سبب الكراهية لقوله تعالى : ﴿ويحرّم عليهم الخبآئث﴾ [الأعراف : ۱۵۷] .

(۴٦۴/٦ ، كتاب الخنثى ، مسائل شتى)=

شارک (Shark) مچھلی کھانا

مسئلہ (۲۲۷): بعض قسم کی مچھلیاں جن کو انگریزی میں شارُک (Shark) کہتے ہیں، جو پھاڑ کھانے والی ہوتی ہیں، حتی کہ بعض مرتبہ یہ انسان کو بھی چیر کر کھا جاتی ہیں، کچھ لوگ ایسی مچھلی کے کھانے کو ناجائز سمجھتے ہیں، اُن کا یہ خیال غلط ہے، صحیح یہ ہے کہ مچھلی کی تمام انواع واقسام حلال ہیں، لہٰذا مذکورہ شارُک (Shark) مچھلی بھی حلال ہوگی۔ (۱)

=ما في " الموسوعة الفقهية " : اتفق الفقهاء على أن الدم حرام نجس لا يؤكل ولا ينتفع به. (۲۱/۲۵ ، دم ، الحكم الإجمالي)

(فتاویٰ قاسمیہ:۲۳/۳۲۴،شراب کی عادت چھڑانے کے لیے کوے کا خون پلانا)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿أحل لكم صيد البحر وطعامه متاعا لكم وللسيارة﴾ .

(سورة المائدة : ۹۶)

ما في " بحر العلوم – التفسير السمرقندي " : ﴿وطعامه متاعا لكم وللسيارة﴾ يعني للمقيمين والمسافرين ، وهي السمكة المالحة . (۱/۴۵۹ ، سورة المائدة ، الآية/۹۶)

ما في " مشكوة المصابيح " : عن ابن عمر قال : قال رسول الله ﷺ : " أحلت لنا ميتتان ودمان : الحوت والجراد ، والدمان : الكبد والطحال " . رواه أحمد وابن ماجة والدار قطني . (ص/۳۶۱ ، كتاب الصيد والذبائح ، باب ما يحل أكله وما يحرم ، الفصل الثاني ، رقم : ۴۱۳۲)

ما في " التنوير وشرحه مع الشامية " : (ولا) يحل (حيوان مائي إلا السمك) ...... (وحل الجراد) وإن مات حتف أنفه ، بخلاف السمك (وأنواع السمك بلا ذكاة) لحديث : " أحلت لنا ميتتان ؛ السمك والجراد " .

(۹/۴۴۴ – ۴۴۶ ، كتاب الذبائح ، ط : دار الكتب العلمية بيروت)

ما في " بدائع الصنائع " : ويستوي في حل الأكل جميع أنواع السمك من الجريث =

....

....

....

....

....

....

....

=والمارماهي وغيرهما ، لأن ما ذكرنا من الدلائل في إباحة السمک لا يفصل بين سمک وسمک إلا ما خص بدليل ، وقد روي عن سيدنا علي وابن عباس (رضي الله عنهما) إباحة الجريث والسمک الذكر ولم ينقل عن غيرهما خلاف ذلک فيكون إجماعا.

(۳٦/۵ ، طبع سعيد كراچی ، و ۱۷۹/٦ ، كتاب الذبائح والصيود ، ط : بيروت)

ما في " فتاوى قاضي خان على هامش الهندية " : ولا بأس بسائر أنواع السمک نحو الجريث والمارماهي ولا يؤكل ما في البحر سوى السمک وطير الماء عندنا .

(۳۵۷/۳ ، كتاب الصيد والذبائح)

ما في " النتف في الفتاوى " : وأما دوابّ البحر فإنها محرمة سوى السّمک بأجناسها في قول الفقهاء . (ص/۱۵۰ ، حكم دوابّ البحر ، ط : بيروت)

ما في " الفقه الحنفي في ثوبه الجديد " : ولا يؤكل من حيوان الماء إلا السمک ....
قال ابن حجر : ولا خلاف بين العلماء في حل السمک على اختلاف أنواعه .

(۲٦۱/۵ ، حكم أكل الحيوانات المائية ، دار القلم دمشق)

ما في " الموسوعة الفقهية " : ولا يحل عند الحنفية من الحيوان المائي شيء سوى السمک فيحل أكله سواء أكان ذا فلوس (قشر) أم لا .

(۱۲۸/۵ ، الحيوان المائي ، حلاله وحرامه)

ما في " ما لا بد منه " : وازحیواناتِ دریا نزدِامامِ اعظم سوائے ماہی بہ جمیع اقسام خود ہیچ جانور حلال نیست .

(ص/۹۹ ، كتاب التقوى ، مكتبه الأمين كتابستان ديوبند)

(مستفاد: محمود الفتاویٰ:۴/ ٦٦۵ ، پھاڑ کھانے والی مچھلی حلال ہے)

نہار منھ پانی پینا

مسئلہ (۲۲۸): ''نہار منھ'' پانی پینے سے متعلق حکیموں کی دو رائے ہیں: بعض حکیم کہتے ہیں کہ نہار منھ پانی پینا چاہیے، اس سے معدہ مضبوط ہوتا ہے، اور بھی دیگر فائدے ہیں، جب کہ بعض حکیم اس کے برعکس یہ کہتے ہیں کہ ''نہار منھ'' پانی پینے سے بچنا چاہیے، کیوں کہ اس سے معدہ کی قوت میں کمی واقع ہوتی ہے، اور سوشل میڈیا پر اس طرح کی متضاد تحریریں بھی پڑھنے کو مل رہی ہیں، جس کی وجہ سے بعض لوگ کشمکش میں مبتلا ہیں کہ آیا ''نہار منھ'' پانی پینا چاہیے یا نہیں؟ کیوں کہ وہ ''نہار منھ'' پانی پینے کے عادی ہیں، تو اس سلسلے میں یہ عرض کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ''المعجم الاوسط للطبرانی'' میں حضرت ابوسعید خدری اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے یہ روایت منقول ہے: '' مَنْ شَرِبَ الْمَاءَ عَلَى الرِّيْقِ اِنْتَقَصَتْ قُوَّتُهُ''- کہ جو شخص ''نہار منھ'' پانی پیتا ہے، اس کی قوت کم ہوجاتی ہے [1]، اس سے حکماء کی دوسری رائے (نہار منھ پانی نہیں پینا چاہیے) کی تائید ہوتی ہے؛ اس لیے جو لوگ ''نہار منھ'' پانی پینے کے عادی ہیں، انہیں چاہیے کہ وہ آئندہ اپنے اِس عمل سے احتیاط کریں؛ کہ احتیاط بہتر واَولیٰ ہے۔ [2]

نوٹ:- احادیث مبارکہ میں نہار منھ پانی پینے کی صورت میں جو طاقت میں کمی کا تذکرہ ہے، یہ معمول بنالینے کی صورت میں ہے، اس لیے اس کو بلاضرورت معمول بنالینے سے احتراز چاہیے، تاہم کسی عارضہ کی وجہ سے ڈاکٹر

حضرات اس کا مشورہ دیں، یا کبھی کبھار پانی پینے کی ضرورت ہو، تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔(۳)

الحجة على ما قلنا :

(ا) ما في " المعجم الأوسط للطبراني " : حدثنا عبيد الله بن محمد بن خنيس الدمياطي قال : نا محمد بن مخلد الرعيني قال : نا عبد الرحمن بن زيد بن أسلم عن أبيه ، عن عطاء بن يسار ، عن أبي سعيد الخدري ، عن النبي ﷺ قال : " من شرب الماء على الريق انتقصت قوته " . لم يرو هذه الأحاديث عن زيد بن أسلم إلا ابنه عبد الرحمن ، تفرد بها : أبو أسلم .

(۲۹۸/۳ ، ۲۹۹ ، رقم : ۳۶۴۶ ، ط : بيروت)

ما في " التحقيق والتعليق على هامش المعجم الأوسط " : ۳۶۴۶ - إسناده ضعيف جدًا - والكلام على إسناده كسابقه . وقال الهيثمي في المجمع [۸۹/۵] : وفيه محمد بن مخلد الرعيني وهو ضعيف . قلت : بل هو متروك كما تقدم . (۲۹۸/۳)

ما في " المعجم الأوسط للطبراني " : حدثنا محمد بن أبي غسان : ثنا أبو نعيم عبد الأول المعلم : ثنا أبو أمية الأيلي ، عن زفر بن واصل ، عن أبي سلمة ، عن أبي هريرة قال : قال رسول الله ﷺ : " من كثر ضحكه استخف بحقه ، ومن كثرت دعابته ذهبت جلالته ، ومن كثر مزاحه ذهب وقاره ، ومن شرب الماء على الريق انتقصت قوته ، ومن كثر كلامه كثر سقطه ، ومن كثر سقطه كثرت خطاياه ، ومن كثرت خطاياه كانت النار أولى به " .

(۵۲/۵ ، ۵۳ ، رقم : ۶۵۵۷ ، ط : بيروت)

ما في " التحقيق والتعليق على هامش المعجم الأوسط " : ۶۵۵۷ - ذكره الحافظ الهيثمي في المجمع (۹۰/۵) وقال : رواه الطبراني في الأوسط ، وفي إسناده من لم أعرفهم. (۵۲/۵)

ما في " زاد المعاد في هدي خير العباد " : وقال الشافعي : أربعة توهن البدن : كثرة الجماع ، وكثرة الهم ، وكثرة شرب الماء على الريق ، وكثرة أكل الحامض .

(۴۰۹/۴ ، فصول متفرقة من الوصايا النافعة في العلاج ، ط : مؤسسة الرسالة بيروت ، ومكتبة المنار الإسامية الكويت)=

....

....

....

....

....

....

....

....

....

=ما في " مرقاة المفاتيح " : تحت قوله : (من الأسودين) أي التمر والماء ...... إنما قالت ذلک ؛ لأن الري من الماء لما لم يكن يحصل لهم من دون الشبع من الطعام فإن أكثر الأمم لا سيما العرب يرون شرب الماء على الريق بالغًا في المضرة . اهـ .

(۱۰٦/۷ ، رقم : ۴۱۹۴ ، ط : المكتبة الأشرفية ديوبند)

ما في " اختري بهشتي زيور " : "(ا) سوتے اُٹھ کر فورًا پانی نہ پیو، اور نہ یک لخت ہوا میں نکلو، اگر بہت ہی پیاس ہے تو عمدہ تدبیر یہ ہے کہ ناک پکڑ کر پانی پیو، اور ایک ایک گھونٹ کر کے پیو، اور پانی پی کر ذرا دیر تک ناک پکڑے رہو۔ سانس ناک سے مت لو، اسی طرح گرمی میں چل کر فورًا پانی مت پیو، خاص کر جس کو لُو لگی ہو وہ اگر فورًا بہت سا پانی پی لے، تو اسی وقت مرجاتا ہے۔ اسی طرح نہار منھ نہ پینا چاہیے، اور پاخانہ سے نکل کر فورًا پانی نہ پینا چاہیے۔ (حصہ نہم، ص/۸، باب نمبر:۴، پانی کا بیان)

(وفي " حاشيه اختري بهشتي زيور " : "خاص کر سردی کے زمانہ میں اگر ٹھنڈا پانی پینا ہو، تو اسی ترکیب سے پیو، ورنہ زکام ہوجاتا ہے۔ [حصہ نہم، ص/۸، حاشیہ نمبر:ا])

(۲) ما في " الموسوعة الفقهية " : ومن معاني الاحتياط لغة : الأخذ في الأمور بالأحزم والأوثق وبمعنى المحاذرة ، ومنه القول السائر : أوسط الرأي الاحتياط ، وبمعنى الاحتراز من الخطأ واتقائه . (۱۰۰/۲)

(۳) (فتاویٰ بنوریہ، رقم الفتویٰ:۲٦٦۱۳)

نِسوار کا استعمال

مسئلہ (۲۲۹): نِسوار کا استعمال اگرچہ فی نفسہٖ شرعاً مباح ہے[۱]، لیکن اس کے استعمال میں بے احتیاطی کرنے سے عموماً منہ میں ایسی بدبُو پیدا ہوجاتی ہے، جو پاس بیٹھ کر ہم کلام ہونے والوں کے لیے باعثِ تکلیف ہوتی ہے[۲]، اس لیے نسوار کا استعمال مکروہِ تنزیہی ہے، اس سے احتراز ہی بہتر ہے۔[۳]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الأشباه والنظائر لإبن نجيم " : قاعدة : ۴۳۸ : هل الأصل في الأشياء الإباحة حتى يدل الدليل على عدم الإباحة ، وهو مذهب الشافعي – رحمه الله – ، أو التحريم حتى يدل الدليل على الإباحة ، ونسبه الشافعية إلى أبي حنيفة (رحمه الله) . .... ۴۴۰ : وفي "شرح المنار " للمصنف : الأصل في الأشياء الإباحة عند بعض الحنفية ، ومنهم الكرخي . (۱/۲۵۳ ، ۲۵۴ ، القاعدة الثالثة : اليقين لا يزول بالشک ، ط : مکتبه فقيه الامت ديوبند)

(۲) ما في " صحيح مسلم " : عن أبي سعيد – الخدري رضي الله تعالى عنه – قال : لم نَعْدُ أن فُتِحَت خيبرُ فوقعنا – أصحاب رسول الله ﷺ – في تلک البقلة – الثوم ، والناس جياع ، فأكلنا منها أكلا شديدًا ثم رُحنا إلى المسجد ، فوجد رسول الله ﷺ الريح ، فقال : " من أكل من هذه الشجرة الخبيثة شيئًا فلا يقربنا في المسجد " . الحديث . (۱/۲۰۹ ، حديث :565/۱۲۵۶– ۷۲ ، ط : قديمي ، و:۳/۳۶۹ ، كتاب المساجد ومواضع الصلاة، باب نهي من أكل ثوما أو بصلا أو كراثا أو نحوها مما له رائحة ، ط : احياء التراث)

ما في " شرح النووي على صحيح مسلم " : قال الإمام النووي في شرح هذا الحديث : قال العلماء : ويلحق بالثوم والبصل والكراث كل ما له رائحة كريهة من المأكولات وغيرها .... قال القاضي : وقاس العلماء على هذا مجامع الصلاة غير المسجد كمصلى العيد والجنائز ونحوها من مجامع العبادات ، وكذا مجامع العلم والذكر والولائم ونحوها .=

……………………………………………………………………………………

……………………………………………………………………………………

……………………………………………………………………………………

……………………………………………………………………………………

……………………………………………………………………………………

……………………………………………………………………………………

……………………………………………………………………………………

……………………………………………………………………………………

……………………………………………………………………………………

……………………………………………………………………………………

……………………………………………………………………………………

……………………………………………………………………………………

……………………………………………………………………………………

……………………………………………………………………………………

……………………………………………………………………………………

=(۲۰۹/۱ ، ط: قديمي ، و:۳۶۷/۳ ، ط: بيروت)

ما في " رد المحتار " : قال ابن عابدين الشامي رحمه الله تعالى : قوله : (وأكل نحو ثوم أي كبصل ونحوه ما له رائحة كريهة للحديث الصحيح عن قربان آكل الثوم والبصل ، المسجد) قال الإمام العيني في شرحه على صحيح البخاري : قلت : " علة النهي أذى الملائكة وأذى المسلمين ، ولا يختص بمسجد عليه الصلاة والسلام ، بل الكل سواء " .

(۴۳۵/۲ ، الصلاة ، باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها ، مطلب في الغرس في المسجد)

(۳) ما في " رد المحتار " : ويلحق بما نص عليه في الحديث كل ما له رائحة كريهة ، مأكولا أو غيره ، وإنما خص الثوم هنا بالذكر وفي غيره أيضًا بالبصل والكراث لكثرة أكلهم لها . (۵۳۵/۲ ، كتاب الصلاة ، باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها ، مطلب في الغرس في المسجد ، ط : زكريا وبيروت) (فتاویٰ بنوریہ، رقم الفتویٰ:۳۵۳۵۴)

کتاب الطب والرُّقی

طب اور جھاڑ پھونک کے احکام ومسائل

غیر حیوانی اَجزا کا استعمال

مسئلہ (۲۳۰): کسی انسان کا کوئی عضو ناکارہ ہو چکا ہو، اور اس عضو کے عمل کو آئندہ جاری رکھنے کے لیے کسی متبادل کی ضرورت ہو، تو اس ضرورت کو پورا کرنے کے لیے:

الف: غیر حیوانی اجزا کا استعمال۔

ب: ایسے جانوروں کے اعضاء کا استعمال جن کا کھانا شرعاً جائز ہے، اور جو بطریقۂ شرعی ذبح کیے گئے ہوں۔

ج: جان کی ہلاکت یا عضو کے ضائع ہونے کا قوی خطرہ ہو، اور اس مطلوبہ عضو کا بدل صرف ایسے جانوروں میں ہی مل سکتا ہے، جن کا کھانا حرام ہے، یا حلال تو ہے لیکن بطریقِ شرعی ذبح نہیں کیے گئے ہیں، تو ایسی صورت میں ان غیر ماکول اللحم، یا ماکول اللحم مگر غیرِ مذبوح بطریقِ شرعی جانوروں کے اعضا کا استعمال جائز ہے [1]، اور اگر جان یا عضو کی ہلاکت کا شدید خطرہ نہ ہو، تو خنزیر کے اجزا کا استعمال جائز نہیں۔[2]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿فمن اضطرّ في مخمصة غير متجانف لإثم ، فإن الله غفور رحيم﴾ . (سورة المائدة :۳)=

انسانی اعضا کا استعمال

مسئلہ(۲۳۱): کسی انسان کے جسم کا ایک حصہ اسی انسان کے جسم میں بوقتِ حاجت استعمال کیا جانا ، جائز ہے(۱)،البتہ اعضائے انسانی کا فروخت کرنا حرام ہے۔(۲)

=ما في " الأشباه والنظائر لإبن نجيم " : " الضرورات تبيح المحظورات " .

(۱/۳۰۷ ، قواعد الفقه :ص/۸۹ ، قاعدة :۱۷۰)

(۲) ما في " القرآن الكريم " : ﴿إنما حرّم عليكم الميتة والدّم ولحم الخنزير ومآ اهل به لغير اللّه ، فمن اضطرّ غير با غ ولا عاد فلآ إثم عليه إن اللّه غفور رحيم﴾ .

(سورة البقرة :۱۷۳)

ما في " أحكام الجراحة الطبية " : ان نقل الأعضاء لا يخلو إما أن يكون من إنسان أو حيوان إلى إنسان ..... وأما إن كان النقل من حيوان فلا يخلو ذلک الحيوان المنقول منه العضو من حالتين ؛ الأولى : أن يكون طاهراً ، وحكم النقل الجواز ، الثانية : أن يكون نجسا ، وحكم النقل التحريم إلا عند الضرورة واللّه تعالى أعلم . (ص/۴۰۲ ، ۴۰۳ ، المطلب الثاني حكم النقل العضو من حيوان إلى الإنسان) (نئے مسائل اور فقہ اکیڈمی کے فیصلے:ص/۱۹۷، اعضاء کی پیوندکاری، دوسرا فقہی سمینار [دہلی] بتاریخ:۸-۱۱/ جمادی الاولیٰ ۱۴۱۰ھ مطابق ۸-۱۱/ دسمبر ۱۹۸۹ء، تجویز نمبر:۱) (محقق ومدلل جدید مسائل:۲/۲۹۷،مسئلہ نمبر:۶۳۷،خنزیر کی کھال سے جلد کی پیوندکاری)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " :﴿فمن اضطرّ في مخمصة غير متجانف لإثم ، فإن اللّه غفور رحيم﴾ . (سورة المائدة :۳)

ما في " الأشباه والنظائر لإبن نجيم " : " الضرورات تبيح المحظورات " .

(۱/۳۰۷ ، قواعد الفقه :ص/۸۹ ، قاعدة :۱۷۰)

(۲) ما في " القرآن الكريم " : ﴿ولقد كرّمنا بنيٓ ادم﴾ . (سورة بني اسرائيل :۷۰)=

....

....

....

....

....

....

....

....

=ما في " شرح كتاب السير الكبير " : والآدمي محترم بعد موته على ما كان عليه فى حياته فكما يحرم التداوي بشيء من الآدمي الحي إكراماً له فكذلک لا يجوز التداوى بعظم الميت ، قال رسول الله ﷺ : " كسر عظم الميت ككسر عظم الحي " . (۱/۹۲)

ما في " البحر الرائق " : (وشعر الإنسان والإنتفاع به) أى لم يجز بيعه والإنتفاع به لأن الآدمى مكرم غير مبتذل فلا يجوز أن يكون شيء من أجزائه مهاناً مبتذلاً ..... وصرح فى فتح القدير بأن الآدمي مكرم وإن كان كافراً . (۱۳۳/٦ ، كتاب البيع ، باب البيع الفاسد)

ما في " الهداية " : ولا يجوز بيع شعور الإنسان ولا الانتفاع به لأن الآدمي مكرم لا مبتذل فلا يجوز أن يكون شيء من أجزائه مهاناً مبتذلاً . (۳۹/۳)

ما في " بدائع الصنائع " : وأما عظم الآدمي وشعره فلا يجوز بيعه لا لنجاسة لأنه طاهر في الصحيح من الرواية لكن احتراماً له والابتذال بالبيع يشعر بالإهانة .

(۳۳۳/۴ ، كتاب البيوع)

ما في " رد المحتار " : والآدمي مكرم شرعاً وإن كان كافراً فإيراد العقد عليه وابتذاله به والحاقه بالجمادات إذلال له .... إلا أن يجاب بأن المراد تكريم صورته وخلقته ، ولذا لم يجز كسر عظام ميت كافر ، وليس ذلک محل الاسترقاق والبيع والشراء .

(۱۷۹/۷ ، كتاب البيوع ، مطلب الآدمي مكرم شرعاً ولو كافراً)

(نئے مسائل اور فقہ اکیڈمی کے فیصلے :ص/ ۱۹۷، اعضاء کی پیوندکاری، دوسرا فقہی سمینار [دہلی] بتاریخ: ۸-۱۱/ جمادی الاولیٰ ۱۴۱۰ھ مطابق ۸-۱۱/ دسمبر ۱۹۸۹ء، تجویز نمبر: ۲،۳)

انسانی اعضا کی پیوند کاری

مسئلہ (۲۳۲): اگر کوئی مریض ایسی حالت میں پہنچ جائے کہ اس کا کوئی عضو اس طرح بے کار ہوکر رہ گیا ہے کہ اگر اس عضو کی جگہ کسی دوسرے انسان کا عضو اُس کے جسم میں پیوند نہ کیا جائے، تو قوی خطرہ ہے کہ اس کی جان چلی جائے گی، اور سوائے انسانی عضو کے کوئی دوسرا متبادل اس کمی کو پورا نہیں کرسکتا، اور ماہر قابلِ اعتماد اطباء کو یقین ہے کہ سوائے عضو انسانی کی پیوند کاری کے کوئی راستہ اس کی جان بچانے کا نہیں ہے، اور عضو انسانی کی پیوند کاری کی صورت میں ماہر اطباء کو ظنِ غالب ہے کہ اس کی جان بچ جائے گی، اور متبادل عضو انسانی اس مریض کے لیے فراہم ہے، تو ایسی ضرورت، مجبوری اور بے کسی کے عالَم میں عضو انسانی کی پیوند کاری کرا کر اپنی جان بچانے کی تدبیر کرنا مریض کے لیے مباح ہوگا۔[1]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿فمن اضطرّ في مخمصة غير متجانف لإثم ، فإن الله غفور رحيم﴾ . (سورة المائدة :۳)

ما في " قواعد الفقه " : الضرورات تبيح المحظورات . (ص/ ۸۹ ، القاعدة : ۱۷۰)

ما في " الأشباه والنظائر لإبن نجيم " : الحاجة تنزل منزلة الضرورة ، عامة كانت أو خاصة. (۱/ ۳۲٦ ، القاعدة الخامسة) (نئے مسائل اور فقہ اکیڈمی کے فیصلے:ص/ ۱۹۷، ۱۹۸، اعضاء کی پیوندکاری، دوسرا فقہی سمینار [دہلی] بتاریخ: ۸-۱۱/ جمادی الاولیٰ ۱۴۱۰ھ مطابق ۸-۱۱/ دسمبر ۱۹۸۹ء، تجویز نمبر: ۴)

(محقق ومدلل جدید مسائل: ۲/ ۱۱۷، مسئلہ نمبر: ٦۱۵)

اپنا گُردہ دوسرے کو دینا

مسئلہ (۲۳۳): اگر کوئی تندرست شخص ماہر اطباء کی رائے کی روشنی میں اس نتیجے پر پہنچتا ہے کہ اگر اس کے دو گُردوں میں سے ایک گُردہ نکال لیا جائے، تو بظاہر اس کی صحت پر کوئی اثر نہیں پڑے گا، اور وہ اپنے رشتہ دار مریض کو اس حال میں دیکھتا ہے کہ اس کا خراب گُردہ اگر نہیں بدلا گیا، تو بظاہرِ حال اس کی موت یقینی ہے، اور اس کا کوئی متبادل موجود نہیں ہے، تو ایسی حالت میں اس کے لیے جائز ہوگا کہ وہ بلا قیمت اپنا ایک گُردہ اس مریض کو دے کر اس کی جان بچالے۔[1]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿فمن اضطرّ في مخمصة غير متجانف لإثم ، فإن اللّٰه غفور رحيم﴾ . (سورة المائدة :۳)

ما في " قواعد الفقه " : الضرورات تبيح المحظورات . (ص/ ۸۹ ، القاعدة : ۱۷۰)

ما في " الأشباه والنظائر لإبن نجيم " : الحاجة تنزل منزلة الضرورة ، عامة كانت أو خاصة. (۱/ ۳۲۶ ، القاعدة الخامسة)

(نئے مسائل اور فقہ اکیڈمی کے فیصلے: ص/ ۱۹۸، اعضاء کی پیوند کاری، دوسرا فقہی سمینار [دہلی] بتاریخ: ۸-۱۱/ جمادی الاولیٰ ۱۴۱۰ھ مطابق ۸-۱۱/ دسمبر ۱۹۸۹ء، تجویز نمبر: ۵)

مرنے کے بعد اعضا دوسرے کو دینے کی وصیت

مسئلہ (۲۳۴): کسی انسان کا یہ کہنا یا لکھ دینا کہ میرے مرنے کے بعد، میرے اعضاء مثلاً: دل، گردہ، اور آنکھ وغیرہ کسی ضرورت مند شخص کے جسم میں پیوندکاری کے لیے استعمال کیے جائیں، جسے عرفِ عام میں وصیت کہا جاتا ہے، شرعاً اس کا کوئی اعتبار نہیں ہے، کیوں کہ وصیت کا تعلق اپنی مملوک اشیاء سے ہوتا ہے، اور انسان اپنے جسم کا مالک نہیں ہے، لہٰذا ایسی وصیت وخواہش شرعاً قابلِ اعتبار نہیں ہے، اور نہ اس پر عمل کرنا درست ہے۔ (۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الفتاوى الهندية " : ومنها أن يكون مالاً متقوماً فلا تجوز هبة ما ليس بمال أصلاً ...... ومنها أن يكون مملوكاً للواهب فلا تجوز هبة مال الغير بغير إذنه . (۴/۳۷۴)

ما في " بدائع الصنائع " : ومنها أن يكون مالا أو متعلقاً بالمال لأن الوصية إيجاب الملك أو إيجاب ما يتعلق بالملك من البيع والهبة والصدقة والاعتاق ومحل الملك هو المال فلا تصح الوصية بالميتة والدم لأنهما ليسا بمال في حق أحد . (۶/۴۵۷ ، كتاب الوصايا)

(۲) ما في " شرح كتاب السير الكبير " : الآدمي محترم بعد موته على ما كان عليه في حياته فكما يحرم التداوي بشيء من الآدمي الحي إكراماً له فكذلك لا يجوز التداوي بعظم الميت ، قال رسول الله ﷺ : " كسر عظم الميت ككسر عظم الحيّ " .

(۱/۹۲ ، باب دواء الجراحة)

(کتاب الفتاویٰ: ۶/۲۱۴، نئے مسائل اور فقہ اکیڈمی کے فیصلے: ص/ ۱۹۸، اعضاء کی پیوندکاری، تجویز نمبر: ۶)

(محقق ومدلل جدید مسائل: ۲/ ۶۱۱، مسئلہ نمبر: ۵۲۵)

(فتاویٰ بینات: ۴/ ۳۵۱-۳۵۴)

اسٹیم سیل خلیہ (Stem Cell) سے علاج

مسئلہ (۲۳۵): اسٹیم سیل خلیہ (Stem Cell) جو کہ عورت کے بچہ دانی سے بچہ کی ناف تک جڑی نالی میں پایا جاتا ہے، جسے بچہ کے پیدا ہوتے ہی کاٹ کر پھینک دیا جاتا ہے، اسی اسٹیم خلیہ سے آج بہت سے علاج کیے جا رہے ہیں، مثلاً: بالوں کے جھڑ جانے کو روکنا، گرے ہوئے دانتوں کو قدرتی طور پر پھر سے اُگانا، ہارٹ (دل) کی مری ہوئی رگوں کو پھر سے تندرست کرنا، ہڈیوں کے جوڑوں کو صحت یاب کرنا، جلی ہوئی جلد کو پھر سے اُگانا، ناقص ہوئے گردوں کو پھر سے کام کرنے والا بنانا وغیرہ۔ اس سلسلے میں شرعی نقطۂ نظر یہ ہے کہ؛ انسان اشرف المخلوقات ہے، اور اس کے جسم کے تمام اعضا قابلِ احترام ہیں، اور اجزائے انسانی کو دواؤں میں استعمال کرنا تکریمِ انسانی کے منافی اور اُس کی توہین ہے، اگر کوئی جز ناکارہ ہے، تو احترام کا تقاضا یہ ہے کہ اُسے دفن کر دیا جائے، لہٰذا اسٹیم سیل خلیہ یعنی ناف کی نالی کو دواؤں میں استعمال کرنا شرعاً درست نہیں ہے [1]، ہاں! اگر کوئی شخص بہت پریشانی اور حالتِ اضطرار میں ہو، اور مارکیٹ میں ''اسٹیم سیل'' سے تیار شدہ دواؤں کے علاوہ کوئی اور دوا بطورِ متبادل موجود نہ ہو، تو اس صورت میں ایسی دواؤں سے علاج کرنے کی گنجائش ہے۔ [2]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في '' القرآن الكريم '' : ﴿ولقد كرّمنا بنيٓ اٰدم﴾ . (سورة بني اسرائيل : ۷۰)

ما في '' شرح كتاب السير الكبير '' : والآدمي محترم بعد موته على ما كان عليه في =

....

=حياته فكما يحرم التداوي بشيء من الآدمي الحي إكراماً له فكذلک لا يجوز التداوى بعظم الميت ، قال رسول الله ﷺ : " كسر عظم الميت ككسر عظم الحي " . (۱/۹۲)

ما في " البحر الرائق " : (وشعر الإنسان والإنتفاع به) أى لم يجز بيعه والإنتفاع به لأن الآدمي مكرم غير مبتذل فلا يجوز أن يكون شيء من أجزائه مهاناً مبتذلاً ..... وصرح في فتح القدير بأن الآدمي مكرم وإن كان كافراً . (۱۳۳/٦ ، كتاب البيع ، باب البيع الفاسد)

ما في " الهداية " : ولا يجوز بيع شعور الإنسان ولا الانتفاع به لأن الآدمي مكرم لا مبتذل فلا يجوز أن يكون شيء من أجزائه مهاناً مبتذلاً . (۳۹/۳)

ما في " بدائع الصنائع " : وأما عظم الآدمي وشعره فلا يجوز بيعه لا لنجاسة لأنه طاهر في الصحيح من الرواية لكن احتراماً له والابتذال بالبيع يشعر بالإهانة . (۳۳۳/۴ ، كتاب البيوع)

ما في " رد المحتار " : والآدمي مكرم شرعاً وإن كان كافراً فإيراد العقد عليه وابتذاله به والحاقه بالجمادات إذلال له ...... إلا أن يجاب بأن المراد تكريم صورته وخلقته ، ولذا لم يجز كسر عظام ميت كافر ، وليس ذلک محل الاسترقاق والبيع والشراء .

(۱۷۹/۷ ، كتاب البيوع ، مطلب الآدمي مكرم شرعاً ولو كافراً)

(۲) ما في " القرآن الكريم " : ﴿فمن اضطرّ في مخمصة غير متجانف لإثم ، فإن الله غفور رحيم﴾. (سورة المائدة :۳)

ما في " الأشباه والنظائر لإبن نجيم " : " الضرورات تبيح المحظورات " .

(۳۰۷/۱ ، قواعد الفقه :ص/۸۹ ، قاعدة :۱۷۰)

ما في " الفتاوى الهندية " : ولا بأس بأن يسعط الرجل بلبن المرأة ويشربه للدواء ، وفي شرب لبن المرأة للبالغ من غير ضرورة .... يجوز للعليل شرب الدم والبول وأكل الميتة للتداوي إذا أخبره طبيب مسلم أن شفاء ه فيه ولم يجد من المباح ما يقوم مقامه ، وإن قال الطبيب يتعجل شفائک . (۳۵۵/۵ ، كتاب الكراهية ، الباب الثامن عشر في التداوي والمعالجات ، حاشية الحموي على الأشباه والنظائر : ۳۰۷/۱) (چند اہم عصری مسائل:۳۳۵/۲، ۳۳٦، اسٹیم سیل خلیہ سے دوا تیار کرنے کا حکم، طب اور سائنس سے متعلق مسائل، فتاویٰ رحیمیہ : ۴٦۳/۵، ۴٦۴، کتاب الحظر والاباحۃ، تداوی ومعالجات، پلاسٹک سرجری کا حکم، نومولود بچہ کی جھلی سے آگ والے کا علاج کرنا، ط: مکتبہ الاحسان دیوبند، و:۱۷۷/۱۰، ط: دارالاشاعت کراچی، فتاویٰ اشاعت العلوم اکل کوا: فتویٰ نمبر:۱۸۸۔ رج:۲)

ایل سیسٹائن دوا کا حکم

مسئلہ (۲۳۶): ایل سیسٹائن ایک امینو ایسڈ (چربیلے نامیاتی مرکبات) ہے، جو کیمیکل فارمولہ HO2CCH CH2SH(NH2) سے بنایا جاتا ہے، یہ بہت سے پروٹین میں اہم ساختی کردار ادا کرتا ہے، جب کہ یہ کھانے میں اضافی شئے کے طور پر استعمال ہوتا ہے، اور یہ سور کے گوشت، چکن، بطخ، انڈا، دودھ اور پنیر، یا سرخ مرچ، لہسن اور پیاز وغیرہ سے تیار کیا جاتا ہے۔ اس کے استعمال کے سلسلے میں شرعی نقطۂ نظر یہ ہے کہ حلال جانوروں کے انڈے، دودھ، پنیر، ہر قسم کے نباتات سے تیار شدہ ''ایل سیسٹائن'' پر مشتمل اشیاء خوردنی اور دواؤں کو کھانے پینے میں شرعاً کوئی حرج نہیں [۱]، یہی حکم چکن، بطخ یا اس جیسے دیگر حلال جانوروں سے تیار شدہ ''ایل سیسٹائن'' پر مشتمل اشیاء کا ہے، بشرطیکہ ذبحِ شرعی کے بعد ان سے مادّہ لیا گیا ہو [۲]، خنزیر یا اس جیسے دیگر حرام جانوروں یا غیر مذبوحہ حلال جانوروں سے تیار شدہ ''ایل سیسٹائن'' پر مشتمل اشیائے خوردنی کا استعمال قطعاً جائز نہیں [۳]۔ جہاں تک دواؤں کی بات ہے تو اگر مریض کو اس کی سخت ضرورت ہو، اور کوئی حلال متبادل موجود نہ ہو، تو اسے استعمال کرنے کی گنجائش ہوگی، ورنہ نہیں۔ [۴] ہاں! اگر تحقیق سے یہ بات ثابت ہوجائے کہ ''ایل سیسٹائن'' بننے کے بعد تبدیلیٔ ماہیت کا تحقق ہوجاتا ہے، اصل چیز کے خواص وآثار تیار شدہ چیز میں باقی نہیں رہتے، تو پھر علی الاطلاق استعمال کرنے کی گنجائش ہوجائے گی۔ [۵]

....

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الفتاوى الهندية " : البيضة إذا خرجت من دجاجة ميتة أكلت . (۵/ ۳۳۹)

ما في " رد المحتار " : لبن المأكول حلال . (۱۰/ ۳۸ ، كتاب الأشربة)

ما في " الدر المختار مع الشامية " : وكذا (الطاهر) كل ما لا تحله الحياة حتى الأنفحة واللبن على الراجح . (۱/ ۳٦۰)

(۲) ما في " بدائع الصنائع " : وأما بيان شرط حل الأكل في الحيوان المأكول فشرط حل الأكل في الحيوان المأكول البري هو الزكاة فلا يحل أكله بدونها .

(۴/ ۱۵۵ ، كتاب الذبائح)

(۳) ما في " رد المحتار " : لأنه (الخنزير) نجس العين بمعنى أن ذاته بجميع أجزائه نجسة حيا وميتا . (۱/ ۳۵۷ ، مطلب في أحكام الدباغة)

(۴) ما في " الفتاوى الهندية " : ولا بأس بأن يسعط الرجل بلبن المرأة ويشربه للدواء ، وفي شرب لبن المرأة للبالغ من غير ضرورة .... يجوز للعليل شرب الدم والبول وأكل الميتة للتداوي إذا أخبره طبيب مسلم أن شفاءه فيه ولم يجد من المباح ما يقوم مقامه، وإن قال الطبيب يتعجل شفاءک . (۵/ ۳۵۵ ، كتاب الكراهية ، الباب الثامن عشر في التداوي والمعالجات ، حاشية الحموي على الأشباه والنظائر : ۱/ ۳۰۷)

ما في " الدر المختار مع الشامية " : اختلف في التداوي بالمحرم ، ففي النهاية عن الذخيرة : يجوز إن علم فيه شفاء ولم يعلم دواء آخر . (۱/ ۳٦۵)

(۵) ما في " حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح " : قال : والاستحالة تطهر الأعيان النجسة كالميتة إذا صارت ملحا والعذرة ترابا . الخ . (ص/ ۱۲۱ ، ط: دار الكتاب ديوبند)

ما في " الدر المختار مع الشامية " : ويطهر زيت تنجس بجعله صابونا به يفتى للبلوى .... ثم العلة عند محمد هي التغير وانقلاب الحقيقة ، وأنه يفتى به للبلوى كما علم مما مر ، ومقتضاه عدم اختصاص ذلک الحكم بالصابون . الخ . (۱/ ۵۱۹) (چند اہم عصری مسائل:۲/ ۳۲۱،۳۲۲،۳۲۳، ایل سیسٹائن (ایک خاص) دوا کا حکم، طب اور سائنس سے متعلق مسائل)

بطورِ علاج کان میں بالیاں

مسئلہ (۲۳۷): بعض لوگ کسی خاص قسم کی بیماری کی وجہ سے اپنے کانوں میں سوراخ کرواتے ہیں، اور اس میں تارڈ لواتے ہیں، تا کہ مرض دور ہوجائے، پھر عورتوں کی طرح بالیاں پہن لیتے ہیں، تو اگر واقعی کان میں سوراخ کرنے کی وجہ سے مذکورہ مرض دور ہوجاتا ہے، اور اس مرض کے لیے کوئی دوسرا علاج بھی کامیاب نہیں ہے، تو ایسی صورت میں بدرجہ مجبوری سوراخ کرنے کی گنجائش ہے، مگر اس میں عورتوں کی طرح تار یا بالی وغیرہ پہننا ہرگز جائز نہ ہوگا۔ (۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " صحيح البخاري " : عن ابن عباس : " أن النبي ﷺ صلى يوم العيد ركعتين ، لم يصلّ قبلها ولا بعدها ، ثم أتى النساء ومعه بلال ، فأمرهنّ بالصدقة ، فجعلت المرأة تلقي قرطها ". (۸۷۴/۲ ، كتاب اللباس ، باب القرط للنساء)

ما في " فتح الباري " : (فجعلت المرأة تلقى قرطها) ...... واستدل به على جواز ثقب أذن المرأة ، لتجعل فيها القرط وغيره ، مما يجوز لهنّ التزيّن به . (۴۰۸/۱۰)

ما في " رد المحتار " : ثقب الأذن لتعليق القرط وهو من زينة النساء ، فلا يحل للذكور .

(۶۰۲/۹ ، كتاب الحظر والإباحة ، باب الاستبراء وغيره ، و : ۴۲۰/۶ ، ط : سعيد كراچی ، نفع المفتي والسائل المعروف بـ " مجموعة المسائل " :ص/۴۱۰)

(فتاویٰ محمودیہ:۳۷۱/۱۹، ط: کراچی، فتاویٰ قاسمیہ:۲۲۷/۲۳، ۲۲۸، عذر کی بنا پر کان میں سوراخ کرانا)

(محقق ومدلل جدید مسائل:۶۶۷/۲، کان چھدوانا، مسئلہ نمبر:۵۷۲، کتاب اللباس والزینۃ)

بلڈ پریشر کنٹرول کے لیے چین پہننا

مسئلہ (۲۳۸): بلڈ پریشر (B.P) کنٹرول (قابو) میں کرنے کے لیے، یا کسی اور بیماری کے علاج کے لیے ہاتھ میں، سونے چاندی کے علاوہ دیگر دھات کی چین کا استعمال درست ہے۔ (۱)

چہرے کے دانوں کے علاج کے لیے تانبہ کا چھلہ

مسئلہ (۲۳۹): بعض لوگوں کا یہ خیال ہے کہ تانبے کا چھلہ پہننے سے چہرے پر دانے نہیں ہوتے، اُن کا یہ خیال غلط ہے، صحیح بات یہ ہے کہ شرعاً اس کی کوئی اصل نہیں ہے، ہاں! اگر واقعی کسی حکیم یا طبیب نے بطورِ علاج چہرے کے دانوں کو ختم کرنے کے لیے تانبہ کا چھلہ پہننے کو کہا ہو، اور تجربہ سے اس کا فائدہ ظاہر ہو چکا ہو، تو ایسی صورت میں بطورِ علاج تانبہ کا چھلہ پہننے کی گنجائش ہے۔ (۲)

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما في " رد المحتار " : بقي الكلام في بند الساعة الذي تربط به ويعلقه الرجل بزر ثوبه ، والظاهر أنه كبند السبحة الذي تربط به . تأمل . (۹/ ۵۱۰ ، كتاب الحظر والإباحة ، ط : زكريا ، و: ۶/ ۳۵۴ ، ط : سعيد كراچي) (فتاویٰ قاسمیہ:۲۳/ ۲۲۸، بلڈ پریشر کنٹرول کرنے کے لیے ہاتھ میں چین پہننا) (کتاب الفتاویٰ:۶/ ۲۱۱، مقناطیسی ہار)

(۲) ما في " رد المحتار " : بقي الكلام في بند الساعة الذي تربط به ويعلقه الرجل بزر ثوبه ، والظاهر أنه كبند السبحة الذي تربط به . تأمل .

(۹/ ۵۱۰ ، كتاب الحظر والإباحة ، ط : زكريا ، و: ۶/ ۳۵۴ ، ط : سعيد كراچي)

(فتاویٰ قاسمیہ:۲۳/ ۲۲۹، چہرے پر دانوں کے علاج کے لیے تانبے کا چھلہ پہننا)

آپریشن کے ذریعے جنس کی تبدیلی

مسئلہ (۲۴۰): بعض لوگ آپریشن کے ذریعے اپنی جنس تبدیل کرواتے ہیں، یعنی مرد؛ عورتیں، اور عورتیں؛ مرد بن جاتی ہیں، جب کہ جنس تبدیل کرنا، ناجائز اور ملعون عمل ہے، یہ اللہ تعالیٰ کی خلقت و بناوٹ کو بدلنا، فطرت سے بغاوت کرنا، مذموم وشیطانی حرکت کا ارتکاب کرنا، اور تخلیقِ الٰہی کو چیلنج کرنا ہے، شریعتِ اسلامیہ میں اس کی اجازت نہیں، قرآنِ کریم میں ہے: ﴿فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِيْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا لا تَبْدِيْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ﴾[1]. ''اللہ کی فطرت پر قائم رہو، جس پر اللہ نے لوگوں کو پیدا کیا ہے، اس کی خلقت میں کوئی تبدیلی نہیں''، اور حدیث پاک میں ہے کہ اللہ پاک نے خلقت میں تبدیلی کرنے والی عورتوں پر لعنت فرمائی ہے[2]، نیز جب خوبصورتی کے لیے یا کم عمر دکھانے کے لیے پلاسٹک سرجری کروانا[3]، اور عورتوں کا مردوں کے ساتھ، یا مردوں کا عورتوں کے ساتھ مشابہت اختیار کرنا، ناجائز وممنوع ہے[4]، تو جنس کو تبدیل کرنا، بدرجۂ اولیٰ ناجائز اور حرام ہوگا؛ لہٰذا مسلمان مردوں اور عورتوں کو اس ملعون وشیطانی عمل سے بچنا چاہیے۔

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما في '' القرآن الكريم '' : ﴿فطرة اللّٰه التي فطر الناس عليها لا تبديل لخلق اللّٰه﴾ . (سورة الروم : ۳۰) وقوله تعالى : ﴿ولآمرنهم فليبتكن آذان الأنعام ولآمرنهم فليغيرن=

....

= خلق الله﴾ . (سورة النساء : ۱۱۹)

(۲) ما في " صحيح مسلم " : لما جاء في الحديث : عن عبد الله بن مسعود قال : " لعن الله الواشمات والمستوشمات ، والنامصات والمتنمصات ، والمتفلجات للحسن ، المغيرات خلق الله " . الحديث . (۲۰۵/۲ ، كتاب اللباس والزينة ، باب تحريم فعل الواصلة والمستوصلة ، رقم : ۵۵۳۸ ، باب : ۱۲)

(۳) ما في " أحكام تجميل النساء " : وقد رأى العلماء المعاصرون تحريمها ومنعها لدلالة النقل والعقل على منعها . فأما النقل : فبقول الله عز وجل : ﴿ ولآمرنهم فليغيرن خلق الله﴾ . [النساء : ۱۱۹] . ووجه الدلالة من الآية : أنها من سياق الذم وبيان المحرمات التي يسول الشيطان للإنسان بفعلها ، ومن هذه المحرمات تغيير خلق الله وهذه الجراحات تشتمل على تغيير خلق الله والبعث فيها حسب الهوى والرغبة ، فتكون العملية والحال هذه مذمومة شرعًا ، ومن جنس المحرمات التي يسول بها الشيطان للإنسان . ومن السنة يقول النبي ﷺ : " والمتفلجات للحسن المغيرات خلق الله " . [صحيح مسلم : ۲۰۵/۲] . ووجه الدلالة : أنه ﷺ جمع بين تغيير الخلقة وطلب الحسن وكلا هذين المعنيين موجودان في الجراحة التحسينية ، فإنها تغيير للخلقة من أجل بل والزيادة فيه ، فهي على هذا داخلة في الوعيد ، ولا يجوز أن تفعل . (ص/۳۷۸)

(۴) ما في " صحيح البخاري " : عن ابن عباس قال : " لعن النبي ﷺ المتشبهين من الرجال بالنساء والمتشبهات من النساء بالرجال " .

(۸۷۴/۲ ، قديمي ، مشكوة المصابيح : ص/۳۸۵ ، قديمي)

ما في " الدر المختار مع الشامية " : وفيه : قطعت شعر رأسها أثمن ولعنت .... والمعنى المؤثر تشبه بالرجال اهـ . (درمختار) . وفي الشامية : أي العلة المؤثرة في إثمها التشبه بالرجال ، فإنه لا يجوز كالتشبه بالنساء .

(۵۸۳/۹ ، ۵۸۴ ، كتاب الحظر والإباحة ، فصل في البيع)

(محقق ومدلل جدید مسائل: ۵۷۲/۱، مسئلہ نمبر: ۴۲۳، ۴۲۴، طبع دوم)

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند، رقم الفتویٰ: ۱۴۹۹۱۷)

نظر بد کا علاج

مسئلہ (۲۴۱): نظر بد سے حفاظت اور علاج کی غرض سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت سی دعائیں بتائی ہیں، جن میں سے ایک یہ ہے: "أَعُوْذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّآمَّاتِ مِنْ كُلِّ شَيْطٰنٍ وَهَآمَّةٍ ، وَمِنْ كُلِّ عَيْنٍ لآمَّةٍ"(۱) اور دوسری ہے:" بِسْمِ اللّٰهِ الَّذِيْ لا يَضُرُّ مَعَ اسْمِهٖ شَيْءٌ فِي الأَرْضِ وَلا فِيْ السَّمَآءِ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ "(۲). اور سورۂ قلم کی آخری آیت:﴿وَاِنْ يَّكَادُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَيُزْلِقُوْنَكَ بِأَبْصَارِهِمْ لَمَّا سَمِعُوْا الذِّكْرَ وَيَقُوْلُوْنَ اِنَّهٗ لَمَجْنُوْنٌ O وَمَا هُوَ إِلا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَO﴾(۳) پڑھ کر اپنے اوپر دم کرنا چاہیے، اور کسی دوسرے سے بھی دم کروایا جاسکتا ہے۔ نیز ان کلمات کو لکھ کر نظر بد کے شکار بچے، یا کسی بھی شخص کے گلے میں ڈال سکتے ہیں۔(۴)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " جامع الترمذي " : عن ابن عباس قال : كان رسول الله ﷺ يُعوِّذ الحسن والحسين يقول : " أعيذُكما بكلمات الله التامة ، من كل شيطان وهامة ، ومن كل عين لامة" ويقول : هكذا كان إبراهيم يعوذ إسحاق وإسماعيل . (۲۶/۲ ، أبواب الطب ، باب ما جاء في الرقية من العين ، تحفة الألمعي :۵/۴۰۰ ، رقم : ۲۰۶۱)

(۲) ما في " سنن أبي داود " : حدثنا عبد الله بن مسلمة حدثنا أبو مودود عمن سمع أبان بن عثمان يقول : سمعت عثمان – يعني ابن عفان – يقول : سمعت رسول الله – ﷺ – يقول : " من قال بسم الله الذي لا يضر مع اسمه شيء في الأرض ولا في السماء وهو السميع العليم ، ثلاث مرات ، لم تصبه فجأة بلاء ، حتى يصبح ، ومن قالها حين يصبح=

....

....

....

....

....

....

....

....

....

....

....

= ثلاث مرات ، لم تصبه فجأة بلاء حتى يمسي " . (۴۸۴/۴ ، كتاب الأدب ، باب ما يقول إذا أصبح ، رقم : ۵۰۹۰ ، ط : دار الكتاب العربي بيروت ، جامع الترمذي : ۴۶۵/۵ ، باب الدعاء إذا أصبح وإذا أمسى ، رقم :۳۳۸۸ ، ط : دار احياء التراث العربي بيروت ، سنن ابن ماجة : ۳۵/۵ ، كتاب الدعاء ، رقم : ۳۸۶۹ ، ط : مكتبة أبي المعاطي ، مسند أحمد بن حنبل : ۶۲/۱ ، رقم : ۴۴۶ ، ۴۷۴ ، ۵۲۸ ، ط : مؤسسة قرطبة قاهرة)

(۳) (سورة القلم : ۵۱ ، ۵۲)

ما في " روح البيان " المعروف بـ " تفسير حقي " : قال الحسن البصري قدس سره دواء الإصابة بالعين أن تقرأ هذه الآية . ... وفي الأسرار المحمدية : قيل إن في هذه الآية خاصية لدفع العين تعليقا وغسلا وشربا . انتهى . وفي الحديث " العين حق " . ... وكان رسول الله ﷺ يعوذ الحسن والحسين فيقول : أعوذ بكلمات الله التامة من كل شيطان وهامة ومن كل عين لامة ، ويقول : هكذا كان يعوذ إبراهيم اسماعيل واسحاق عليهم السلام . (ص/۵۶۶ ، سورة القلم : الآية/ ۵۱ ، ۵۲)

(۴) (عملیات وتعویذات کے شرعی احکام:ص/۱۷۵،۱۷۶،بحوالہ بہشتی زیور)

(فتاویٰ بنوریہ، رقم الفتویٰ:۱۸۶۹۹)

”حجامہ“ ایک مسنون علاج

مسئلہ (۲۴۲): حجامہ؛ یعنی پچھنا لگوانا/ فاسد خون نکلوانا[☆]، ایک قدیم علاج ہے، جو گرم اور سرد؛ دونوں علاقوں میں مفید ہے۔ صحیح بخاری کی کتاب الطب میں، حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے یہ روایت منقول ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”شفا تین چیزوں میں ہے: حجامہ کے ذریعے کٹ لگوانے میں۔ شہد کے استعمال میں۔ آگ سے داغنے میں۔ تاہم میں اپنی امت کو آگ کے داغنے سے روکتا ہوں۔“[۱] ایک دوسری حدیث میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”سب سے بہترین دوا، جس سے تم علاج کرو، وہ حجامہ لگوانا ہے، اور قُسط البحری (سمندری جڑی بوٹی) سے علاج کرنا ہے۔“[۲] حضرت ابو کبشہ اَنماری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سرِ مبارک اور دونوں کندھوں کے درمیان حجامہ لگوایا کرتے تھے، اور فرماتے: ”جس شخص نے (حجامہ کے ذریعے) اپنا خون نکلوایا، تو اب اُسے کوئی خدشہ نہیں اس بات سے کہ وہ کسی بیماری کا کوئی علاج نہ کرائے۔“[۳] حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ ”جو چاند کی ۱۷/، (اور ایک روایت کے مطابق ۱۹/، ۲۱/ تاریخ) کو حجامہ لگوائے، تو یہ حجامہ لگوانا ہر بیماری کے لیے شفا ہے۔“[۴] لہٰذا حجامہ ایک مسنون اور طبِ نبوی کا علاج ہے، جس کے

لیے ماہر شخص اور مفید (طاق) ایام کی رعایت ضروری ہے۔ (۵)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " صحيح البخاري " : عن ابن عباس عن النبي ﷺ قال : " الشفاء في ثلاثة : في شرطة محجم أو شربة عسل أو كيّة بنار، وأنهى أمتي عن الكيّ " . (ص/۱۰۳۶، رقم : ۵٦۸۱، كتاب الطب ، باب الشفاء في ثلاث ، باب :۳ ، احياء التراث العربي بيروت)

وفيه أيضًا : عن جابر بن عبد الله رضي الله عنهما قال : سمعت النبي ﷺ يقول : " إن كان في شيء من أدويتكم – أو : يكون في شيء من أدويتكم – خيرٌ ، ففي شرطة محجم أو شربة عسل أو لذعة بنار توافق الداء وما أحب أن اكتوي" . (صحيح البخاري : ص/۱۰۳٦ ، رقم : ۵٦۸۳ ، كتاب الطب ، باب الدواء بالعسل ، باب :۴)

(۲) ما في " صحيح البخاري " : عن أنس قال : قال رسول الله ﷺ : " إن أمثل ما تداويتم به الحجامة ، والقسط البحري " .

(ص/۱۰۳۸ ، رقم : ۵٦۹٦ ، كتاب الطب ، باب الحجامة من الداء ، باب :۱۳)

(۳) ما في " سنن ابن ماجة " : عن أبي كبشة الأنماري – قال كثير إنه حدثه – أن النبي ﷺ كان يحتجم على هامته وبين كتفيه وهو يقول : " من أهراق من هذه الدماء فلا يضره أن لا يتداوي بشيء لشيء " . (سنن ابن ماجه وأبي داود، واللفظ لأبي داود، كلاهما في الطب ، ۳۴۷۴ ، وقال محقق ابن ماجه : اسناد حسن ، سنن أبي داود :۲/۴ ، رقم : ۳۸٦۱ ، كتاب الطب ، باب في موضع الحجامة ، باب :۴ ، ط : دار الكتاب العربي بيروت)

(سنن ابن ماجه :۵۲۸/۴ ، رقم :۳۴۸۴ ، كتاب الطب ، باب موضع الحجامة ، باب : ۲۱، ط : مكتبة أبي المعاطي)

(۴) ما في " المستدرک للحاكم " : عن أبي هريرة قال : قال رسول الله ﷺ : " من احتجم لسبع عشرة من الشهر كان له شفاء من كل داء ". (وقال : صحيح على شرط الشيخين ووافقه الذهبي) ☆هذا حديث صحيح على شرط مسلم ولم يخرجاه . تعليق الذهبي في التلخيص : على شرط مسلم .

(۲۳۳/۴ ، رقم : ۷۴۷۵ ، كتاب الطب ، ط : دار الكتب العلمية بيروت)=

....

=ما في " جامع الترمذي " : عن أنس قال : كان النبي ﷺ يحتجم في الأخدعين والكاهل ، وكان يحتجم لسبع عشرة وتسع عشرة وإحدى وعشرين " .

(۲/۲۵ ، أبواب الطب ، باب ما جاء في الحجامة ، ط : قديمي)

وفيه أيضًا : عن ابن عباس أنه قال : " إن خير ما تحتجمون فيه يوم سبع عشرة ويوم تسع عشرة ويوم إحدى وعشرين" . (۲/۲۵)

(۵) ما في " الموسوعة الفقهية " : التداوي بالحجامة مندوب إليه ، وورد في ذلک عدة أحاديث عن النبي ﷺ منها قوله : " خير ما تداويتم به الحجامة " ، ومنها قوله : " خير الدواء الحجامة " . ومنها ما رواه الشيخان : " إن كان في شيء من أدويتكم خير ففي شرطة محجم ، أو شربة عسل ، أو لذعة بنار توافق الداء ، وما أحب أن أكتوي " .

(۱۴/۱۷ ، حجامة ، الحكم التكليفي)

ما في " الحِجامة علاج بھی سنت بھی " : "بہترین علاج جسے تم کرتے ہو حجامہ ہے۔حجامہ لگانا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اور ایک بہترین علاج بھی ہے۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود حجامہ لگوایا اور دوسروں کو ترغیب دی۔امام بخاری رحمہ اللہ اپنی صحیح میں حجامہ پر پانچ ابواب لائے ہیں۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب معراج پر تشریف لے گئے، تو ملائکہ نے اُن سے عرض کیا کہ اپنی اُمت سے کہیں کہ وہ حجامہ کروائیں۔حجامہ ایک قدیم علاج ہے، جو کہ بہت مفید ہے۔یہ گرم اور سرد دونوں علاقوں میں مفید ہے۔چین کا یہ قومی علاج ہے، اور پورے ملک میں یہ علاج کیا جاتا ہے۔یہ عرب ملکوں کے علاوہ جنوب مشرقی ایشیا کے ملکوں میں بھی رائج ہے۔امریکہ اور یورپ کی یونیورسٹیوں میں ان طلبہ کو جو کہ الٹرنیٹو میڈیسن (Alternative Medicine) پڑھ رہے ہیں، حجامہ پڑھایا اور سکھایا جاتا ہے۔ہر ڈاکٹر (مرد ہو یا عورت) کو چاہیے کہ وہ اس کو سیکھے، اور اس کے ذریعے سے علاج کرے، تاہم تجربہ کار استاد سے سیکھ کر ہی علاج کرے۔از خود تجربہ نہ کرے۔

(مقدمہ:ص/۳،مؤلف:ڈاکٹر امجد احسن علی)

☆......پچھنا لگانا؛خون نکالنا۔فصد۔ (فیروز اللغات:ص/۲۸۰،۲۸۱)

☆......"احتجم" پچھنا لگوانا۔"الحجامۃ" پچھنا لگانے کا پیشہ۔ (مصباح اللغات:ص/۱۳۹)

(فتاویٰ بنوریہ، رقم الفتویٰ:۲۰۲۴۹)

کتاب الأسامي

ناموں کے احکام ومسائل

نومولود کا نام رکھنے کا انوکھا طریقہ

مسئلہ(۲۴۳): بعض دیہاتوں میں ابھی تک ''رسمِ اسمِ نومولود'' اس طرح ہوتی ہے کہ جب بچہ چالیس دن کا ہوجاتا ہے، تو محلّہ وگاؤں کی تمام عورتوں کواس رسم میں دعوتِ شرکت دی جاتی ہے، کھچڑا بنایا جاتا ہے، روٹی اور میٹھا چاول پکاکر ''چھلے'' کے نام سے محلے میں تقسیم کیا جاتا ہے، پان سُپاری کا اہتمام کیا جاتا ہے، جب سب عورتیں جمع ہوجاتی ہیں، تو ڈھول باجے کی محفل جمتی ہے، بچے کو جھولے میں ڈالا جاتا ہے، اور عورتیں ترنم میں اشعار وگانے کہتی ہیں، بعض اشعار میں بچے کی قریبی رشتہ دار عورتوں پر طنز ومزاق بھی کیا جاتا ہے، اس کے بعد بچے کی پھوپھی یا خالہ جھولے میں موجود بچے کو اُٹھا کر اُس کے کان میں، اُس کا نام لے کر پُکارتی ہے، جیسے ہی وہ بچے کا نام لے کر پکارتی ہے، تو وہاں پر موجود منچلی عورتیں بڑی بے رحمی سے، پھوپھی یا خالہ کی پیٹھ میں دَنا دَن مُکّے مارتی ہیں، تھپڑیں رسید کرتی ہیں، شرعاً اس طرح کی رسم بے اصل اور بے بنیاد ہے، مسلمانوں کو چاہیے کہ اس فضول رسم کو ترک کردیں۔ (۱)

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما في '' صحیح البخاري '' : عن عائشة رضي الله عنها قالت : قال رسول الله ﷺ:=

= " من أحدث في أمرنا هذا ما ليس فيه فهو ردٌّ " . (۱/ ۳۷۱ ، كتاب الصلح ، باب إذا اصطلحوا – الخ ، رقم : ۲۶۹۷ ، صحيح مسلم : ۲/ ۷۷ ، كتاب الأقضية ، سنن أبي داود : ص/ ۶۳۵ ، كتاب السنة ، باب في لزوم السنة ، رقم : ۴۶۲۲ ، سنن ابن ماجة :ص/ ۱۳ ، مشكوة المصابيح : ص/ ۲۷ ، باب الاعتصام بالكتاب والسنة ، الفصل الأول)

ما في " بذل المجهود " : سواء كان في العمل أو الاعتقاد فهو مردود .

(۱۳/ ۳۳ ، رقم : ۴۶۲۲)

ما في " رد المحتار " : البدعة ما أحدث على خلاف الحق المتلقى عن رسول الله ﷺ من علم أو عمل أو حال بنوع شبهة واستحسان ، وجعل ديناً قويماً وصراطاً مستقيماً .

(۲/ ۲۵۶ ، مطلب البدعة خمسة أقسام)

ما في " كتاب التعريفات للجرجاني " : البدعة : هي الأمر المحدث الذي لم يكن عليه الصحابة والتابعون ولم يكن مما اقتضاه الدليل الشرعي . (ص/ ۴۷)

کتاب الضمان

ضمان کے احکام ومسائل

کرایہ کے برتن ٹوٹنے پر ضمان

مسئلہ (۲۴۴): بعض لوگ کرایہ پر کھانے کے برتن، پلیٹ وغیرہ دیتے ہیں، اگر کسی کرایہ دار سے پلیٹ ٹوٹ جائے، یا کوئی نقصان وغیرہ ہوجائے، تو کرایہ پر دینے والے ان سے نئی پلیٹ وغیرہ کا پیسہ وصول کرتے ہیں، جب کہ کرایہ پر دی گئی چیز، کرایہ پر لینے والے کے ہاتھ میں امانت ہے، اگر اس کی طرف سے کسی بھی قسم کی تعدّی اور زیادتی کے بغیر ہلاک ہوجائے، تو اس پر اس کا ضمان واجب نہیں، البتہ اگر اس کی تعدّی وزیادتی کے نتیجے میں ہلاک ہوئی، تو ضمان واجب ہوگا، اور اس وقت یعنی جب وہ ہلاک ہوئی اس کی جو قیمت ہوگی وہ وصول کی جائے گی۔ یہ بھی یاد رہے کہ وہ چیز اگر مُستَعمل تھی، تو مُستعمل کی جو قیمت موجودہ نرخ (قیمت) سے ہوگی، وہی وصول کی جاسکتی ہے، جدید (نئی) کی نہیں۔ (۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الموسوعة الفقهية " : لا يتحقق الضمان إلا إذا تحققت هذا الأمور : التعدي ، والضرر ، والإفضاء . أولا : التعدي : التعدي في اللغة التجاوز . وفي الاصطلاح هو : مجاوزة ما ينبغي أن يُقتصر عليه شرعًا أو عرفًا أو عادة . وضابط التعدي هو مخالفة ما حدّه الشرع أو العرف . ومن القواعد المقررة في هذا الموضوع (أن كل ما ورد به الشرع مطلقًا، ولا ضابط له فيه ، ولا في اللغة ، يُرجع فيه إلى العرف) . اهـ . (۲۸/۲۲۲ ، ما يتحقق=

چپل گم ہوجانے پرضمان

مسئلہ(۲۴۵): اگرکوئی شخص بلا اجازت کسی کے چپل پہن کر کہیں جائے، اور وہ چپل گُم کردے، تو چپل کا مالک اس شخص سے اپنے چپل کی قیمت وصول کرسکتا ہے، اگرنئی چپل تھی تو نئی کی قیمت، اور اگر مُستَعمل و پُرانی تھی، تو مُستَعمل و پُرانی کی قیمت وصول کرے۔(۱)

= به الضمان ، ضمان)

(مستفاد:محمود الفتاویٰ:۴/ ۶۶۵، ۶۶۶، کرایہ کے برتن ٹوٹنے پرضمان، کتاب الضمان)

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما في " درر الحکام شرح مجلة الأحکام " : ﴿المادة ۸۹۱﴾ – (کما أنه یلزم أن یکون الغاصب ضامناً إذا استهلک المال المغصوب کذلک إذا تلف أو ضاع بتعدّیه أو بدون تعدّیه یکون ضامناً أیضًا ، فإن کان من القیمیات یلزم الغاصب قیمته في زمان الغصب ومکانه وإن کان من المثلیات یلزمه إعطاء مثله) .

(۲/ ۵۱۹ ، أحکام الغصب ، المادة : ۸۹۱)

(محمود الفتاویٰ:۴/ ۶۶۵، مستعمل چپل کا ضمان، کتاب الضمان)

مسائل شتی

مختلف ومتفرق مسائل

سننِ عادیہ اور سننِ تعبُّدیہ میں فرق

مسئلہ (۲۴۶): عام طور پر فقہائے کرام نے سنن کی دو قسمیں بیان فرمائی ہیں: (۱) سننِ ہدیٰ/تعبُّدیہ۔ (۲) سننِ عادیہ/زائدہ۔

(۱) سننِ ہدیٰ/تعبُّدیہ: جسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم یا آپ کے بعد خلفائے راشدین نے عبادت کے طور پر کیا ہو، یہ مُکمِّلاتِ دین میں سے ہوتی ہیں، یہ سننِ مؤکدہ، قریب بہ واجب ہوتی ہیں، جیسے نماز با جماعت، اذان، اقامت، سننِ رواتب وغیرہ، شریعت میں اِن کو کرنے کی تاکید آئی ہے، ان کا حکم یہ ہے کہ ان کا چھوڑنا گمراہی اور قابلِ ملامت ہے۔

(سنن کی ایک قسم غیر مؤکدہ ہے، جس پر مواظبت وہمیشگی ثابت نہ ہو، اس کا تارک عاصی نہیں ہے، ہاں! عامل ماجور ہے، جیسا کہ عصر کی سنتِ قبلیہ۔)

(۲) سننِ عادیہ/زائدہ: جسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بطورِ عبادت نہ کیا ہو، بلکہ اپنی عادتِ مبارکہ کے طور پر آپ کے جسمِ اطہر سے صادر ہوئی ہوں، جیسے اُونٹ پر سواری کرنا، تہبند باندھنا، مُنَقَّش یمنی شال استعمال فرمانا، مخصوص وضع کا لباس زیب تن فرمانا، عمامہ باندھنا، نشست وبرخواست کا مخصوص انداز وغیرہ وغیرہ، یہ سب چیزیں سننِ عادیہ میں سے ہیں، جسے شرعی اصطلاح میں سننِ

زوائد بھی کہا جاتا ہے، یہ مستحب کے درجہ میں ہیں، ان کے کرنے میں ثواب ہے، اور نہ کرنے میں کوئی ملامت اور عتاب نہیں ہے، ہاں! ان کا بجالانا اَولیٰ اور افضل ہے، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کی علامت ہے۔

یا یوں کہا جائے کہ جن سنتوں کا تعلق عبادات جیسے: نماز، روزہ، اذان، اقامت سے ہوں، وہ سننِ ہدیٰ ہیں۔ اور جن کا تعلق مباحات جیسے: چلنے، پھرنے، کھانے پینے اور پہننے سے ہے، وہ سننِ عادیہ ہیں۔ (۱)

فائدہ : عادات میں مزاج وغیرہ کے لحاظ کرنے کا اختیار ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بعض عادات ایسی ہیں جن کو ہم برداشت نہیں کر سکتے، اس لیے شریعت نے عادتِ نبویہ کا اتباع واجب نہیں کیا، ہاں! اگر کسی کو ہمت ہو، اور عادت پر عمل کرنا نصیب ہو جائے، تو اس کی فضیلت میں شک نہیں، مگر اس کو دوسروں پر طعن کرنے کا بھی حق نہیں۔ (۲)

تنبیہ : زوائد کے لفظ سے یہ غلط فہمی نہ ہو کہ ان اُمور کا بجالانا عبادت میں شامل نہیں، ایسا ہرگز نہیں! یہ بھی عبادت میں داخل ہیں، کیوں کہ فی نفسہٖ سنت کا مفہوم ہی عبادت ہے (ہاں! البتہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بطورِ عبادت انجام نہیں دیا)۔ (۳)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " نور الأنوار " : وهي نوعان : الأول : سنة الهدى ؛ وتاركها يستوجب إساءة ، والثاني : الزوائد : وتاركها لا يستوجب إساءة ، كسير النبي ﷺ في لباسه وقعوده =

....

....

....

....

....

....

....

....

....

....

=وقيامه ، فإن هؤلاء كلها لا تصدر منه عليه الصلاة والسلام على وجه العبادة وقصد القربة بل على سبيل العادة ؛ فإنه عليه الصلاة والسلام كان يلبس جبة حمراء وخضراء وبيضاء طويل الكمين وربما يلبس عمامة سوداء وحمراء ، وكان مقدارها سبعة أذرع أو اثني عشر ذراعا أو أقل أو أكثر ، وكان يقعد محتبًا تارة ومربعًا للعذر وعلى هيئة التشهد أكثر ، فهذا كلها من سنن الزوائد يثاب المرأ على فعلها ولا يعاقب على تركها وهو في معنى المستحب إلا أن المستحب ما أحبه العلماء ، وهذا ما اعتاده النبي ﷺ .

(ص/١٦٧ ، ط : سعيد)

(مزید تفصیل وتحقیق کے لیے ملاحظہ ہو: فتاویٰ دار العلوم زکریا: ۷/۱۱۴-۱۱۷، کیا لباس اور کھانے پینے کی سنتیں عادات میں شمار ہیں یا عبادات میں؟ اور دونوں میں کیا فرق ہے؟ وایضاً: ۷/ ۱۲۷، فصل دوم، عمامہ اور ٹوپی کے احکام کا بیان)

(۲) (فقہ حنفی کے اصول وضوابط: ص/۱۳۳، ۱۳۴)

(جدید معاملات کے شرعی احکام: ۳/ ۵۹، ط: دار الاشاعت کراچی)

(۳) ما في ” رد المحتار “ : السنة : هي الطريقة المسلوكة في الدين فهي في نفسها عبادة.

(١/١٠٣ ، ط : سعيد ، و: ١/١٩٦ ، كتاب الطهارة ، مطلب في السنة وتعريفها ، ط : دار الكتاب ديوبند) (فتاویٰ دار العلوم زکریا: ۷/ ۱۲۸، فصل دوم، عمامہ اور ٹوپی کے احکام کا بیان)

بزرگ رشتہ داروں کواولڈ ایج ہوم (Old Age Home) میں رکھنا

مسئلہ (۲۴۷): اپنے بزرگ رشتہ داروں کو اپنے ساتھ رکھ کر خدمت کرنا، یا بہ وقت ضرورت دوسرے خدمت گاروں کے ذریعے ان کی خدمت کرانا شرعی واخلاقی فریضہ ہے، اس لیے اولڈ ایج ہوم (Old Age Home) اسلام کے مزاج سے ہم آہنگ نہیں، البتہ بے سہارا لوگوں کے لیے ایسا اولڈ ایج ہوسٹل (Old Age Hostel) جن میں شرعی تقاضے پورے ہوتے ہوں، بنانے کی اور وہاں رکھنے کی شرعاً گنجائش ہے۔ (۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿لينفق ذو سعة من سعته ومن قدر عليه رزقه فلينفق مما آتاه الله لا يكلف الله نفساً إلا وسعها﴾ . (سورة الطلاق : ۷)

ما في " الموسوعة الفقهية " : تجب النفقة في الجملة بالقرابة وذلک على التفصيل التالي : اختلف الفقهاء فيمن يستحق النفقة بسبب القرابة ، فذهب الحنفية إلى أن مستحقيها هم الآباء وإن علوا ، والأولاد وإن سفلوا ، والحواشي ذووا الأرحام المحرمة كالعم والأخ وابن الأخ والعمة والخال والخالة . (۴۱/۷۲، نفقة ، ثانيا القرابة)

وفيه أيضًا : لا خلاف بين الفقهاء في أن نفقة العاجز الذي لا عائل له ولا قدرة له على الكسب ولا يملک مالا تجب في بيت المال ، لأنه للصرف على ذوي الحاجات والمعدمين ومن هم في مثل حاله ممن لا قدرة لهم على كسب كفايتهم ولا عائل لهم تجب عليه نفقتهم . ولأنه بحاله هذا يعد فقيرا ، والفقير تجب كفايته من بيت المال ، وهذه الكفاية تشمل سائر ما يحتاجه من مطعم وملبس ومسكن وأجرة خادم ونفقته إن كان في حاجة إلى خادم بأن=

....

....

....

....

....

....

....

....

....

....

= كان مسنا أو زمنا لا يستطيع القيام بخدمة نفسه ، وليس له من يقوم على رعايته وخدمته. (۴۱/۹۹، ۱۰۰ ، نفقة ، نفقة العاجز الذي لا عائل له)

ما في " الموسوعة الفقهية " : الحواشي هم الأقارب الذين ليسوا من عمودَي النسب ؛ كالإخوة وأبناء الإخوة والأخوال والخالات والأعمام والعمات ، .... فمذهب الحنفية والحنابلة : أن النفقة تجب لهم في الجملة ، لقوله تعالى : ﴿وات ذا القربى حقه﴾ وقوله : ﴿واعبدوا الله ولا تشركوا به شيئًا وبالوالدين إحسانًا وبذي القربى﴾ . فالله تعالى قد جعل حق ذي القربى بعد حق الوالدين في الدرجة ، وأمر بالإحسان إليهم كما أمر به إلى الوالدين ، ومن الإحسان إليهم الإنفاق عليهم . ولقوله عليه الصلاة والسلام فيما رواه طارق المحاربي رضي الله عنه قال : قدمنا المدينة فإذا رسول الله ﷺ قائم على المنبر يخطب الناس وهو يقول : " يد المعطي العليا ، وابدأ بمن تعول ، أمک وأباک ، وأختک وأخاک ، ثم أدناک أدناک " . وبما رواه كليب بن منفعة الحنفي عن جده أنه أتى النبي ﷺ فقال : يا رسول الله ! من أبرُّ ؟ قال : " أمک وأباک ، وأختک وأخاک ، ومولاک الذي يلي ، ذاک حق واجب ورحِمٌ موصولة " . فالرسول ﷺ قد أخبر بأن النفقة على هؤلاء المذكورين حق واجب . (۴۱/۸۳ ، ۸۴ ، نفقة ، نفقة الحواشي) (اسلام میں بوڑھوں اور کمزوروں کے حقوق: تجویز نمبر:۱۱/ الف،فتاویٰ قاسمیہ:۲۴/ ۳۴۷،عمر رسیدہ لوگوں کو ہاسٹل میں داخل کر دینا)

والدین کواولڈ ایج ہوسٹل(Old Age Hostel) میں رکھنا

مسئلہ(۲۴۸): جولوگ خود یا خدمت گاروں کے ذریعے اپنے والدین کی خدمت کر سکتے ہیں، ان کے لیے بوڑھے والدین کو ان کی اجازت ومرضی کے بغیر اولڈ ایج ہاسٹل (Old Age Hostel) میں رکھنا جائز نہیں ہے، البتہ اگر ضرورت کے تحت اور والدین کی اجازت ومرضی سے ان کو ہاسٹل میں رکھا جائے، تب بھی اولاد پر واجب ہے کہ وہ مسلسل ان کی خبر گیری کریں، اور ان سے ملاقات کرتے رہیں۔[1]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿وقضى ربک ألا تعبدوا إلا إياه وبالوالدين احسانا إما يبلغنّ عندک الكبر أحدهما أو كلاهما فلا تقل لهما افٍّ ولا تنهرهما وقل لهما قولا كريما . واخفض لهما جناح الذلّ من الرحمة وقل رب ارحمهما كما ربياني صغيرا﴾ . (سورة الإسراء : ۲۳ ،۲۴) . ﴿وعبدوا الله ولا تشركوا به شيئًا وبالوالدين احسانا﴾ . (سورة النساء :۳٦) . ﴿ووصّينا الانسان بوالديه حُسنًا﴾ . (سورة العنكبوت:۸) ﴿ووصّينا الانسان بوالديه احسانًا﴾ . (سورة أحقاف :۱۵)

ما في " القرآن الكريم " : ﴿ووصّينا الانسان بوالديه حملته امه وهنًا على وهن وفصٰله في عامين ان اشكر لي ولوالديک اليّ المصير﴾ . (سورة لقمان :۱۴)

ما في " أحكام القرآن للتهانوي " : قرن الله تعالى إلزام برّ الوالدين بعبادته وتوحيده ، وأمر به كما أمر بهما ، كما قرن بشكره في قوله : ﴿أن اشكر لي ولوالديک وإليّ المصير﴾ . وكفى بذلک دلالة على تعظيم حقهما ووجوب برهما، والإحسان إليهما ، وقال تعالى : ﴿ولا تقل لهما افٍّ ولا تنهرهما وقل لهما قولا كريمًا﴾ إلى آخر القصة .

(۲/۲٦۰ ، سورة النساء :۳٦)=

حکومتی رعایت سے غلط فائدہ اُٹھانا

مسئلہ (۲۴۹): حکومت عمر رسیدہ لوگوں کو رعایتیں فراہم کرنے کے لیے جو عمر مقرر کرتی ہے، اس عمر کو پہنچنے سے پہلے جَعلی (نقلی) دستاویز بنا کر، ان مراعات وسہولیات سے فائدہ اُٹھانا جائز نہیں ہے۔ (۱)

=ما في " مرقاة المفاتيح " : فانه دل على الاجتناب عن جميع الأقوال المحرمة والإتيان بجميع كرائم الأقوال والأفعال في التواضع والخدمة والإنفاق عليهما ثم الدعاء لهما في العاقبة . (۹/۱۳۳، كتاب الآداب ، باب البر والصلة ، الفصل الأول ، رقم : ۴۹۱۲)

ما في " الموسوعة الفقهية " : يكون برّ الوالدين بالإحسان إليهما بالقول اللين الدال على الرفق بهما والمحبة لهما ، وتجنب غليظ القول الموجب لنفرتهما ، وبمناداتهما بأحب الألفاظ إليهما كـ " يا أمي " و " يا أبي " وليقل لهما ما ينفعهما في أمر دينهما ودنياهما ويعلمهما ما يحتاجان إليه من أمور دينهما وليعاشرهما بالمعروف ، أي بكل ما عرف من الشرع جوازه ، فيطيعهما في فعل جميع ما يأمرانه به من واجب أو مندوب ، وفي ترك ما لا ضرر عليه في تركه . (۸/۶۹، برّ الوالدين ، بم يكون البرّ) (اسلام میں بوڑھوں اور کمزوروں کے حقوق: تجویز نمبر:۱۱/ب، فتاویٰ قاسمیہ:۲۴/ ۳۴۷، عمر رسیدہ لوگوں کو ہاسٹیل میں داخل کردینا)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " صحيح البخاري " : عن أبي هريرة عن النبي ﷺ قال : " آية المنافق ثلاث ؛ إذا حدث كذب ، وإذا وعد أخلف ، وإذا اؤتمن خان " . (۱/۱۰)

ما في " جامع الترمذي " : عن أنس عن النبي ﷺ في الكبائر قال : " الشرک بالله ، وعقوق الوالدين ، وقتل النفس ، وقول الزور " . (۱/۲۲۹)

ما في " سنن أبي داود " : عن سفيان بن أسيد الحضرمي قال : سمعت رسول الله ﷺ يقول : " كبرت خيانة أن تحدث أخاک حديثا هو لک به مصدق وأنت له به كاذب " .
(ص/۶۷۹ ، كتاب الأدب ، باب في المعاريض)

ما في " سنن أبي داود " : عن أبي وائل بن عبد الله قال : قال رسول الله ﷺ : " إياكم=

....

....

....

....

=والكذب ، فإن الكذب يهدي إلى الفجور ، وإن الفجور يهدي إلى النار ، وإن الرجل ليكذب ويتحرى الكذب حتى يكتب عند الله كذاباً ، وعليكم بالصدق ، فإن الصدق يهدي إلى البر، وإن البر يهدي إلى الجنة ، وإن الرجل ليصدق ويتحرى الصدق حتى يكتب عند الله صديقًا " . (ص/ ٦٨١ ، كتاب الأدب ، باب التشديد في الكذب)

ما في " الموسوعة الفقهية " : الكذب لغة : الإخبار عن الشيء بخلاف ما هو ، سواء فيه العمد والخطأ ، ولا يخرج اصطلاح الفقهاء عن المعنى اللغوي .... الأصل في الكذب – أنه حرام بالكتاب والسنة وإجماع الأمة ، وهو من أقبح الذنوب وفواحش العيوب . اهـ . (٣٤/٢٠٤ ، ٢٠٥ ، كذب ، الحكم التكليفي)

ما في " جامع الترمذي " : قوله عليه الصلاة والسلام : " من غشّ فليس منا " . وكذا في صحيح مسلم : " من غشّنا فليس منا " . (١/٢٤٥ ، أبواب البيوع ، باب ماجاء في كراهية الغش في البيوع ، صحيح مسلم : ١/٧٠ ، باب قول النبي ﷺ : من غشنا فليس منا)

(جمع الجوامع : ٧/٢١٣ ، رقم : ٢٢٤٩٧)

ما في " الموسوعة الفقهية " : اتفق الفقهاء على أن الغشّ حرام ، سواء أكان بالقول أم بالفعل ، وسواء أكان بكتمان العيب في المعقود عليه أو الثمن أم بالكذب والخديعة ، وسواء أكان في المعاملات أم في غيرها من المشورة والنصيحة . (٣١/٢١٩)

ما في " الموسوعة الفقهية " : وقد عد الذهبي وابن حجر الهيثمي الخيانة من الكبائر ثم قال : الخيانة قبيحة في كل شيء لكن بعضها أشد وأقبح من بعض .

(١٨٦/٢ ، الزواجر عن اقتراف الكبائر : ٢/٥١٣)

ما في " رد المحتار " : ما كان سبباً لمحظور فهو محظور . (٥/٢٢٣ ، ط : نعمانيه)

(اسلام میں بوڑھوں اور کمزوروں کے حقوق: تجویز نمبر:١٢)

(فتاویٰ قاسمیہ:٢٤/٣٥٠،عمر رسیدہ لوگوں کے لیے سرکاری مراعات سے فائدہ اٹھانا)

گھر کے اندر حمام بنانا

مسئلہ (۲۵۰): شریعت نے مکانات کے ڈیزائن اور مکان میں کس ضرورت کا حصہ، کس جانب ہو؟ اس کی تعیین میں تکلّف اور تحدید سے کام نہیں لیا ہے، بلکہ اسے لوگوں کی سہولت پر رکھا ہے، اس لیے اگر رہائشی کمروں کے ساتھ حمام بنانے میں سہولت بہم پہنچتی ہو، تو اس میں کوئی قباحت نہیں، بیمار اور معذور لوگوں کو خاص کر اس میں آسانی ہوتی ہے، نیز اگر خاندان کے مختلف افراد کی رہائش مشترک ہو، اور کسی مرد یا عورت کو غسل کی ضرورت پیش آجائے، اور گھر سے باہر بنے غسل خانے میں کھلے عام غسل کرنے کے لیے جانے میں حجاب ہو، تو ایسے حمامات جو رہائشی کمروں میں بنے ہوتے ہیں- آسانی کا باعث ہوتے ہیں(۱)، اور حیا کے تقاضوں کو پورا کرتے ہیں، لہٰذا رہائشی کمروں میں حمام وغسل خانے بنانے میں شرعاً کوئی مضائقہ نہیں ہے۔(۲)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الأصول والقواعد للفقه الإسلامي " : اَلْمَشَقَّةُ تَجْلِبُ التَّيْسِيْرَ .

(ص/۲۷۰ ، قاعدة : ۳۳۱ ، الأشباه والنظائر لإبن نجيم :ص/۲۷۶ ، قواعد الفقه : ص/۱۲۲ ، قاعدة : ۳۲۱ ، درر الحكام : ۱/۳۵ ، المادة : ۱۷ ، القواعد الكلية والضوابط الفقهية:ص/۲۱۳ ، شرح القواعد :ص/۱۵۷ ، القواعد الفقهية :ص/۱۱ ، ۲۵)

(۲) ما في " الموسوعة الفقهية " : ومن معاني الاحتياط لغة : الأخذ في الأمور بالأحزم والأوثق وبمعنى المحاذرة ، ومنه القول السائر : أوسط الرأي الاحتياط ، وبمعنى الاحتراز من الخطأ واتقائه . (۲/۱۰۰) (مستفاد: کتاب الفتاویٰ:۲/۶۰،۶۱، بیڈرُوم کے ساتھ حمام، طہارت کے احکام)

مصادر ومراجع

رقم	اسماء کتب	اسماء مصنفین ومؤلفین	مکتبہ/مطبع
	کتب عقائد		
۱	القول المفید علی کتاب التوحید	دکتور محمد بن صالح عثیمین	دارابن جوزی
۲	شرح کتاب الفقہ الأ کبر	شیخ ملا علی قاری	دارالکتب العلمیۃ/قدیمی
۳	الابانۃ عن اصول الدیانۃ	امام ابوالحسن علی بن اسماعیل اشعری	دارابن حزم
۴	الزواجر عن اقتراف الکبائر	علامہ ابن حجر ہیثمی	مکتبہ نزار مصطفی الباز
۵	موسوعۃ الرد علی المذاہب الفکریۃ المعاصرۃ	إعداد: علی بن نایف الشحود	بحوالہ مکتبہ شاملہ
	قرآن کریم وکتب تفاسیر		
	القرآن الکریم	سورۃ الفاتحۃ/سورۃ البقرۃ/سورۃ آل عمران/سورۃ النساء/سورۃ المائدۃ/سورۃ الأنعام/سورۃ الأعراف/سورۃ التوبۃ/سورۃ ھود/سورۃ الإسراء/سورۃ الکہف/سورۃ طہ/سورۃ المؤمنون/سورۃ النور/سورۃ الفرقان/سورۃ الشعراء/سورۃ النمل/سورۃ العنکبوت/سورۃ لقمان/سورۃ الأحزاب/سورۃ غافر/سورۃ الأحقاف/سورۃ الفتح/سورۃ الحجرات/سورۃ الحشر/سورۃ المجادلۃ/سورۃ الجمعۃ/سورۃ الطلاق/سورۃ التحریم/سورۃ القلم/سورۃ نوح/سورۃ المزمل/سورۃ المدثر/سورۃ الدھر/سورۃ التکویر/سورۃ البینۃ/سورۃ الکافرون/سورۃ الإخلاص	

۶	التفسیر الکبیر	امام فخر الدین رازی شافعی	علوم اسلامیہ اردو بازار لاہور پاکستان
۷	تفسیر مظہری	قاضی محمد ثناء اللہ پانی پتی	مکتبہ زکریا دیوبند
۸	روح المعانی	امام شہاب الدین سید محمد محمود آلوسی	مکتبہ زکریا دیوبند
۹	احکام القرآن	امام ابوبکر معروف بابن عربی	ریاض الحدیثیہ
۱۰	احکام القرآن	امام ابوبکر بن علی رازی جصاص	مکتبہ شیخ الہند دیوبند
۱۱	احکام القرآن	حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی	ادارۃ القرآن لاہور
۱۲	تفسیر القرطبی	امام ابوعبداللہ احمد انصاری قرطبی	دار عالم الکتب الریاض
۱۳	البحر المحیط	امام ابوحیان غرناطی اندلسی	دار الکتب العلمیۃ
۱۴	معارف القرآن	مفتی اعظم پاکستان مولانا محمد شفیع	فرید بکڈپو دیوبند
۱۵	تفسیر النسفی	ابوالبرکات عبداللہ بن احمد النسفی	مکتبہ رحمانیہ لاہور
۱۶	التفسیر المنیر	دکتور وہبہ زحیلی	مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ/ دار الفکر دمشق
۱۷	مختصر تفسیر ابن کثیر	علامہ ابن کثیر دمشقی	دار القرآن الکریم دمشق
۱۸	تفسیر السمر قندی (بحر العلوم)	ابواللیث نصر بن محمد السمر قندی	دار الکتب العلمیۃ بیروت
۱۹	روح البیان (تفسیر حقی)	اسماعیل حقی بن مصطفیٰ استانبولی حنفی	دار احیاء التراث العربی
۲۰	تفسیرات أحمدیہ	شیخ احمد ملاجیون	مکتبہ المیز ان لاہور

کتب احادیث وشروحِ احادیث

۲۱	صحیح بخاری	امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری	احیاء/ قدیمی/ ریاض/ قاہرہ
۲۲	صحیح مسلم	امام ابوالحسن مسلم بن حجاج قشیری	احیاء/ قدیمی/ الجیل/ آفاق
۲۳	سنن ابی داود	امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث سجستانی	دار السلام/ بلال/ دار الکتاب
۲۴	سنن ترمذی	امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسی ترمذی	احیاء/ بلال/ علمیہ/ سعید
۲۵	سنن نسائی	امام ابوعبدالرحمٰن بن شعیب بن علی	دار السلام/ مکتبہ تجاریہ/ حلب
۲۶	سنن ابن ماجہ	امام ابن ماجہ قزوینی	قدیمی/ حلبی/ أبوالمعاطی

۲۷	مشکوۃ المصابیح	شیخ ولی الدین خطیب تبریزی بغدادی	قدیمی/مکتب اسلامی
۲۸	مسند احمد	امام احمد بن محمد بن حنبل	دار الحدیث/مؤسسۃ قرطبہ/ مکتب اسلامی بیروت
۲۹	المعجم الکبیر	امام ابو القاسم سلیمان بن احمد طبرانی	دار احیاء التراث العربی بیروت
۳۰	المعجم الاوسط	امام ابو القاسم سلیمان بن احمد طبرانی	بیروت/ دار الحرمین القاہرۃ
۳۱	المؤطا	امام دار الہجرۃ مالک بن انس	مکتبہ بلال دیوبند
۳۲	التمہید لمافی المؤطا من المعانی والأسانید	ابوعمر یوسف بن عبداللہ بن عبدالبر قرطبی	دار احیاء التراث العربی
۳۳	المستدرک	امام ابو عبداللہ حاکم نیساپوری	دار الکتاب العربی بیروت
۳۴	سنن دارمی	حافظ عبداللہ بن عبدالرحمٰن الدارمی	دار الایمان سہارنپور
۳۵	سنن دارقطنی	امام حافظ علی بن عمر	شرکۃ الطباعۃ الفنیۃ
۳۶	نصب الرایہ	امام جمال الدین زیلعی حنفی	دار الایمان سہارنپور
۳۷	سنن الکبری	امام ابوبکر احمد بن حسین بن علی بیہقی	دار الکتب العلمیۃ بیروت
۳۸	کنز العمال	علامہ علاء الدین علی متقی ہندی	دار الکتب العلمیۃ بیروت مؤسسۃ الرسالۃ بیروت
۳۹	الجامع الصغیر	امام جلال الدین سیوطی	دار الکتب العلمیۃ بیروت
۴۰	جمع الجوامع	امام جلال الدین سیوطی	دار الکتب العلمیۃ بیروت
۴۱	مجمع الزوائد	علامہ شیخ نور الدین ھیثمی	علمیہ/ دار الکتاب/ القدسی
۴۲	شعب الایمان	امام ابوبکر احمد بن حسین بن علی بیہقی	دار الکتب العلمیۃ بیروت
۴۳	الآداب	امام ابوبکر احمد بن حسین بن علی بیہقی	دار الکتب العلمیۃ بیروت
۴۴	مصنف عبدالرزاق	حافظ ابوبکر عبدالرزاق ابن ہمام	منشورات المجلس العلمی
۴۵	مصنف ابن ابی شیبہ	امام عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ	المجلس العلمی أفریقہ
۴۶	صحیح ابن خزیمہ	محمد بن اسحاق بن خزیمہ نیشاپوری	المکتب الاسلامی بیروت
۴۷	شرح ابن بطال	شیخ علی بن خلف بن بطال قرطبی	دار الکتب العلمیۃ بیروت

۴۸	فتح الباری	علامہ ابن حجر عسقلانی	مطبع: السلفیۃ
۴۹	عمدۃ القاری	علامہ بدر الدین عینی	مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ پاکستان
۵۰	فیض الباری	علامہ شیخ انور شاہ کشمیری	مشکوۃ الاسلامیۃ/علمیہ/رشیدیہ
۵۱	انعام الباری	شیخ الاسلام مفتی تقی عثمانی	مکتبۃ الحراء کراچی
۵۲	شرح النووی علی صحیح مسلم	امام ابوزکریا محی الدین یحی بن شرف	مکتبہ بلال/احیاء التراث
۵۳	موسوعۃ تکملۃ فتح الملہم	مفتی شبیر احمد عثمانی/مفتی تقی عثمانی	احیاء التراث/اشرفیہ دیوبند
۵۴	بذل المجھود	شیخ خلیل احمد سہارنپوری	دار البشائر الاسلامیۃ بیروت
۵۵	عون المعبود	ابو عبد الرحمٰن شرف الحق عظیم آبادی	بیت الأفکار الدولیۃ، اردن
۵۶	شرح ابی داود	علامہ بدر الدین عینی	مکتبۃ الرشد الریاض (شاملہ)
۵۷	حاشیۃ أبي داود	العلامۃ الشیخ محمد حیات السنبھلي	مکتبہ بلال دیوبند
۵۸	عارضۃ الاحوذی	امام ابن العربی مالکی	دار الکتب العلمیۃ بیروت
۵۹	تحفۃ الالمعی	مفتی سعید احمد پالن پوری	مکتبہ حجاز دیوبند
۶۰	شروح سنن ابن ماجہ	تحقیق رائد بن صبری ابن ابی علفہ	بیت الافکار الدولیۃ
۶۱	مرقاۃ المفاتیح	علامہ شیخ ملا علی قاری حنفی	مکتبہ اشرفیہ/ دار الکتب العلمیۃ بیروت
۶۲	شرح الطیبی	شرف الدین حسین بن محمد بن عبد اللہ	مکتبہ زکریا دیوبند
۶۳	اعلاء السنن	علامہ شیخ ظفر احمد عثمانی	دار الکتب العلمیۃ/ ادارۃ القرآن/تالیفات اشرفیہ
۶۴	فیض القدیر	عبد الرؤف المناوی	دار المعرفۃ بیروت/نزار ریاض
۶۵	سبل السلام شرح بلوغ المرام	علامہ محمد بن اسماعیل صنعانی	دار الجیل بیروت
۶۶	ریاض الصالحین	امام ابوزکریا محی الدین یحی بن شرف	مکتبہ احسان دیوبند
۶۷	شرح ریاض الصالحین	محمد بن صالح بن محمد العثیمین	....
۶۸	آثار السنن	علامہ نیموی	....

۶۹	المسند البزار	ابوبکر احمد بن عمرو البزار	مکتبۃ العلوم والحکم مدینہ منورہ
۷۰	إرواء الغليل	شیخ محمد ناصر الدین البانی	مکتبہ اسلامیہ بیروت
۷۱	معارف الحدیث	مولانا محمد منظور نعمانی	دارالاشاعت کراچی
۷۲	مسند أبي حنيفة	أبو عبد الله حسين بن محمد بن خسرو بلخي	المكتبة الإمدادية مكة المكرّمة
۷۳	تعلیقات علی مسند أبي حنيفة	شیخ لطیف الرحمٰن بہرائچی	المكتبة الإمدادية مكة المكرّمة
۷۴	التلخيص الحبير	امام ابن حجر	مؤسسة قرطبہ/شركة الطباعة
۷۵	مسند أبي يعلى	أبو يعلى أحمد بن علي بن المثنى الموصلي	مکتبہ شاملہ
۷۶	مسند حمیدی	أبوبكر عبد الله بن زبير قرشي أسدي حميدي	مکتبہ شاملہ
۷۷	مسند الإمام الشافعي	امام محمد بن ادریس الشافعی	دار الكتب العلمية بيروت
۷۸	حاشية مسند الإمام الشافعي	....	دار الكتب العلمية بيروت
۷۹	تحقیق وتعلیق علی ہامش المعجم الاوسط	محمد حسن اسماعیل الشافعی	دار الكتب العلمية بيروت
۸۰	الأحاديث المختارة	محمد بن عبد الواحد ضيا المقدسي	مكتبة النهضة الحديثة مكہ مکرمہ
۸۱	كشف الخفاء	اسماعیل بن محمد بن عبد الہادی عجلونی	دار احياء التراث العربي بيروت
۸۲	أسنى المطالب في أحاديث مختلفة المراتب	محمد بن درویش	دار الكتب العلمية بيروت
۸۳	الدرر المنثورة في أحاديث المشتهرة	علامہ جلال الدین سیوطی	المكتبة الشاملة
۸۴	المقاصد الحسنة	عبد الرحمٰن السخاوی	دار الكتاب العربي بيروت
۸۵	اللؤلؤ المرصوع	محمد بن خلیل طرابلسی	دار البشائر الإسلامية بيروت
۸۶	المصنوع في معرفة الحديث الموضوع	علی بن سلطان الہروی القاری	مكتب المطبوعات الإسلامية بيروت
۸۷	شمائل کبری	مفتی ارشاد القاسمی	کتب خانہ نعیمیہ دیوبند

۸۸	تدریب الراوی فی شرح تقریب النووی	عبدالرحمٰن بن أبی بکر السیوطی	مکتبہ ریاض الحدیثۃ

کتب فقہ وفتاویٰ عربی

۸۹	المبسوط	شیخ الاسلام ابوبکر محمد بن احمد سرخسی	دارالکتب/ مطبعۃ السعادۃ
۹۰	تنویر الابصار مع الدر والرد	امام محمد بن عبداللہ التمر تاشی	دارالکتب العلمیۃ/ سعید کراچی
۹۱	الدر المختار مع الشامیۃ	علامہ شیخ علاء الدین حصکفی	دارالکتب العلمیۃ/ زکریا
۹۲	ردالمحتار	علامہ محمد امین ابن عابدین شامی	بیروت/ دیوبند/ نعمانیہ/ سعید
۹۳	تقریرات الرافعی علی ردالمحتار	شیخ عبدالقادر رافعی	دارالفکر/ دارالکتب العلمیۃ
۹۴	بدائع الصنائع	ملک العلماء شیخ علاء الدین کاسانی	بیروت/ دیوبند
۹۵	البحر الرائق	علامہ زین الدین (ابن نجیم حنفی)	دارالکتب بیروت/ سعید کراچی
۹۶	تبیین الحقائق	امام فخر الدین عثمان بن علی زیلعی	دارالکتب/ دارالکتاب
۹۷	النہر الفائق	امام سراج الدین ابن نجیم حنفی	دارالایمان سہارنپور
۹۸	الفتاوی الہندیۃ	شیخ نظام و جماعت علماء ہند	زکریا/ رشیدیہ
۹۹	الفتاوی البزازیۃ علی ہامش الہندیۃ	امام حافظ الدین محمد بن محمد (ابن بزاز)	مکتبہ زکریا دیوبند
۱۰۰	فتاوی قاضی خان علی ہامش الہندیۃ	فخر الدین حسن بن منصور اوزجندی	زکریا/ رشیدیہ
۱۰۱	فتاوی قاضی خان	فخر الدین حسن بن منصور اوزجندی	مکتبہ حقانیہ
۱۰۲	فتاوی حامدیہ	حامد بن محمد/ ابن علی، القونوی	بحوالہ رحیمیہ
۱۰۳	فتح القدیر	کمال الدین معروف بابن ہمام	دارالکتب العلمیۃ/ بولاق
۱۰۴	الاختیار لتعلیل المختار	علامہ شیخ ابن مودود موصلی حنفی	دارالارقم/ العالمیۃ

۱۰۵	النتف فی الفتاویٰ	امام ابوالحسن علی بن حسین سغدی	دارالکتب العلمیۃ
۱۰۶	حاشیۃ الطحطاوی	احمد بن محمد بن اسماعیل طحطاوی حنفی	بولاق حلبی
۱۰۷	حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار	احمد بن محمد بن اسماعیل طحطاوی حنفی	رشیدیہ کوئٹہ
۱۰۸	فتح باب العنایۃ	امام نورالدین ہروی قاری	دارارقم
۱۰۹	شرح الوقایۃ	صدرالشریعۃ عبداللہ بن مسعود	الکتب العلمیۃ/ یاسرندیم
۱۱۰	خلاصۃ الفتاویٰ	امام طاہر بن عبدالرشید بخاری	مکتبہ امجد اکیڈمی، بحوالہ فتاویٰ محمودیہ میرٹھ
۱۱۱	الفتاوی التاتارخانیہ	علامہ شیخ عالم بن علاء دہلوی ہندی	مکتبہ زکریا
۱۱۲	المحیط البرہانی	علامہ محمو بن احمد بخاری	احیاء التراث/ ڈابھیل
۱۱۳	مجمع الانہر	شیخ عبدالرحمٰن بن محمد (شیخی زادہ)	دارالکتب العلمیۃ/ مکتبہ فقیہ الامت
۱۱۴	الدر المنتقی شرح الملتقی مع مجمع الانہر	شیخ محمد بن علی معروف بالعلاء حصکفی	دارالکتب العلمیۃ بیروت
۱۱۵	الفقہ الحنفی فی ثوبہ الجدید	شیخ عبدالحمید محمود طہماز	دارالقلم دمشق
۱۱۶	الہدایہ شرح البدایہ	امام برہان الدین مرغینانی	قدیمی/ رشیدیہ دہلی
۱۱۷	العنایہ شرح الہدایہ مع فتح القدیر	امام اکمل الدین بابرتی	دارالکتب العلمیہ بیروت
۱۱۸	نورالایضاح	فقیہ نبیل شیخ حسن بن علی شرنبلالی	یاسرندیم اینڈ کمپنی
۱۱۹	المختصر القدوری	امام احمد بن محمد بغدادی قدوری	قدیمی
۱۲۰	شرح مختصر القدوری	شیخ غلام مصطفیٰ السندی القاسمی	دارابن کثیر دمشق
۱۲۱	الجوہرۃ النیرۃ	ابوبکر بن علی بن محمد الحدادالزبیدی	دارالکتب العلمیۃ بیروت
۱۲۲	اللباب فی شرح الکتاب	شیخ عبدالغنی الغنیمی المیدانی	قدیمی کتب خانہ کراچی
۱۲۳	الفقہ الاسلامی وادلتہ	دکتور وہبہ زحیلی	مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ
۱۲۴	الموسوعۃ الفقہیۃ	وزارۃ الاوقاف والشون الاسلامیہ	وزارۃ الاوقاف کویت
۱۲۵	البحر العمیق	امام ابوالبقاء محمد بن محمد مکی حنفی	المکتبۃ المکیۃ مکۃ المکرّمۃ

۱۲۶	ارشاد الساری شرح لباب المناسک	شیخ ملا علی القاری	المکتبۃ الامدادیۃ بمکۃ
۱۲۷	غنیۃ الناسک فی بغیۃ المناسک	علامہ محمد حسن شاہ مہاجر مکی	مکتبہ یادگار شیخ سہارنپور
۱۲۸	منیۃ المصلی	شیخ محمد عبد الاحد	یاسر ندیم اینڈ کمپنی
۱۲۹	فقہ النوازل	محمد بن حسین الجیزانی	دار ابن الجوزی
۱۳۰	فتاوی النوازل	فقیہ ابو اللیث سمرقندی	دار الایمان سہارنفور
۱۳۱	(تحقیق) حاشیۃ فتاوی النوازل	سید یوسف احمد	دار الایمان سہارنفور
۱۳۲	تحفۃ الفقہاء	علامہ شیخ علاء الدین محمد سمرقندی	دار الکتب العلمیۃ بیروت
۱۳۳	مجمع البحرین	امام مظفر الدین (ابن ساعاتی حنفی)	دار الکتب العلمیۃ بیروت
۱۳۴	الألعاب الریاضیۃ	علی حسین امین یونس	دار النفائس اردن
۱۳۵	السراجی فی المیراث	شیخ سراج الدین سجاوندی	مکتبہ یاسر ندیم
۱۳۶	فقہ وفتاوی البیوع	اللجنۃ الدائمۃ للبحوث العلمیۃ والإفتاء	دار ابن حزم
۱۳۷	المال المأخوذ ظلماً	طارق بن محمد خویطر	دار اشبیلیا ریاض
۱۳۸	الأحکام الفقہیۃ المتعلقۃ بالتدخین	احمد بن محمد بن عتیق	دار المیمان الریاض
۱۳۹	بحوث فی قضایا فقہیۃ معاصرۃ	شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی	مکتبہ وحیدیہ دہلی
۱۴۰	موسوعۃ الفتاوی	بحوالہ اسلام ویب	بحوالہ اسلام ویب
۱۴۱	الفتاوی الحدیثیۃ	ابن حجر ہیثمی مکی	دار احیاء التراث العربی
۱۴۲	الشرح الکامل	....	بحوالہ فتاویٰ دار العلوم زکریا
۱۴۳	المغنی	ابن قدامہ حنبلی	دار المنار/ ریاض/ قاہرہ
۱۴۴	کتاب الام	امام محمد بن ادریس شافعی	مکتبۃ الکلیات الازہریۃ
۱۴۵	الانصاف	علاء الدین ابی الحسن علی بن سلیمان مرداوی حنبلی	دار احیاء التراث العربی
۱۴۶	مغنی المحتاج شرح منہاج الطالبین	محمد بن احمد الشربینی شمس الدین	دار الفکر دمشق

۱۴۷	المجموع شرح المہذب	امام یحی بن شرف النووی	دارالفکر دمشق
۱۴۸	حاشیۃ الدسوقی	محمد بن احمد بن عرفۃ الدسوقی	دارالفکر دمشق
۱۴۹	حواشی الشروانی	عبدالحمید مکی شروانی/ أحمد بن قاسم العبادی	بحوالہ فتاویٰ دارالعلوم زکریا
۱۵۰	فقہ السنۃ	السید السابق	دارالفتح للإعلام العربی
۱۵۱	مجلۃ المجمع الفقہ الإسلامی	اسلامک فقہ اکیڈمی سعودی	بحوالہ فتاویٰ دارالعلوم زکریا
۱۵۲	تحفۃ المحتاج	علامہ ابن حجر ہیثمی	بحوالہ فتاویٰ دارالعلوم زکریا
۱۵۳	حاشیۃ الرملی	ابوالعباس احمد الرملی الانصاری	بحوالہ فتاویٰ دارالعلوم زکریا
۱۵۴	نفع المفتی والسائل	علامۃ عبدالحی لکھنوی	مکتبہ صدیقیہ ٹانڈا
۱۵۵	أحکام الجراحۃ الطبیۃ	دکتور محمد بن محمد المختار شنقیطی	مکتبۃ الصحابۃ جدہ
۱۵۶	ہدایۃ السالک إلی المذاہب الأربعۃ فی المناسک	امام عزالدین الکنانی	دارالبشائر الإسلامیۃ بیروت
۱۵۷	أحکام تجمیل النساء	ازدہار بنت محمود	داراحیاء اللغۃ کراچی
۱۵۸	روضۃ الطالبین وعمدۃ المفتین	محی الدین یحی بن شرف النووی	المکتب الاسلامی
۱۵۹	بلغۃ السالک لأقرب المسالک	احمد الصاوی	دارالمعارف

کتب فقہ وفتاویٰ اردو

۱۶۰	فتاویٰ محمودیہ	مفتی محمود حسن گنگوہی	کراچی ومیرٹھ
۱۶۱	حاشیہ فتاویٰ محمودیہ	زیرنگرانی: مولانا سلیم اللہ خان صاحب	مکتبہ فاروقیہ کراچی
۱۶۲	فتاویٰ قاسمیہ	مفتی شبیر احمد قاسمی	مکتبہ اشرفیہ دیوبند
۱۶۳	فتاویٰ بینات	مجلس دعوت وتحقیق اسلامی	مکتبہ بینات
۱۶۴	آپ کے مسائل اوران کا حل	شہید مولانا محمد یوسف لدھیانوی	جدید ایڈیشن
۱۶۵	فتاویٰ دارالعلوم دیوبند	مفتی عزیز الرحمٰن	دارالعلوم دیوبند/ زکریا
۱۶۶	فتاویٰ دارالعلوم دیوبند	مفتیان دارالعلوم دیوبند	علی شبکۃ نیت
۱۶۷	فتاویٰ بنوریہ	مفتیانِ جامعہ بنوریہ ٹاؤن کراچی	علی شبکۃ نیت

۱۶۸	احسن الفتاویٰ	علامہ مفتی رشید احمد پاکستانی	دار الاشاعت دیوبند
۱۶۹	فتاویٰ عثمانی	علامہ مفتی محمد تقی عثمانی	معارف القرآن کراچی
۱۷۰	کفایت المفتی	علامہ مفتی کفایت اللہ دہلوی	دار الاشاعت/قدیمی
۱۷۱	امداد الفتاویٰ	حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی	دار العلوم کراچی
۱۷۲	امداد الاحکام	شیخ ظفر احمد عثمانی/عبد الکریم گمتھلوی	مکتبہ زکریا دیوبند
۱۷۳	فتاویٰ رحیمیہ	مفتی عبد الرحیم لاجپوری	دار الاشاعت کراچی
۱۷۴	خیر الفتاویٰ	مفتی خیر محمد جالندھری	مکتبہ الحق جوگیشوری
۱۷۵	کتاب الفتاویٰ	شیخ خالد سیف اللہ رحمانی	نعیمیہ دیوبند/زمزم کراچی
۱۷۶	جدید فقہی مسائل	شیخ خالد سیف اللہ رحمانی	زمزم پبلی شرز
۱۷۷	فتاویٰ دار العلوم زکریا (افریقہ)	مفتی رضاء الحق صاحب	زمزم کراچی/بمبئی
۱۷۸	فتاوی رشیدیہ	مفتی رشید احمد گنگوہی	مکتبہ رحمانیہ
۱۷۹	کتاب النوازل	مفتی محمد سلمان منصور پوری	مرکز نشر وتحقیق لالباغ مراد آباد
۱۸۰	فتاویٰ فریدیہ	مفتی فرید صاحب	دار العلوم صدیقیہ زروبی، پاکستان
۱۸۱	جواہر الفقہ جدید	علامہ مفتی شفیع احمد عثمانی	مکتبہ دار العلوم کراچی
۱۸۲	فتاوی اشاعت العلوم اکل کوا	مفتی محمد جعفر ملی رحمانی	ناشر: جامعہ اکل کوا
۱۸۳	منتخبات نظام الفتاویٰ	فقیہ عصر مفتی نظام الدین اعظمی	اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا
۱۸۴	فتاویٰ قاضی	فقیہ زمن قاضی مجاہد الاسلام قاسمی	ایفا پبلیکیشنز
۱۸۵	محمود الفتاویٰ	مفتی احمد صاحب خانپوری	مکتبہ محمودیہ ڈابھیل
۱۸۶	چند اہم عصری مسائل	مفتی زین الاسلام قاسمی الہ آبادی	مکتبہ دار العلوم دیوبند
۱۸۷	عمدۃ الفقہ	مولانا سید زوار حسین	ادارہ مجددیہ کراچی
۱۸۸	بہشتی زیور	حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی	ادارہ اسلامیات لاہور

۱۸۹	المسائل المہمۃ فیما ابتلت بہ العامۃ	شیخ مفتی محمد جعفر ملی رحمانی	جامعہ اکل کوا
۱۹۰	محقق و مدلل جدید مسائل	شیخ مفتی محمد جعفر ملی رحمانی	جامعہ اکل کوا
۱۹۱	فقہی فکری واصلاحی مقالات ومضامین	شیخ مفتی محمد جعفر ملی رحمانی	جامعہ اکل کوا
۱۹۲	محقق و مدلل مسائل قربانی	شیخ مفتی محمد جعفر ملی رحمانی	جامعہ اکل کوا
۱۹۳	اہم فقہی فیصلے	قاضی مجاہد الاسلام قاسمی	ادارۃ القرآن کراچی
۱۹۴	نئے مسائل اور فقہ اکیڈمی کے فیصلے	اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا	ایفا پبلی کیشنز
۱۹۵	نماز کے مسائل کا انسائیکلوپیڈیا	مفتی محمد انعام الحق	بیت العمار کراچی
۱۹۶	اسلام اور جدید معاشی مسائل	شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی	مکتبہ فیصل کراچی
۱۹۷	امداد الحجاج	حکیم الامت اشرف علی تھانوی	کتب خانہ نعیمیہ دیوبند
۱۹۸	معلم الحجاج	مفتی سعید احمد	لاہور/سہارنپور
۱۹۹	زبدۃ المناسک	بحوالہ مسائل حج	بحوالہ مسائل حج
۲۰۰	مسائل حج	مفتی بیمات صاحب	ناشر: حافظ اسجد بیمات
۲۰۱	حج وعمرہ موجودہ حالات کے پس منظر میں	ایفا پبلی کیشنز	ایفا پبلی کیشنز
۲۰۲	حج کی آسانیاں	مفتی محمود اشرف عثمانی	ادارہ اسلامیات کراچی
۲۰۳	تجاویز اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا	۲۱۰۶ء	ایفا
۲۰۴	تجاویز اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا	۲۰۱۷ء	ایفا
۲۰۵	قربانی کے مسائل کا انسائیکلوپیڈیا	مفتی محمد انعام الحق	بیت العمار کراچی
۲۰۶	جدید معاملات کے شرعی احکام	مفتی احسان اللہ شائق	دارالاشاعت کراچی
۲۰۷	نوادر الفقہ	شیخ الحدیث حضرت مولانا یونس صاحب	ادارہ افادات اشرفیہ
۲۰۸	آلاتِ جدیدہ کے شرعی احکام	مفتی شفیع صاحب عثمانی	تفسیر القرآن دیوبند
۲۰۹	معارف الفقہ	مفتی شفیع صاحب عثمانی	....

۲۱۰	مالا بدمنہ (فارسی)	قاضی ثناء اللہ پانی پتی	الامین کتابستان دیوبند

کتب اصولِ فقہ وقواعد فقہ

۲۱۱	الموافقات فی اصول الاحکام	امام ابواسحاق شاطبی	دارالمعرفۃ/ احیاء التراث
۲۱۲	الاشباہ والنظائر	علامہ زین الدین (ابن نجیم حنفی)	بیروت/ دیوبند
۲۱۳	ہامش الاشباہ [شرح الحموی]	علامہ شیخ احمد الحموی	مکتبہ فقیہ الامت دیوبند
۲۱۴	غمز عیون البصائر (شرح الحموی)	مولانا السید احمد بن محمد حنفی حموی	دارالکتب العلمیۃ بیروت
۲۱۵	دررالحکام شرح مجلۃ الاحکام	شیخ علی حیدر استنبول ترکی	دارالجیل بیروت
۲۱۶	شرح المجلۃ	سلیم رستم باز البنانی	احیاء التراث
۲۱۷	جمہرۃ القواعد الفقہیۃ	دکتور علی احمد الندوی	شرکۃ الراجحی المصرفیۃ
۲۱۸	المقاصد الشرعیہ	شیخ نورالدین الخادمی	داراشبیلیا
۲۱۹	الاصول والقواعد للفقہ الاسلامی	شیخ مفتی محمد جعفر ملی رحمانی	الہدیٰ پبلیکیشنز دہلی/ مکتبہ یاسین بکڈپو
۲۲۰	شرح السیر الکبیر	امام محمد بن الحسن الشیبانی	دارالکتب العلمیۃ بیروت
۲۲۱	قواعد الفقہ	شیخ مفتی عمیم احسان مجددی برکتی	اشرفی بکڈپو دیوبند
۲۲۲	القواعد الفقہیۃ	علی احمد ندوی	دارالقلم دمشق
۲۲۳	القواعد الکلیۃ والضوابط الفقہیۃ	دکتور محمد عثمان شبیر	دارالنفائس الاردن
۲۲۴	شرح القواعد الفقہیۃ	شیخ احمد بن محمد الزرقاء	دارالقلم دمشق
۲۲۵	اعلام المؤقعین	امام ابن قیم الجوزیہ	احیاء التراث بیروت
۲۲۶	ترتیب اللآلی فی سلک الامالی	محمد بن سلیمان (ناظر زادہ)	مکتبۃ الرشد ریاض
۲۲۷	اُصول الشاسی	شیخ نظام الدین الشاسی	مکتبہ بلال بکڈپو دہلی
۲۲۸	اُحسن الحواشی علی اُصول الشاشی	حافظ محمد برکت اللہ لکھنوی	مکتبۃ البشریٰ کراچی
۲۲۹	نورالأنوار	شیخ احمد ملاجیون	یاسر ندیم اینڈ کمپنی
۲۳۰	عقود رسم المفتی	علامہ محقق محمد امین ابن عابدین شامی	دارالکتاب دیوبند

۲۳۱	فقہ حنفی کے اصول وضوابط	....	....

کتب متفرقہ

۲۳۲	سیر أعلام النبلاء	شمس الدین أبوعبداللہ محمد بن أحمد ذہبی	مؤسسۃ الرسالۃ
۲۳۳	بریقۃ محمودیۃ	ابوسعید محمد بن محمد الخادمی	مصطفی الحلبی
۲۳۴	معالم تربویۃ لطالبی أسنی الولایات	محمد بن محمد المختار الشنقیطی	مکتبہ شاملہ
۲۳۵	الکنی والأسماء	أبوبشر محمد بن أحمد بن حماد الدولابی	دار ابن حزم بیروت
۲۳۶	الأبواب والتراجم	شیخ زکریا	....
۲۳۷	احیاء علوم الدین	امام ابوحامد غزالی	مصطفی الحلبی
۲۳۸	زاد المعاد فی ہدي خیر العباد	علامہ ابن قیم جوزی	دار الکتب العلمیۃ بیروت
۲۳۹	ادب الدنیا والدین	علی بن محمد بن حبیب الماوردی الشافعی	مکتبہ شاملہ
۲۴۰	اتحاف الخیرۃ	أحمد بن أبوبکر بن اسماعیل البوصیری	....
۲۴۱	تاریخ الإسلام	شمس الدین أبوعبداللہ محمد بن أحمد ذہبی	دار الکتاب العربی
۲۴۲	حلیۃ الأولیاء وطبقات الأصفیاء	أبونعیم أحمد بن عبداللہ اصبہانی	دار الکتاب العربی
۲۴۳	الطبقات الکبری	محمد ابن سعد ابوعبداللہ البصیری	دار صادر بیروت
۲۴۴	تاریخ بغداد	أحمد بن علی أبوبکر الخطیب البغدادی	دار الکتب العلمیۃ بیروت
۲۴۵	مختصر تاریخ مدینۃ دمشق	محمد بن مکرم بن منظور افریقی مصری	....
۲۴۶	تاریخ دمشق	ابن عساکر	....
۲۴۷	اقتضاء الصراط المستقیم	شیخ الاسلام ابن تیمیہ	دار عالم الکتب/ مطابع المجد
۲۴۸	الفتح الربانی	بحوالہ فتاوی رحیمیہ	بحوالہ فتاوی رحیمیہ
۲۴۹	اسلامی اخلاق وآداب	منشی عبدالرحمٰن خان ملتانی	ادارہ اسلامیات لاہور
۲۵۰	مجالس الأبرار	بحوالہ فتاوی رحیمیہ	بحوالہ فتاوی رحیمیہ

۲۵۱	حجۃ الوداع وعمرات النبی صلی اللہ علیہ وسلم	حضرت شیخ زکریا	مکتبہ لدھیانوی کراچی
۲۵۲	الھیئۃ لتوثیق الحلال والحرام بپاکستان	....	....
۲۵۳	الحجامہ علاج بھی سنت بھی	ڈاکٹر امجد احسن علی	مکتبۃ البشری کراچی
۲۵۴	مجربات صدیق وابرار	سید قاری صدیق صاحب ومولانا ابرار الحق صاحب ہردوئی	ادارہ افاداتِ اشرفیہ لکھنؤ
۲۵۵	عملیات وتعویذات کے شرعی احکام	حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی	
۲۵۶	تسہیل المواعظ	حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی	تالیفات اشرفیہ
۲۵۷	موبائل کی نعمت کا صحیح استعمال کیجیے	مولانا محمد الیاس میمن	جے ایم سی انڈیا پبلشرز پرائیویٹ لمٹیڈ
۲۵۸	ماہنامہ اذانِ بلال	۲۰۱۶ء	دار العلوم پیر جیلانی آگرہ
۲۵۹	ماہنامہ ارمغان	۲۰۱۶ء	جامعہ امام شاہ ولی اللہ پھلت
۲۶۰	ماہنامہ دار العلوم دیوبند	جلد: ۱۰۰	دار العلوم دیوبند

کتب لغات

۲۶۱	کتاب التعریفات	علامہ سید شریف جرجانی	دار الکتب العلمیۃ بیروت
۲۶۲	مصباح اللغات	ابو الفضل مولانا عبد الحفیظ بلیاوی	مکتبہ برہان دہلی
۲۶۳	فیروز اللغات	الحاج مولوی فیروز الدین	فیروز سنز لاہور
۲۶۴	حسن اللغات	اورینٹل بک سوسائٹی لاہور	اعتقاد پبلشنگ ہاؤس دہلی